

Checked
1897



شعاعِ مہر

مُصَنَّف

عمدة الشعرا پر و فیسر ناراین پر شاد و رامہر

محمد علی شاہ صاحب

شعاع عمر

ترانه تهر از مرز تهر نفیسم تهر سفید جو کهن
مضیف
نختر نریا بهر مضمون نگارم و غیره و تم در نهان این
چرخ آهنگام انتظام الاکلام

منہ علیٰ بھائی تفسری تا جہان کتب و اماں مطبع محمدی بھٹائی از بی بی منیر
بعاد حقوق الہی طباعت شاعت

مطبع محمدی واقع بمبئی میں چھپا

سندِ جاہلیہ یعنی حضرت علیؓ

خطابِ عُمۃ الشُّعرا

عطیہ علی بن ابی طالبؓ ہندوستانی دماغِ ثوابِ بوا المعظم میرزا سراج الدین
احمد خاں صاحبِ سائل دہلوی نبیرہ جاگیردار بوا و ثواب ضیاء الدین
احمد خاں بہادر نیر خٹان دامادِ فیض الملک آب میرزا خان دہلوی

اعتقاد ہی ”عُمۃ الشُّعرا“ بونا راہین شاہ صاحبِ ماتر تخلص سلمہ اللہ تعالیٰ! آپ کی فنی قابلیت
اور پایہٴ سُخوری کے اعتراف میں مجھے کوئی شہدہ و شک نہیں۔ ان خوبیوں کے باوجود کوئی وجہ
نہیں کہ میں آپ کو حضرت جہاں استاد بلبل ہندستان ناظم یا رنگ بہادر فیض الملک دماغِ دہلوی مرحوم
کا جانشین نہ کہوں۔ اگر آپ میری حاضری ہوئی سند کی وقعت اور منزلت کرتے ہیں تو ہم اللہ
یہ ہنری سند حاضر ہے۔ اور ساتھ ہی اسکے میری جانب اپنے مایہ نضر خطاب و جانشینی کی
مبارکباد قبول فرمائیے۔ امید ہے کہ آئندہ بھی آپ اُردو زبان کی ایسی ہی پُر لطف خدمت
کر کے اپنے اُستاد مغفور کی روح کو شاد کرتے رہیں گے۔ مجھ سے مشورہ ٹخن کرنے والے جس قدر
ہیں وہ آج سے بجائے میرے آپ کو سمجھیں گے۔ فقط۔ ۱۷ ستمبر ۱۹۱۹ء پنجشنبہ

آثم بوا المعظم سراج الدین احمد خاں سائل دہلوی

سائل

حیراں ہیں مہر جلوہ دیدار دیکھ کر
تصویر بن گئے ہیں رخ یار دیکھ کر



عمدۃ الشجرۃ بانثر الملک فضل الشجرۃ ابیر و فیروز ناران پر شاد
ورما تہ شہن نصیح الملک حضرت مانع دہلوی و منیر خصوصی و
تفیدی اہلین خانہ صان دب لکھنؤ و عا کھے دولت نہ دھیا گوالیا
انیری مجھڑیٹ میو پسیٹیشی لشکر

سند خطایہ الملک

عطیہ عالیجناب خدایہ سخن فصیح البصیر تاج الشعرا مولوی محمد نوح صاحب نوح ریس
تعلقہ دارنارہ ضلع الہ آباد جانشین فصیح الملک حضرت داغ دہلوی نور اند مروتہ
و خلف الرشید عالیجناب مولوی محمد علی نجیب صاحب جج مرحوم

بھائی تھر صاحب تسلیم۔ آپ کو سند خطاب عمدۃ الشعرا جانشین حضرت داغ دہلوی دہلی
ہوئی جو میں یہ دیکھ کر نہایت خوش ہوا۔ اور سچے دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔ شاعری کے ساتھ
آپ نشر نگاری میں بھی یدِ طولی رکھتے ہیں۔ میں پہلے بھی آپ کی شہرت پسند کر چکا ہوں۔
اب آپکا ناول "سفینہ جوگن" میں نے پڑھنے کی طرح پڑھا۔ دیکھنے کی طرح دیکھا۔ زبان پر کاظ
کروں۔ یا خیالات کو دیکھوں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ نے بڑی جگر کا دی کی ہے۔
اور اس کے دلچسپانے میں کوئی دقیقہ نہیں اٹھا رکھا ہے۔ زبان۔ بیان۔ محاورہ مضمون۔
پلاٹ ہر اعتبار سے یہ ایک بے نظیر کتاب ہے۔ اور اسکی تعریف میرے اسکان سے باہر ہے۔
میرے خیال میں آپ ملک کے بہترین نقادوں میں ہیں۔ لہذا یہ مہری سند خطاب "ناظر الملک"
حاضر ہے۔ المرقوم ۱۹ ستمبر ۱۹۱۹ء از نارہ ضلع الہ آباد۔

الراق

محمد نوح۔ نوح



سند خطابِ فضل الشعراء

عطیہ النجمن نہالِ سخن بابتین بریلی

مکرم بندہ حضرت قہر دام عنایتکم۔ آداب نیاز۔ آپکا معتد بہ کلام
وقتاً فوقتاً اراکینِ انجمن نہالِ سخن کی نظر سے گزرنا جس میں دہلی اور لکھنؤ
کے مشاہیر شعرا شامل ہیں۔ بیشک آپ کا پائہ مخموری افضل ہے۔ لہذا یہ
ناچیز کیٹی خطابِ فضلِ شعراء کی یہ مہری سند پیش کرتی ہے۔ قبول
فرمائیے۔ فقط۔ المرقوم ۴۲ جون ۱۹۱۶ء

راقم حکیم فصیح الزماں اثر
ایڈیٹر و سکریٹری نہالِ سخن



مہتری انجمن خاں آدب لکھنؤ

(ماخوذ از اخبار ہمد لکھنؤ ۲۵ جنوری ۱۹۲۰ء)

”بخدمت ایڈیٹر صاحب ہمد جناب من۔ اس انجمن کی مجلس نظامی کا ایک جلسہ تاریخ ۲۱ جنوری برہمن سید محمد برہم صاحب درسیہ قاضی زیر صدارت جناب مولانا محمد احمد صاحب بخود مولانا منقذ ہوا اور مندرجہ ذیل حضرات اتفاق سے ممبر منتخب کئے گئے۔

ممبران اعزازی۔ (۱) جناب محمد ابراہیم صاحب درسیہ قاضی لکھنؤ (۲) جناب مولانا سید شرف الدین صاحب موحن ٹونکی ہیڈ مولوی اسلامیہ ہائی اسکول ٹاؤن (۳) جناب کنور جشی علی خاں صاحب ٹیس اعظم و آنریری مجسٹریٹ باغیت ضلع میرٹھ (۴) جناب محمد جعفر دھری اعزازی علی خان صاحب ٹیس آنریری مجسٹریٹ باغیت ضلع میرٹھ (۵) جناب کنور مسعود علی خاں صاحب ٹیس باغیت ضلع میرٹھ (۶) جناب فضل الرحمن خاں صاحب ٹیس باغیت ضلع میرٹھ (۷) جناب کنور شکور حسین خاں صاحب ٹیس ریاست مینڈھو ضلع علی گڑھ (۸) جناب کنور عبد الحمید صاحب ٹیس باغیت ضلع میرٹھ (۹) جناب کنور لطافت علی خاں صاحب ٹیس باغیت ضلع میرٹھ (۱۰) جناب حافظ جلیل الرحمن خاں صاحب باغ قاضی لکھنؤ۔

ممبران خصوصی۔ (۱) جناب مولانا سید محمد فوج صاحب شہر مچھلی شہری ٹیس آنریری مجسٹریٹ مچھلی شہر ضلع جنوبی۔ (۲) جناب عماد الشکر ناظر الملک فضل الشکر منشی ناراین پرشاد صاحب رہا تھر تخلص جانشین حضرت داغ دہلوی۔ گوالیار۔

ممبران تنقیدی۔ جناب لوی سید ظہور احمد صاحب جہاں پوری سب ڈیپارٹمنٹ لکھنؤ (۳) جناب عماد الشکر ناظر الملک فضل الشکر منشی ناراین پرشاد صاحب رہا تھر تخلص جانشین حضرت داغ دہلوی۔

ممبران امدادی۔ جناب سید محمد وجہہ صاحب رہاستیا پوری۔
 لکھنؤ باغ قاضی ۲۲ جنوری ۱۹۲۰ء رافق مرزا یاس عظیم آبادی بکریہ انجمن خاں آدب

ایجوکیشن ویکٹ الیار

(۲۹- اپریل تا ۵- مئی ۱۹۲۶ء)

وکتوریہ کالج لشکر



سند درجہ اعلیٰ

بہ صلہ و قدرانی بہترین اردو شاعر مئی پیش کردہ یہ
اعلیٰ درجے کی سند عمدۃ الشعرا نثار الملک فضل الشعرا جانشین حضرت
دآغ دہلوی بابونارین پر شاد و رما تہر کو دی گئی۔

دستخط

راؤ صاحب ایل۔ بی۔ اے۔ بی۔ اے
ممبر محکمہ تعلیم گوالیار گورنمنٹ
پریسیڈنٹ ویکٹ

مورخہ ۲۲ ستمبر ۱۹۲۶ء

دستخط

بی۔ ایل و جیدی بھیم پوری ایم۔ اے ایل ایل۔ بی۔ این۔ ای۔ ایس۔ ویدیا بھوشن۔
آرگینائزنگ سکرٹری ویکٹ

سری مادھو جنتی

یعنی

سالانہ بمقام یادگار روز پیدائش ہرزہائی نس مہاراجہ مادھو راؤ سندھیا
آجمنانی والی ریاست گوالیار



سند درجہ اعلیٰ

بہ صلہ پیش کرنے بہترین کلام نظم و نثر یہ اعلیٰ درجے کی سند مع ایک
اول درجے کے تیس تھے کے عمدۃ الشعرا ناثر الملک فضل الشعرا جانشین حضرت
دآغ دہلوی بابونارین پرشاد و رامہر کو دی گئی۔

دستخط

راؤ صاحبیل بی۔ بی۔

بی۔ اے

پریسڈنٹ جنتی



مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۲۶ء

دستخط

پنڈت کنہیا لال لزدان ایچ۔ اے
آرگینائزنگ سکریٹری جنتی

دی آگ گوالیار سٹیٹ پبلیکیشنز

دسمبر ۱۹۳۶ء

(جو ہفتہ بار ہویں آل انڈیا پبلیکیشنز کانفرنس گوالیار کے متعلق کی گئی)

انعام درجہ اول

دیوان شعاع مہر پر مصنف دیوان عمدۃ الشعراء
ناثر الملک بفضل الشعراء جانشین فصیح الملک حضرت فتح دہلوی
منشی ناراین پرشاد وراثت مہتممی۔ دانا اولی لشکر
کو دیا گیا

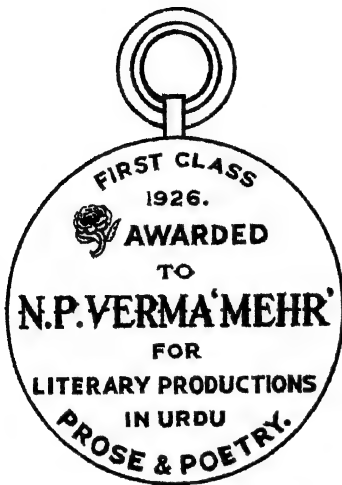
دستخط
بدری ناراین ایم لے
سکرٹری

دستخط
سکھیا لال ایم لے
چیرمین

دستخط
راوہاڈر۔ ایل۔ بی۔ ٹی
پریسیڈنٹ

لشکر۔ ۳۱۔ دسمبر ۱۹۳۶ء

GWALIOR GOVERNMENT MEDAL.



COLLEGE MEDAL.



خطوط مبارکباد

(از چند مشاہیر شہر آب گرامی)

جناب منشی عبد المجید صاحب نزل اسٹنٹ چیف انجینئر انہار لاہور قلمینہ خاص حضرت آغا

(۱) بھائی جان۔ آداب عرض کرتا ہوں۔ رات حضرت جاتی سے پتا چلا کہ آپ کو حضرت سائل دہلوی مدظلہ نے سند جانشینی حضرت آغا دہلویؒ و خطاب عمدۃ الشہر اعطا کی ہے۔ لہذا ہر دل سے مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ دل بہت خوش ہوا۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۱۹ء

(۲) بھائی صاحب تسلیم۔ یہ بڑھکر کہ آپ کو اب بھی خطابات دے ہیں دل بہت خوش ہوا۔ خدا مبارک کرے۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۱۹ء

جناب خدائے بخش تاج الشہر مولوی محمد نوح صاحب نوح ناروی جانشین حضرت آغا دہلویؒ بھائی ہر صاحب آواز گزار۔ آپکی جانشینی حضرت آغا دہلویؒ کی سبکی نقل میں آفتاب لاہور میں دیکھی خدا مبارک کرے میں بچے دل سے آپکی اس کامیابی پر آپکو مبارکباد دیتا ہوں۔ اس خطاب کی وقعت آپکے دل میں شاید کچھ بھی نہ ہو لیکن میں اسے بڑی نعمت سمجھتا ہوں۔ از لہر ضلع الہ آباد ۲۵ ستمبر ۱۹۱۹ء

جناب چودھری بھگوت سہا صاحب رئیس زمیندار گدھی مرگالواں ضلع فرخ آباد

جناب قیدام۔ آداب۔ دہلی سے مجھے یہ معلوم ہوا کہ جناب کو سند جانشینی نصیح الملک حضرت آغا دہلویؒ و خطاب عمدۃ الشہر ملے ہیں از حد خوشی حاصل ہوئی میں انکے لئے مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ قبول فرمائے از گدھی مرگالواں۔ ۱۶ ستمبر ۱۹۱۹ء

جناب مولوی اے ایم عابد لہا سبط صاحب برق ایڈیٹر پیکر خیال و اخبار المسلم بنگلور

بھائی خدمت علیٰ العباد عمدۃ الشہر ناشر الملک نیشنل الشہر حضرت تہر دام اقبال جانشین حضرت آغا دہلویؒ تسلیم

بھند تنظیم۔ مزاج و باج۔ کل شب کو انجمن ترقی اردو مطلقہ دفتر پیکر خیال کے ممبران نے ایک غیر معمولی جلسہ کر کے

یسر روز وٹویشن پاس کیا ہے کہ جناب والا کو خطابات عمدۃ الشہر و جانشین حضرت آغا دہلویؒ کی جو بھر سی دستخطی

سند دہلی سے عطا ہوئی ہے اسکے متعلق اظہار مسرت و شکریہ کا مضمون جناب والا کے فوٹو کے ساتھ پیکر خیال

میں شائع کیا جائے۔ لہذا گزارش ہے کہ جہاں تک جلد ممکن ہو آپ اپنا فوٹو عنایت فرما کر رہیں منت فرمائیں۔۔۔

از مسلم پریس کٹنٹ بنگلور ۲۶ ستمبر ۱۹۱۹ء

جناب حاجی حافظ سید علی حسن صاحب احسن رئیس ماہرہ ضلع ایٹہ خاص قلمینہ حضرت آغا دہلویؒ

برادر دم سرا ہر کرم زاد لطفکم تسلیم میں آفتاب لاہور کے مضامین اکثر پڑھتا رہتا ہوں۔ اس میں آپ کے

خطابات کی سند نظر سے گزر کر سید مسرت ہوئی۔ آپ کے عمدہ الشعار ہونے میں کوئی کلام نہیں۔ اور صحیح طور پر حضرت داغ دہلوی غفرلہ کی جانشینی کے استحقاق میں آپ کسی سے کم نہیں۔ ائمہ مبارک کرے۔ والتسلیم۔ از ماہ ہجری ۲۷۔ ستمبر ۱۹۱۹ء

جناب حکیم مولوی فصیح الزماں صاحب آثر مراد آبادی ایڈیٹر نہال سخن بریلی کرم و محترم حضرت قہر دام لواؤں شکم۔ بعد آداب و نیاز التماس ہے کہ حضرت سائل دہلوی نے آپ کو جو خطابات عمدہ الشعار و جانشین حضرت داغ دہلوی عطا فرمائی ہے اسکو دیکھ کر اس جہانی سے حضرت موصوف کی ممنونی اور کمال مسرت ہوئی کہ کہیں نہال سخن کی تائید فرمائی اور اسکا پسندیدہ خطاب افضل الشعار النعیم نہ رہا۔ خدا اکیو مبارک کرے۔

از بانس بریلی ۲۸۔ ستمبر ۱۹۱۹ء۔

جناب ناظم الملک لوی سید مشوق حسین صاحب جہاں پوری وکیل و حال منصف جے پور کرم بندہ حضرت قہر تسلیم۔ مجھے اس سے بہت ہی مسرت ہوئی کہ آپ کو عمدہ الشعار و جانشین حضرت داغ دہلوی غفرلہ کے خطابات خاص دار السلطنت دہلی سے ملے۔ خدا مبارک کرے۔ جے پور ریاست ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۱۹ء

جناب شیخ حلال صاحب رعد خاص تلمیذ حضرت داغ دہلوی و صاحب لواؤں سخن آنری میجر برٹن میرے کرم بھائی قہر صاحب اولفظہ۔ آداب نیاز آپ کو جو خطابات عمدہ الشعار و جانشین حضرت داغ دہلوی ملے ہیں انکو بڑھکر میں نہایت محفوظ ہوا۔ آپکو ان خطابات پر تہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔ آپکی خدا وادو قابلیت آپکو اس سے بھی زیادہ ترقی بخاتی ہے۔ مجھے نہایت خوشی حاصل ہوئی۔ اور اس امر کا انکار ہے کہ میرے ایک کرم فرما اُستاد بھائی کے ایسے اعزاز بڑھائے گئے۔ از مقام جھڑ ریاست گوالیار ۱۸۔ جنوری ۱۹۲۰ء۔

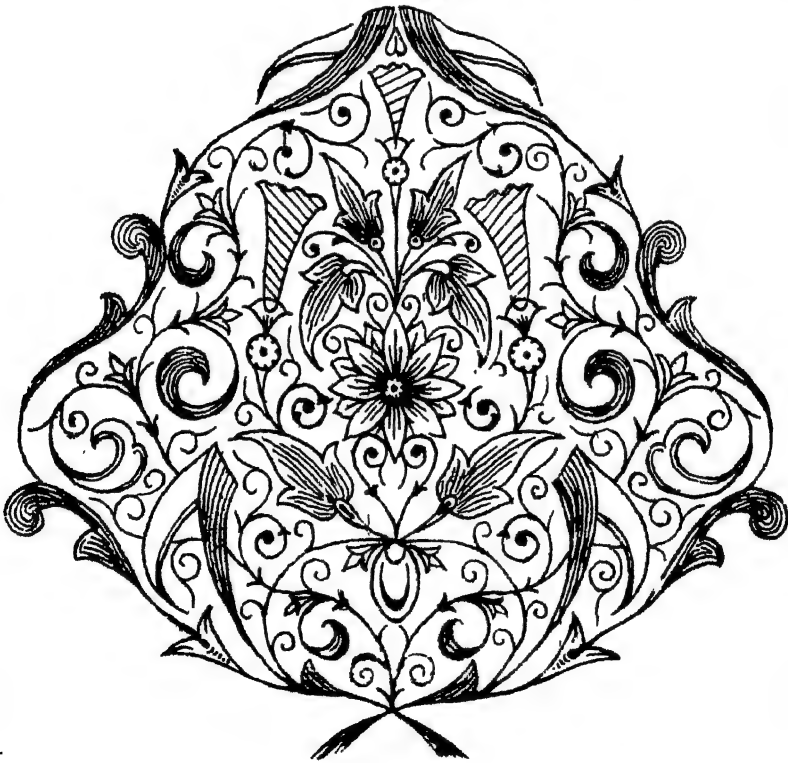
جناب حکیم جاجا صاحب جہاں پوری ارشد تلمیذہ حضرت جلال لکھنؤئی۔ عزیزی قہر صاحب اسلام علیکم۔ خراج شریف۔ بیچ تو یہ ہے کہ۔ ۶۔ بعد مدت کے تمہیں یاد دہاری آئی۔ مارگویدگی کے بعد دراصل یہ میری دوسری زندگی ہے۔ پہلی زندگی میں جو چیز (فوٹوے قہر) انگلی تھی وہ دوسری حیات میں ملی ہیں اس عنایت کی نہایت شکر گزار ہوں۔ ہاں جناب عمدہ الشعار۔ ناثر الملک جانشین داغ صاحب یہ خطاب بابی کی بڑھائی کہاں ہے؟۔ ائمہ مبارک کرے۔ زیادہ والسلام از شاہجہاں پور۔ ۱۰۔ فروری ۱۹۲۰ء

جناب سلطان الشعار حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دبیر یا دگار حضرت قہر دہلوی شفیق کرم زاد اولفظہ۔ آداب عرض میرے اُستاد زادے سید اشتیاق حسین دہلوی بہ تقریب بکسر "پیران کلیئر" و رط کی تشریف لائے تھے۔ انھوں نے نہایت مسرت سے فرمایا کہ "میرے سامنے حضرت ابوالمظہر نواب علی الدین احمد خان صاحب

سائل دہلوی نے جناب تہر کو اپنی دستخطی پُہری سند جانشینی جناب قبلہ آغ مرحوم مرحمت فرمائی ہے۔ اس پر مجھے بے انتہا مسرت ہوئی۔ اور میں نے فوراً مولوی عبدالواسط صاحب کو لکھ دیا کہ آئندہ سے جناب تہر کے نام نامی کے ساتھ جانشین حضرت داغ ضرور لکھ دیا کیجئے۔ فقط۔ از روڈ کی۔ ۱۰۔ اگست ۱۹۲۷ء

جناب سید تصدق حسین صاحب قرار شاہ جہانپوری خاص تلمیذ حضرت میر نیکی لکھنوی

محب کرم گستر حضرت تہر زاد عنایتہ تسلیم و نیا۔ آپ کو دہلی سے جانشینی حضرت داغ دہلوی اور خطاب عمدہ اشرفا کی سند ملی۔ اس پر میں بہ دل سے مبارکباد دیتا ہوں۔ قبول فرمائے۔ میرا آپکا ہندوستان کے بیشتر عظیم الشان مشاعروں میں ساتھ ہوا ہے۔ اسلئے آپ کے کلام سننے کا اکثر اتفاق ہوا ہے۔ یہ میری فرمائش پر جو محاورات آپ نے میرے قرار اللغات طبع ثانی کے لئے رنگ تغزل میں نظم فرما کر عنایت فرمائے ہیں اُن سے بھی میرا داغ کا رنگ ٹپکتا ہے۔ بیشک آپ حضرت داغ مغفور کے پتے اور صحیح جانشین ہیں۔ اذ سلم ہوا ملین آباد لکھنؤ۔ ۱۲۔ اپریل ۱۹۲۷ء



لے محمد اخبار اسلام در سالہ پیکر خیال۔ مسلم پریس۔ لنگھور ملک میسور



تراوید کہ خامہ بحر کا بیج نگارنا تریگانہ ناظم فرزانہ منیع فہم و ذکا فسانہ نگار
یکتا صاحب ہر طبع قادمولوی سید احمد شاد کاوری تلمیذ رشید حضرت امین شری لکھنؤ

خدا کا شکر کیونکر ادا ہو۔ اُس نے ہمیں مختلف قوتیں عطا کیں۔ اُن میں چند ایسی ہیں جن سے ہم اشرف المخلوقات کہلائے۔ ادراک سے ہم نئی نئی چیزیں دریافت کرتے ہیں۔ طرح طرح کے ایجاد عجیب و غریب تحقیقاتیں کرتے ہیں۔ اور علوم و فنون کے موجود بنیتے ہیں۔ احساس سے واردات اور واقعات سے متاثر ہوتے ہیں۔ اور نطق سے معلومات خیالات۔ تاثرات۔ اور جذبات کا اظہار کرتے ہیں۔

شعری تعریف انم خوشی حیرت تعجب۔ یا اور کوئی قوی جذبہ ہم پر طاری ہوتا ہے تو اُس کے بسااختہ۔ موثر بیان کو شعر کہتے ہیں۔ یا جذبات جو الفاظ سے ادا کئے جاتے ہیں شعر ہیں۔ اور چونکہ یہ الفاظ سننے اور پڑھنے والوں پر بھی وہی اثر ڈالتے ہیں صاحب جذبہ پر طاری ہوتا ہے اس لئے جو کلام انسانی جذبات کو پیش میں لائے یا اُن میں تحریر پیدا کرے شعر ہے۔ مگر اہل فن نے شعر کے لئے جذبات کے بیان کرنے میں قصداً اور وزن کی قید بھی لگائی ہے۔

خصوصیات شاعری موسیقی مصوری۔ واقعہ نگاری۔ اور خطابت میں بھی انسانی جذبات کو اُبھارنے کی خاصیت پائی جاتی ہے۔ یہ سب بھی ان کے اور شاعری کے محرکات میں بڑا فرق ہے۔ نفع سے متاثر ہونے کے لئے قوت سامعہ اور تصویر سے اثر پذیر ہونے کو قوت باصرہ کی ضرورت ہے۔ مگر شاعری کسی شے کے پیش نظر نہ ہونے پر بھی اُس کے بیان ہی سے جلد حواس خمسہ کو مفلوظ کرتی ہے۔ کسی کی فیند بھری آنکھوں کو جو منکا ہونے کو چاہے

نہوں شاعر گر کسی نہ خواب سے تعبیر کرتا ہے تو اُنکا موثر منظر آنکھوں کے سامنے بھر جاتا ہے۔ واقعہ نگاری زندگی کی تصویر اور خارجی واقعات تک فائدہ پہنچتی ہے۔ مگر جہاں سے اُس میں اندر دنی جذبات اور احساسات شریع ہو جاتے ہیں شاعری اپنا رنگ جمالیاتی ہے خطیب سامعین کے مذاق اور میلان طبع کے موافق اپنی تقریر کا پیرایہ اختیار کرتا ہے۔ لیکن شاعر کو دوسروں کے خیالات اور معتقدات سے کچھ کھٹ نہیں ہوتی بلکہ دل پر جو جذبات طاری ہوتے ہیں یہ اُنھیں کو بے اختیار موثر اور موزوں الفاظ میں بیان کرتا ہے اور جو اُنکو مشتتا ہے تڑپ جاتا ہے۔ پس اہلی شاعر ڈھبی ہے جسکو سامعین سے کچھ غرض نہ ہو۔

عناصر شاعری شاعری کے اصلی عنصر محاکات اور تخیل ہیں۔ محاکات کسی چیز کسی واقعہ۔ یا کسی حال کا الفاظ میں اس طرح ادا کرنا ہے کہ اُسکی تصویر آنکھوں کے سامنے آجائے۔ تصویر اور محاکات میں یہ فرق ہے کہ تصویر مادی اشیاء کے علاوہ کبھی بعض حالات اور جذبات کی بھی ہوتی ہے۔ تاہم سیکڑوں گونا گوں واقعات۔ حالات۔ اور واردات ایسے بھی ہیں جو تصویر کی دسترس سے باہر ہیں۔ مگر محاکات اُنکا بھی فوٹو اتار دیتی ہے۔ مصور جب تک کسی شے کے ایک ایک جزو کی تصویر نہ کھینچے تصویر تکمیل نہیں ہوتی۔ لیکن شاعر ان محاکات صرف اُنھیں جزو دل کو لیتی اور نمایاں کرتی ہے جن سے ہمارے جذبات پر اثر پڑے باقی کو نظر انداز کر دیتی ہے۔

محاکات کی تکمیل کے لئے موزوں کلام میں پہلے وزن کا تناسب شرط ہے۔ درد۔ غم۔ رنج۔ خوشی۔ غیظ۔ غضب۔ جوش۔ اشتعال۔ وغیرہ کے اظہار کے لئے جس جذبے کی محاکات ہو شعر کا وزن بھی اُسی کے مناسب ہونا چاہئے۔ جیسے۔ رزم کے بیان کے لئے بحسب تقارب موزوں ہے۔ دوسرے محاکات اصل کے مطابق ہونی چاہئے تیسرے جزئیات کا استقصا اس طرح کیا جائے کہ پوری شے کی تصویر نظر کے سامنے آجائے۔ جو تھے اُنکے الفاظ اُسکی خصوصیت پر دلالت کرتے ہوں جب کسی ملک۔ کسی قوم کسی مرد۔ کسی عورت۔ یا کسی بچے کی کیفیت بیان کی جائے تو اُسکی تمام خصوصیات کا لحاظ رکھا جائے۔ پانچویں عالم کائنات کی ہر قسم کی چیزوں کا مطالعہ کیا جائے۔ پچھلے محاکات میں بید فرق مراتب ہوتا ہے۔ اور اسی فرق مراتب سے شاعری کے علاج میں نہایت تفاوت ہوتا ہے۔ اس لئے اول اسے محسوسات کے ذریعے سے ذہن نشین کیا جائے۔ ساتویں بعض جگہ صرف جزئیات ہی کو ادا کیا جائے۔ مگر اس میں بہت احتیاط لازم ہے کیونکہ ایسے موقعوں پر سخت غلطیاں ہوتی ہیں اور اشتباہ پیچیدہ و ناقابل فہم ہو جاتے ہیں۔ مضمون کے بعض حصے اس خیال سے چھوڑ دئے جاتے ہیں کہ گرد و پیش کا مصالح اُس مخلوق کو بھر دے گا۔ مگر وہ نہیں

مہرتا۔ اور اشعار پہل ہو جاتے ہیں، جو نادانان فن ایسے مخلوق کا نام بلاغت یا گہری تخیل۔ یا نیز بات عالمیہ رکھتے ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں۔ بعض اوقات دو مختلف پہلو دکھانے یا اندین کے بیان کرنے سے بھی محاکات کی تکمیل ہوتی ہے۔ تشبیہ بھی محاکات کا ایک بڑا آکر ہے۔ کسی چیز کی اصلی تصویر جس طرح تشبیہ سے کھینچی جاتی ہے دوسری طرح دکھائی نہیں جاسکتی۔ اور بعض جگہ یہ بات بھی محاکات کے موثر کرنے کے لئے ضروری ہے کہ تصویر ایسی دھندلی کھینچی جائے کہ اُس کے اکثر حصے نظر نہ آئیں اور اکثر نمایاں رہیں۔

تخیل محض خیالی اور بیادوی صورتوں ہی کا نام نہیں ہے جو جذبات کے طاری ہوتے وقت نظر آتی ہیں تخیل نے اکثر وہ راز بھی کھولے ہیں جو نہ صرف عوام بلکہ خواص کی نظروں سے بھی مخفی تھے۔ محاکات اور تخیل دونوں شاعری کے عنصر ہیں۔ تاہم شاعرانہ محاکات کی جان تخیل ہی ہے۔ فنِ شعر کی اصطلاح میں تخیل اور قوتِ اختراع مترادف ہیں۔ محاکات جو دیکھی یا سنی ہوئی چیزوں کو الفاظ کے ذریعے سے ادا کرتی ہے اُن میں خاص ترتیب کا پیدا کرنا تناسب اور توافق کو کام میں لانا۔ اور اُن پر آب و رنگ چڑھانا قوتِ تخیل ہی کا کام ہے۔ شاعر کی نظر میں عالم کائنات تخیل کی قوت سے ایک اور ہی عالم بن جاتا ہے۔ اور اس عالم میں شاعر کی تاریخِ زندگی عجیب دلچسپیوں سے بھری ہوتی ہے۔

تخیل کے استدلال کا طریقہ عام استدلال سے الگ ہوتا ہے۔ یہ طریقہ گو ایک قسم کا منطقی منط ہوتا ہے۔ یا خطابیات پر مبنی ہوتا ہے۔ تاہم تخیل کے عالم میں شاعر اس کو اس انداز سے بیان کرتا ہے کہ سامع اس کی صحت و غلطی کی طرف متوجہ ہی نہیں ہو سکتا۔ بلکہ اُس کی دلفریبی سے مسحور ہو کر مباحثہ آمتا و صدقہ نہ کہہ اٹھتا ہے۔ مگر اس کے یہ معنی ہرگز نہیں کہ تخیل کی بے اعتدالی یا خیال کے بیان کی غلطی کو تخیل کی بلندی یا خیال کا حسن قرار دیا جائے۔ یا لغو اور بیہودہ گوئی کو حسنِ کلام سمجھا جائے۔ آجکل کے اکثر متنازع صحب خیال اور صفائی بیان سے مطلق عرض نہیں رکھتے۔ اور بیشتر بے اصول نکتہ آفرینیاں کر کے تخیل کا بیجا طور سے استعمال کرتے ہیں۔ جو مضمون غلطی بیان کے باعث سمجھ میں نہ آئے اُس کا نام گہری تخیل رکھتے ہیں۔ اور جب قدرِ بعید الفہم یا فہل شعر ہو اُس کو اُسی قدر اعلیٰ درجے کا بلند اور مستحسن خیال کرتے ہیں۔ یہ انہی سخت غلطی اور نادانی ہے۔ تخیل بروزنِ نفی کسی کو کسی بات کا خیال دلانا ہے نہ کہ بے معنی بات کہنا۔

مثنیاتِ شاعری محاکات اور تخیل شاعری کے اعلیٰ عنصر تو ضرور ہیں۔ پھر بھی شعر کہنے میں جب تک کمالِ محاسن

شاعری کو نظر نہ رکھا جائے شعر شعر نہیں ہو سکتا۔ بلکہ ایک منظوم گو رکھ دھندلا ہوتا ہے۔ جن محسنات اور۔
خوبیوں سے شعر میں لطافت۔ دلاویزی۔ اور دلنشینی پیدا ہوتی ہے وہ تشبیہ و استعارہ۔ جدت و لطیف
حسن الفاظ۔ سلاست۔ فصاحت۔ بلاغت۔ سادگی جملوں کے اجزائی ترکیب و ترتیب۔ مبالغہ۔
واقفیت۔ اور تاثیر ہیں۔

تشبیہ و استعارہ تشبیہ استعارہ شاعری ہی نہیں عام زبان آوری کے خط و خال ہیں۔ ان کے بغیر
انشاء پر دانی کا حسن و جمال ظاہر نہیں ہو سکتا۔ تشبیہ و استعارہ سے کلام میں جو وسعت اور زور پیدا ہو
جاتا ہے وہ کسی اور صورت سے پیدا نہیں ہوتا۔ یہ کہنا کہ ”اُسکے ہونٹھ نازک ہیں“ ایک معمولی بات ہے۔ اس کو اس
طرح کہا جائے کہ ”اُسکے لب گلاب کی پتیوں کی طرح نازک ہیں“ تو پہلے بیان کے مقابلے میں کلام میں کچھ زور
بڑھ جائے گا۔ اور اسی کو یوں کہہ دیا جائے کہ ”اُسکے ہونٹھ گلاب کی پیتاں ہیں“ تو یہ لطیف استعارہ بیان کو
بہت ہی بلند کر دے گا لیکن اکثر حضرات کی طرح تشبیہ و استعارہ کو رنگ شاعری قرار دینا یا ان کے استعمال کو
بے اعتدالی سے تکلف کے درجے تک پہنچانا سخت معیوب ہے۔

جدت و لطیف ادا شاعری کے لئے جدت و لطیف ادا سے زیادہ مقدم چیز ہے۔ بلکہ اہل فن کے نزدیک جدت ادا
ہی کا نام شاعری ہے۔ کسی بات کو جدید انداز اور نئے اسلوب سے لطیف پر اسکیں بیان کرنا شاعری جو۔ جیسے
قہرمان بٹوں کا جو مجھے شیوہ پیدا دے۔ ایوں انھیں میں بھی ستاؤں کہ خدایا دے۔
مشوق عاشقوں پر اس طرح ظلم کرتے ہیں کہ عشاق اُسکے ہسنے کی تاب نہیں لا سکتے اور مشوقوں کو اپنی اس
بیمہ آزار دہی کی تکلیف کا اندازہ نہیں ہوتا۔ اس مضمون کو اس شعر میں یوں بیان کیا ہے کہ عاشق مشوق پر جو
ظلم کرنا پسند نہیں کر سکتے پھر بھی اگر مجھے ان مشوقوں کا طریق سگری آجائے تو میں بھی انکو اتنا ستاؤں کہ یہ
اپنے ظلم کی تکلیف معلوم کر کے بیدار کرنی چھوڑ دیں۔ اس طرز بیان میں مشوقوں کو اپنے مظالم کی تکلیف کا
احساس ہونے کی غرض سے خلاف وضع عشاق عمل کرنے کی تمنا ایک نہایت لطیف انگیزندہ ہے۔

حسن الفاظ اُغموں کے دو گروہ ہیں۔ ایک لفظ کو ترجیح دیتا ہے۔ دوسرا مضمون کی دھن میں زبان اور بیان
کی پروا نہیں کرتا مگر زیادہ تر اہل فن کا یہی مذہب ہے کہ لفظ کو مضمون پر ترجیح ہے مضمون تو کچھ نہ کچھ سمجھ سکتے ہیں لیکن
شاعر کی معیار کمال یہی ہے کہ مضمون کن لفظوں میں اور کس طرح ادا کیا جائے شاعری اور انشاء پر دانی کا دار زیادہ تر
خوبی الفاظ پر ہی ہے۔ بعض مشہور شعرا کی نسبت جو کہا جاتا ہے کہ اُنکے کلام میں خامی ہے تو یہ اسی بنا پر کہا جاتا

ہے کہ اُنکے یہاں الفاظ کی خوبی شستگی۔ اور بندش کی درستی میں کمی ہے۔

الفاظ متعدد اقسام کے ہوتے ہیں۔ اور مختلف اثرات رکھتے ہیں۔ بعض نازک۔ لطیف۔ پرستہ۔ صفا۔ رواں۔ اور خمیریں۔ بعض پُر شوکت۔ متین۔ بلند۔ اور دقیق ہوتے ہیں۔ عشق و محبت کے جذبات و مضامین ادا کرنے کے لئے پہلی قسم کے الفاظ موزوں ہیں۔ عشق و محبت انسان کے نازک اور لطیف جذبات ہیں۔ اُنکے ادا کرنے کے لئے لفظ بھی اسی قسم کے ہونے چاہئیں۔ اس لئے غزل کی شاعری میں تو اہل زبان کا روزمرہ کان میں رچے ہوئے الفاظ۔ لہجہ محاورے۔ اور پسندیدہ ترکیبیں ہی استعمال کرنی مناسب ہیں۔ آجکل اکثر حضرت عربی فارسی کے مقلد الفاظ۔ ناہموار ترکیبیں۔ غیر ناولس بندشوں سے اپنی غزل کا حسن خاک میں ملا دیتے ہیں۔ اس طرز ادا کا نام جذباتِ عالیہ رکھتے ہیں۔ اور اس شاعری کو اعلیٰ طبقے کی جدید شاعری کہتے ہیں۔ اس کے برخلاف فصیح اور مستند اردو میں ادا کئے ہوئے لطیف مضامین اور نازک جذبات کو سامنے کے مضمون اور مقویاد شاعری تصور کرتے ہیں۔ لیکن یہ انکی ناواقفیت اور بدفہمی ہے۔

سلاست ترکیب الفاظ کی صفائی۔ ہمواری۔ اور روانی کا نام سلاست ہے جو علم نحو کی کامل واقفیت اور اس میں اعلیٰ درجے کی شافی سے پیدا ہوتی ہے۔ یہ بات نہایت ضروری ہے کہ جو الفاظ کلام میں ایک ساتھ آئیں وہ سب کے سب بل جھلک ایک ہی جسم کے اعضا بن جائیں۔ یہی وصف شعر میں ترنم پیدا کر دیتا ہے اور شاعری موسیقی بن کر بجا پڑھ کر سکتی ہے۔

نصاحت فصاحت کے لغوی معنی خوش گوئی کے ہیں۔ اصطلاح علم معانی میں شکل ثقیل الفاظ اور غیر ناولس۔ ترکیبوں سے کلام کا پاک اور خالی ہونا ہے۔ اور اہل فن نے فصاحت کی تعریف منطقی طور پر جنسِ فصل سے کی ہے۔ بہر حال فصیح کلام لفظی معنوی۔ اور ترکیبی حیثیت سے پاک ہونا چاہیے۔ اُس میں تاثر و انتقال تو اہل اضافات۔ حروفِ مشدداً و آخر لغیر عطف و اضافت۔ صنعت تالیف۔ غزابت۔ اور مخالفت قیاس نہوں۔ اخلال یککلف۔ تکرار۔ تخیل تفسیر۔ ابتذال۔ تغیر نہ آئیں۔ جشو۔ تناقض۔ صفات خلاف واقعہ۔ تقدیم و تاخیر۔ تعقید۔ سرقت۔ اور عدول از جاوہ صواب نہ آئے پائیں۔ اسی طرح شکر گزیر۔ بے شک پند۔ حروف کے گرنے دینے۔ اعلانِ نون بعد الف۔ تخفیفِ حروف۔ تبدیلِ ہیئت۔ الفاظِ قریب حروف جنس۔ حروفِ ابدال۔ الفاظِ غیر ناولس۔ اردو میں استعمالِ مصادرِ فارسی۔ اور پہلو سے ذم سے بچا جائے۔ تبادلہ۔ اختصار۔ لفظ۔ اضافہ۔ الفاظ۔ غلط صیغہ جمع۔ الفاظِ بیوقوف۔ محاورہ مذموم۔ توابعاتِ ٹہل۔ توانی ہائے ہوز و الف۔ اضافتِ فارسی و ہندی

الفاظ۔ اعلانِ آخریوں بہ صورتِ عطف و اضافت۔ الفاظِ غیر مرکب پر مبنی کیا جائے۔ اور قابلِ ردیفین و قافین۔ تعقیبِ غیر جائزِ عربی فارسی الفاظ کے آخر حروفِ علت کے کرنے دینے۔ ہندی الفاظ میں اصلی الفِ آخر کا سُقوط۔ غلط الفاظ۔ قافیہ معروض و مہول۔ حذفِ روابط۔ فصلِ توالیع۔ متردکات۔ ہندی جمع کے علاوہ ہندی الفاظ کے آخر الفِ دون کے کرنے دینے۔ شعر میں مصرعین کے حروفِ آخر کے ہم قافیہ ہونے سے اجتناب کیا جائے۔

بلاغت حسبِ موقعہ گفتگو کرتا بلاغت ہے۔ جیسا موقعہ ہو ویسی ہی عبارت ہو جس کے لفظوں سے اصل مطلب بے کم و کاست ادا ہو سکے۔ اس لئے انتہائے فصاحت بلاغت ہے۔ بعض کے نزدیک علمِ معانی علمِ بیان اور علمِ بدیع کا نام بلاغت ہے۔ مگر دورِ از قیاس مضمون کو بلوغ کہنا جہالت ہے۔

سادگی اسادگی سے یہ مراد ہے کہ مضمون شعر میں ادا کیا جائے وہ بلا تکلف سمجھ میں آجائے۔ اس کے لئے جملوں کی اصلی نحوئی ترتیب قائم رکھی جائے یعنی بحر و قافیہ کی ضرورت سے اجزائے کلام اپنی مقررہ جگہوں سے زیادہ نہ ہٹنے پائیں۔ اجزائے مضمون کا کوئی ضروری جزو نہ چھوڑ دیا جائے جسکی وجہ سے خلل پڑ جائے۔ اہل۔ زبان کے روزمرے کا پورا خیال رکھا جائے۔ وہ کلام سادہ ہے جسے عام و خاص دونوں بلا تکلف سمجھ سکیں عوامِ شعر کا ظاہری اور سرسری مطلب سمجھ لیں تو خواص کی نظر میں اس کے لطافت و تالیق اور نکات بھی آجائیں۔ سادگی کلام کی بہت بڑی خوبی ہے۔

جملوں کے اجزاء کی ترکیب و ترتیب اگر شعر کی خوبی کا بڑا ضروری جزو ہے۔ ہر زبان میں الفاظ کی تقدیم و تاخیر کی ایک علیحدہ خاص ترتیب ہوتی ہے۔ اسی ترتیب سے اجزاء کلام میں آتے ہیں تو مضمون میں گنجلک پیدا نہیں ہوتی اور مطلب تکلف سمجھ میں آجاتا ہے۔ جب یہ اجزاء اپنی اصلی جگہوں سے بہت زیادہ ہٹ جاتے ہیں تو معانی میں پیچیدگی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ صحیح ہے کہ شعر میں وزن۔ بحر۔ اور قافیہ کی ضرورت اصلی نحوئی ترکیب قائم نہیں رہ سکتی۔ پھر بھی شاعر کو کوشش کرنی چاہئے کہ جتنا تک ممکن ہو سکے کھل کے سارے جزوؤں کو اپنی اپنی جگہ قائم رکھے۔ جس قدر یہ وصف شاعر کے کلام میں زیادہ ہوگا اسی قدر سلاست اور روانی پیدا ہو کر شعری تاثیر کو بڑھائے گی۔

مبالغہ بعض آزمائش کے کذب اور مبالغے کو شاعری کا حسن قرار دیا ہے۔ لیکن زیادہ تر اہل فن اس کے خلاف ہیں۔ مبالغے میں کوئی لطفت پیدا ہوتا ہے۔ تو تمثیل ہی کی بنا پر ہوتا ہے لیکن نہ صرف اس لئے کہ وہ چھوٹ ہے۔ بعض مبالغوں میں تمثیل کے عوض کوئی اور بھی حسن ہوتا ہے۔

واقعیت | کلام میں واقعیت بھی ایسی ضروری چیز ہے کہ بلاغت کے بہت سے اسالیب میں صرف اسی کی وجہ سے جن اور اثر پیدا ہوتا ہے تخیل کے لئے بظاہر واقعیت کی ضرورت نہیں معلوم ہوتی لیکن حقیقت میں تخیل بھی اسی وقت پُر لطف اور چمکاؤ ہوتی ہے جب اُسکی تہ میں اصلیت ہوتی ہے۔ ورنہ وہ مضمون خیالی طوطا مینا بنانے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔

تاثر | محاکات لطیف تخیل۔ الفاظ کی کشمکش۔ بندش کی چستی۔ ترکیب کی درستی۔ مضمون کی دلنشینی۔ جدت اور لطیف ادا۔ بچوں کے پیار۔ ماں کی ممتا۔ محبت کے جوش۔ جن کے نظارے عشق کے راز و نیاز غم کے ہنگامے۔ موت کے رنج۔ ولادت کی خوشی۔ بہاؤ دہی کے کارنامے۔ سلاست۔ ہم آہنگی اور وسیعیت سے شعر میں تاثر پیدا ہوتی ہے۔ اور ان سب پر طرز ادا میں تیکھا پن اُسکے جذب کو اور بھی بڑھا دیتا ہے مصرع۔

”پھر بھی تاثر وہ شے ہے جسے دیتا ہے خدا۔“

شاعری کا عنصر | شاعری ایک ذوقی اور جذباتی چیز ہے۔ اور عالم احساسات میں اگر کوئی سب سے ممتاز کار۔ فرما ہے تو یہی ہے علمی دنیا کا اصلی فلسفہ خود غرضی ہے۔ والدین کی اطاعت۔ اولاد کی غور و پرداخت۔ دوسروں کے ساتھ شلوک کا برتاؤ۔ یہ جملہ امور مادہ کے اصول پر مبنی ہیں۔ اس فلسفے سے عمل کی قوت تو بڑھ جاتی ہے۔ تجارت کو ترقی کا رو باریں دے دے۔ دولت کی بہتات ہو جاتی ہے مگر ساتھ ہی لطیف جذبات اور نازک احساسات فنا ہو جاتے ہیں۔ دل مردہ ہو جاتا ہے انسانی زندگی حیوانی زندگی بن جاتی ہے۔ کیونکہ دنیا کی چل بچل۔ ٹنگنی اور دلا دیزی کچھ سائنس اور فلسفہ کی وجہ سے نہیں بلکہ انسانی جذبات کی بدولت ہے جس وقت خود غرضانہ زندگی بسر کرنے سے یہ جذبات دب جاتے ہیں تو شاعری اُنکو ابھارتی ہے۔ اور پھر مردہ دلوں کو کنول کی طرح کھلا کر ہرا کر دیتی ہے۔

اقسام شاعری | شاعری کی کئی قسمیں ہیں۔ اخلاقی شاعری۔ تاریخی شاعری۔ نچرل شاعری۔ رزمیہ شاعری۔ فلسفیانہ شاعری۔ صوفیانہ شاعری۔ اور عاشقانہ شاعری۔ مگر عاشقانہ شاعری کا رواج عرب فارس ہندوستان ہی میں نہیں اور ملکوں میں بھی زیادہ رہا ہے۔ اسکی وجہ یہی ہے کہ خون۔ حیرت۔ تعجب۔ غضب۔ انانیت۔ ہمدردی۔ حسد۔ بہاؤ دہی۔ نفرت۔ وغیرہ کے جذبات کے مقابلے میں عشق و محبت کے جذبے ہی اپنی اثر انگیزی اور دلا دیزی کے باعث انسانی طبائع کو یہ دل مرعوب ہوئے ہیں۔

عاشقانہ شاعری محض اخلاقی نہیں | مگر سخت افسوس ہے شعر و سخن کی تاثر اور خوبیوں کی نا واقعیت کے سبب

نئی روشنی میں زندگی بسر کرنے والوں نے شاعری کو ایک بیکار چیز سمجھ کر اکھل طرز معاشرت کی ضروریات ہی سے خارج کر دیا ہے۔ اور عاشقانہ شاعری کو تو محض حُسن و عشق کی داستان تصور کر کے مُخرَّب اخلاق ٹھہرا دیا ہے۔ غالباً یہ خیال آدمی ترقی کے اُصول پر مبنی ہے جسکو روحانی ترقی سے کوئی واسطہ ہی نہیں درہ حقیقت میں آدمی اور روحانی دونوں طرح کی ترقیوں کے بغیر انسانی ترقی کی تکمیل ہو ہی نہیں سکتی کیونکہ انسان میں روح اور مادہ دونوں موجود ہیں جس طرح مادہ ترقی سائنس کے اُصول پر منحصر ہے۔ اسی طرح روحانی ترقی استغراقِ تخیل، مشاہدہ مناظرِ قدرت، اور فنونِ نفیسہ کی قدر دانی پر موقوف ہے۔ عیسوی اور مصوری کی طرح شاعری بھی ایک نفیس فن ہے۔ بلکہ اس کا رتبہ اُن دونوں سے برتر ہے۔ شاعر کی طبیعت قدرتی مناظر کے جذبات اور خیالات کا خزانہ ہوتی ہے۔ وہ انکی تصویریں اپنے جادو کا قلم سے کھینچتا ہے جسکو دیکھ کر دوسروں کے دلی جذبات جوش میں آتے ہیں۔ اور دلی جذبات کے جوش میں آنے سے روح کو ترقی ہوتی ہے پس انسانی ترقی کے لئے شاعری بھی ایک ضروری چیز ہے۔ عالم موجودات کی ہر شے میں حُسنِ قدرت جلوہ گر ہے۔ انسانی حُسن بھی قدرتی حُسن ہے جس قدر قدرت کے مشاہدے سے دلی جذبات جوش میں آتے ہیں انسان مخلوقِ اشرک ہے اس کے حُسن و عشق کے جذبات بھی برتر ہیں۔ برتر جذبات کے برائے نغمہ ہونے سے روح کا ادواج منظور ہے اس لئے عاشقانہ شاعری انسانی ترقی کے لئے ضروری ہے۔ مُخرَّب اخلاق نہیں۔ اب رہا یہ امر کہ انسانی حُسن و عشق کے نظاروں سے بظاہر جذبات برائے نغمہ ہوتے ہیں یا غلوں۔ یہ زیادہ تر سامع یا ناظر کی دلی تربیت پر منحصر ہے اس کے خیالات ادنیٰ ہونگے تو ادنیٰ جذبات جوش میں آئیں گے۔ اور اعلیٰ ہونگے تو اعلیٰ جذبات برائے نغمہ ہونگے۔ اس لئے عاشقانہ شاعری ہر انسان کے دل پر کسبیاں اثر نہ ڈالے مگر کسی حُسن و عشق کے شاعر کا مفہوم انسانی فطرت کا حیوانی حصہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

اصنافِ شاعری | شاہجہانی عہد میں اُردو ہندوستان کی زبانِ قرار پائی تو اورد زبانوں کی طرح اس میں بھی عربی نے جنم لیا۔ فارسی زبان کی تقلید میں فرد۔ بیت۔ رباعی۔ قطعہ۔ تشبیب۔ قصیدہ۔ نثوی۔ مثلث۔ بخش۔ مدس۔ نزیم۔ بند۔ ترکیب۔ مُستط۔ مستزاد۔ اور غزل وغیرہ اس کے اضاف قرار پائے غزل عاشقانہ شاعری کی صیغہ ہے۔ اس لئے غزل ہی کا بہت رواج ہوا اور دور بہ دور سُرخوروں کی غزلوں کے مجوسے دیوان کی صورت میں شائع ہوتے رہے۔

دیوانِ شاعری | ہم بھی اس مقدمہ شعر و شاعری کے ساتھ اپنے عزیز دوست جانشین فصیح الملک حضرت

داس و ہلوی رحمۃ اللہ علیہ و دیگر خصوصی و تنقیدی انجمن خاصانِ ادب لکھنؤ، عہدۃ الشعراء، ناشر المملکت الفضل الشرفیہ، پروفیسر ناراین پرشاد و رام تھنکھل کا دیوانِ شعاع ہر ناظرین کی حنیافیتِ طبع کے لئے پیش کرتے ہیں۔ نیکے رس و سخنِ سخنِ حضرت اسے ملاحظہ فرمائیں۔ اور پروفیسر صاحبِ فطری زبانیت، طبعِ سلیم، فنی و تنگناہ اور علمی قابلیت کی بدولت اپنے کلامِ فصاحتِ التیام میں جس حد تک مندرجہ بالا امور کا لحاظ رکھا ہے اور اپنے استاد کے مقبولِ انعام رنگ و درطرزِ غزلِ سرانی کا متبع کیا ہے اس پر آپ کو مبارکبادیں۔

ولادت۔ مزاج۔ تندرستی۔ حضرت تہر کے والد بزرگوار ابتداً ریاست گوالیار کے مشہور ضلع بک گڑھ میں ملازم ہوئے۔ وہاں ۱۸۷۱ء میں آپ پیدا ہوئے اور وہیں ہوشِ سنبھالا۔ آپ ایک پاک تینت، نیک سیرت، نیک مزاج، طباع، خوش خلق، ذمی مروت، مرغِ مرغ، پابندِ وضع، عیوڑ، محتاط، بظاہر متین مگر زندہ دل بزرگ ہیں۔ اپنے استاد مرحوم سے ایسی عقیدت رکھتے ہیں کہ فدائی کا ثبوتِ حاصل ہے۔ بزرگوں کا ادب اور اہلِ حق کی قدر کرتے ہیں۔ آپ کا مسلک صلیح کل ہے۔ تعصبِ کینہ پروری سے مبرا ہیں۔ ہر مذہب و ہر ملت کے لوگوں سے اچھا میل جول ہے۔ خصوصاً اہلِ اسلام سے آپ کے دوستانہ مراسم ہیں۔ اپنے استاد بھائیوں اور دیگر قابلِ ستوروں کا بہت احترام کرتے ہیں۔ فنونِ نفیسہ سے خاص ذوق رکھتے ہیں۔ نغمہ سروس کے ولدا وہ ہیں۔ تناعت، توکل، سیرتِ نبی کے ساتھ امنِ چین کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ ایامِ شباب میں اکچو جمانی ورزش کا بہت شوق تھا۔ حیدرآباد تونمند تھے۔ اب سے سے زلا اور مزاج، اسورہ کی شکایتیں تھیں۔ گوارا امراض کا لازماً المزمین ہو جانے کے باعث قریب قریب دشوار ہو گیا ہے۔ پھر بھی عمر کے لحاظ سے بفضلِ تعالیٰ آپ کی صحت و تندرستی خاصی ہے۔ خاندانی حالات۔ آپ قوم چھتری فرقہ کا سیکھ سکینا دوسرے کے ایک معزز و نیک ہیں۔ قومی اقدار، ماوراءِ خاندانی، سٹھوے ہے جو ایک موضعِ ٹھولی کے نام سے مشہور ہے۔ آپ کا نسبی سلسلہ ملے پراگ داس صاحبِ ہلوی دیوانِ بیوتات، محمد شاہ بادشاہ غازی تک پہنچتا ہے۔ دلی گڑھی تو اس خاندان کے لوگ ضلعِ ارٹھ کے قصبہ سہاؤ میں اکرا آباد ہوئے اور وہاں کے خوش باش کہلائے۔ زراں بعد سرکارِ بدایوں کی عودِ دھرتی۔ قانوگونی اور زیندار سی کے سلسلے میں آپ کے بزرگ قصبہ سہوان کے پورہ اکبر آباد داخلہ رانی تھی میں سکونت گزیرے ہوئے اور وہیں رہ پڑے۔

راسے پراگ داس صاحب کے چھ فرزند تھے۔ ان میں گر دلال اور جگنا تھ کے کوئی اولاد اپنی یادگار نہیں چھوڑی۔ باقی چار چوڑا من، منس، راج، بلرام۔ اور بھوجراج تقریباً دو سو ٹھوس کے مویشی اعلیٰ

ہوئے حضرت تہر کے جد امجد منشی ہلاں سارے۔ بن ہر سکھارے۔ بن بھوپت سارے بن چوڑاں مابن لے پرگن اس
 دہلوی مشعل کے غدر میں قصبہ سہوان ضلع بدایوں میں سکونت رکھتے تھے۔ اُس وقت وہاں فریب دیو
 سو کے اس خاندان کے لوگ اپنے مختلف مقامات ملازمت آکر جمع ہوئے تھے آپکے داداش منشی لال صاحب
 بھی جو اُس وقت پنجاب گورنمنٹ کی ملازمت میں بمقام سیالکوٹ تھے سہوان آگئے تھے۔ انھیں ایام
 میں آپکے والد بزرگوار منشی کنہیا لال صاحب کی شادی بانس بریلی کے ایک قابل فخر خاندان کے مغز زکرن
 منشی جھپل ل صاحب کی صاحبزادی سے ہوئی۔ آپکے دادا چار بھائی تھے۔ بڑے بھائی بھلاقی داس صاحب
 لکھنؤ میں سلطان عالم حضرت واجد علی شاہ جنت آرا نگاہ کی سرکاری ملکہ مخدومہ نواب خاص محل صاحبہ
 کے دیوان تھے۔ اُنسے چھوٹے دو بھائی منشی بھن لال و منشی پر بھو لال گورنمنٹ لکھنؤ میں تحصیلدار کی عہدوں پر ممتاز
 آپ اولاد کی جانب سے بھی خوش نصیب ہیں۔ آپکے چھ فرزند۔ ایک صاحبزادی باقی پوتے چار پوتیاں ہیں۔
 آپکی شادیاں دو ہوئیں پہلی شادی سہوان کے ایک علی خاندان میں اُونسے دروانے والوں کی یہاں
 ہوئی تھی۔ آپکے منشی ریوٹی سہائے صاحب نواب صاحب الی ٹونک کی سرکاری ملازمت تھے اور انہیں
 پیونڈیز ہوئے۔ انکے خاندان میں ایک صاحب تہی تخلص فارسی کے قادر الکلام شاعر ہو کر رہے ہیں۔
 پہلی بیوی مرحومہ سے تین فرزند یادگار ہیں۔ خلف اکبر ابورام سرور رام عرف رام دریا سٹوٹے انگریزی
 زبان میں نہایت اعلیٰ درجے کی قابلیت رکھتے ہیں دوسری پنجابی جہنم میں جو آجکل جہلم ملک پنجاب میں مقیم
 ہے عہدہ جامعداری پر مشاہرہ دستور دیہ ماہوار کیسٹنڈ آفیسر ہیں دوسرے صاحبزائے بابو بھنگوان سرور رام
 سٹوٹے انگریزی میں عالمانہ قابلیت کے علاوہ شہور مضمون نگار بھی ہیں اور شملہ پریسٹری سکریٹریٹ میں کوارٹر
 ماسٹر جنرل برانچ کے چار گورنمنٹ دیہ ماہوار پریسٹریٹنڈ ہیں تیسرے فرزند بابو گوہند سرور رام سٹوٹے
 عرف منوہر سہائے (بی۔ اے۔ ایچ۔ پی۔ ایم۔ اے۔ ایم۔ اے۔ ایل۔ لاہور میں جرنلسٹ ہیں۔ دیگر چھ سٹوٹے
 ماہوار آمدنی ہے۔ فارسی میں منشی فاضل اور اردو کے گرانقدر شاعر ہیں۔ اور تخلص کرتے ہیں۔

دوسری بیوی بھی سہوان ہی کے ایک مغز خاندان جو بہری کے رکن منشی برج لال صاحب مرحوم
 کی بیٹی ہیں۔ ان کے بطن سے ایک صاحبزادی اور تین فرزند ہیں صاحبزادی چودھری سچدائند سہا صاحب
 بی۔ اے۔ ایل۔ بی۔ ایڈووکیٹ لکھنؤ۔ زمیندار لکھنؤ مرگائواں ضلع فرخ آباد کو منسوب ہیں جو لکھنؤ
 میں وکالت سے خوش گزراں زندگی بسر کرتے ہیں۔ بڑے صاحبزائے بابو بدی پرشاد اور ماسٹوٹے نے

یونیورسٹی کالج لکھنؤ سے بی۔ کام پاس کیا اور گوالیار گورنمنٹ میں فائنل انس ممبر صاحب کے خاص فتر میں ملازم ہیں۔ منجھلے فرزند ابوجکنا تھر پشاور واسطو لے محکمہ تعلیم گوالیار میں ملازم ہیں اور بی۔ اے۔ ڈگری کے لئے پڑھا ہو رہے ہیں۔ اور سب سے چھوٹے محنت جگر ابوجکنا پشاور واسطو لے ابھی تو عمر میں درمیان کلاس کا طالب علم ہیں۔ علمی قابلیت اسات سال کی عمر میں حضرت قمر نے پڑھنا شروع کیا تھا قصبہ سبل گڈ میں آپ کے مکان کے قریب فرخ آباد کے ایک کھن سال بزرگ منشی حکومت الے صاحب ہتے تھے۔ فارسی کی چند ابتدائی کتابیں آپ نے ان سے پڑھیں۔ کچھ کتابیں ایک منظم ملاجی سے اپنے ہی مکان پر پڑھیں۔ بعد کو قاضی ہدایت اللہ صاحب سے جو وہاں تھے پر فارسی عربی کے متحر عالم تھے اہل ایران اور شہرین کی جملہ کتب متداولہ نظم و نثر کا درس لیا۔ زمانہ قیام ہسوان میں مولوی طاہر بیگ صاحب ہسوانی اور مولوی عنایت اللہ صاحب بدایونی سے فارسی ادب کی اکثر کتب کا مطالعہ کیا۔ اپنی ناہال بانس بریلی میں بھی جہاں آپ کی جان سے غریزہ چھوٹے بھائی بابو راج کنوار واسطو لے نے دس برس کی عمر میں بجا رہے تھے انتقال کیا شہر کے اکثر مشہور معلموں اور مولویوں سے چند فارسی کی دوسری اور بعض عربی کی ابتدائی کتابوں کا درس لیا۔

مسئلہ میں ریاست گوالیار میں محکمہ ڈاک انتظام انگریزی اصول پر چلے اور بابو جے ناراین سنگھ دریا مرحوم جو منشی ہر گوبال صاحب تھے کے خاندان سے تھے پوٹا سطر مقرر ہو کر سبل گڈ آئے۔ انکی صحبت میں آپ کو انگریزی پڑھنے کا شوق پیدا ہوا۔ پہلے کچھ دنوں چند انگریزی کتابیں اپنے والد صاحب پڑھیں۔ پھر ابوجکنا مذکور کے ساتھ اگرے جا کر اگرے کالج میں داخلے کی کوشش کی۔ مگر طلبہ کی کثرت کے باعث بورڈنگ ہوس میں جگہ نہ ملنے پر آپ بانس بریلی چلے گئے اور وہاں کے کالج سے الہ آباد یونیورسٹی کے انٹر میں کلاس اول درجے میں پاس کیا۔ فرسٹ آرٹ کے لئے کالج مذکور میں تعلیم پا رہے تھے کہ درویشیہ میں مبتلا ہو گئے اور سول سرجن بریلی کے مشورے کے موافق باخاطر ناخواستہ آپ کو کالج چھوڑ دینا پڑا۔

انگریزی زبان میں فن تقریر حاصل کرنے کا آپ کو بہت شوق تھا۔ جسے انگریزی کتابیں پڑھیں۔ کامل فن مقرر کی تقریریں سنیں۔ خود بھی تقریر کرنے اور اس میں امتیازی درجہ حاصل کرنے کی کوشش کی مگر قدرتی طور پر طبیعت اس فن کے مناسب نہ دیکھ کر مادری زبان اردو کی تکمیل کی جانب متوجہ ہو گئے اور قلم ہاتھ میں لے لیا۔ دلی گزرائی سے لے کر درجہ حاضرہ تک کے تمام شعرائے گرا نایہ اور عالیقدر انشا پرداز مصنفین یوسفین رمز جہیں کی پوری پوری تصانیف تالیفات۔ تراجم کا کئی کئی بار بلاستیا مطالعہ کیا۔

ذاتِ العمر کی سنی بلخ اور شافعی کے بکراج اُردو کی شاعری اور انشا پر داندی میں جو ملکدار سخی اپنے پیدا کر لیا ہے وہ محتاجِ بیان نہیں۔ آپ کی تصانیف نظم و نثر اور اسناد سے اسکا اندازہ بخوبی ہو سکتا ہے۔

سلسلہ ملازمت آپ کے ہاں جناب منشی جہاں لال صاحب بریلوی بدایوں کے کلکٹر صاحب کے دفتر میں ملازم تھے مقرر کے ہنگامے میں بیگار بھرا اپنے پیر و مرشد پنڈت ہر ناتھ صاحب نائب یوان ریاست گوالیار کے پاس چلے آئے پھر بونہ وافر حضور دربار گوالیار میں ملازم رکھ کر ریاست کے اصلاح اگر۔ اور شاہ جاپور میں مدت تک نائب مہوبہ رہے پھر اُجین میں ریاست کی قسمت مالوہ کے عہدہ نائب سر صوبہ پر متنازع ہوئے۔ اُدھر غدر فرعون نے کے بعد آپ کے داد منشی جتنی لال صاحب کے ہسوان میں انتقال ہو گیا اور آپ کے والد ماجد منشی کہنا لال صاحب نے خسر صاحب کی تحریک میں گوالیار آکر ضلع سیکل گڑھ میں ملازم ہوئے پھر ضلع شیوپور میں منظم فوجداری اور پرگنات ڈھوڑ اور بکے پور میں تحصیلدار ریکریشن یاب ہوئے نکالت بانی کورٹ کا امتحان پاس کر کے شہر لشکر پور یا نہ تخت گوالیار میں عرصے تک وکیل رہے اور یہیں دسمبر ۱۸۹۷ء میں دنیا نے فانی سے عالم جاودانی کو سہا ہارے۔ آپ کے تالیفات منشی مقرر شاہ صاحب مدت العمر کو منظم پنجاب ضلع گورداسپور میں ملازم رہے اور وہیں فانی آپ کے چاند منشی مصری لال صاحب نے ضلع سیکل گڑھ کی صوبت کی مستحقہ داری سے پنشن بانی۔ ضلع بھنڈپور میں صاحبزادے منشی منموہن لال کے پاس جو آجکل لشکر میں منظم صاحب کپڑا ان کے دفتر میں ملازم ہیں رگڑاے عالم بقائے حضرت تہ ضروری تعلیم سے فارغ ہو کر ۱۳ دسمبر ۱۸۹۷ء کو انگلش ٹرل اسکول شہر گوالیار میں اسسٹنٹ میڈیاٹر مقرر ہوئے پھر بانی اسکول چاودانی مڑا میں سیکنڈ ماسٹر رہے۔ مدت تک فتر صاحب انسپکٹر جنرل عکملہ تعلیم اور پولیٹیکل ڈیپارٹمنٹ گوالیار میں سر دفتر رہے تقریباً ۱۷ سال وکٹوریہ بانی اسکول لشکر میں بمشاہرہ نثار روپیہ ماہوار تقریباً ۵۰۰ ماسٹر بکرا آجکل سینس کمشنر گوالیار کے پرسنل اسسٹنٹ ہیں اور دوسرے روپیہ ماہوار خواہ پاتے ہیں۔

فنونِ نفیسہ کا اکتساب فنونِ نفیسہ کا شوق آپ کو بدو شہر ہی سے تھا۔ اور شاعری کا اودہ تو قسام ازل نے آپ کے آہنگ ہی میں دعیت کیا تھا۔ ہسوان کے زمانہ قیام میں آپ نے منشی عبد العزیز صاحب عجاز قوم اور چند دیگر خوش قلم خوش نویسوں سے اصلاحیں لے کر فنِ خطاطی میں قیامی قابلیت ہم ہو چکی تھی نسخہ متعلق پطفا۔ ریاض۔ گلزار۔ ساہی۔ غبار وغیرہ خطوں کی مشق کی چند طرح کے دیوانی اور مستحسنہ خط لکھے ہندی کی خوشخطی۔ اور متعدد انگریزی اکبدریں لکھیں۔ مصوری میں تصویر کشی نقیش و نگار۔ سبیل بوٹے بنانے یا دکئے۔ فنِ موسیقی کا بھی بہت شوق رہا۔ برسوں تارِ انودہ۔ اور بارونیم ہاتھ میں رہے موسیقی کی نظریات کی بہت کتابیں پڑھ ڈالیں مگر علی طور پر

کچھ حاصل نہ ہو سکا۔ اور فنِ شعر کے اکتساب میں تو کم و بیش تیس سال مصروف و منہمک رہے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ
دلفریب اور دلگذا کلام ہے جس سے آپ کو نامی معاصرین غوروں میں رتبہ یکسانی حاصل ہے اور سخن شناس آپ کی
نغز گوئی اور سحر مانی کے دل سے قائل ہیں۔

فیض الملک حضرت داغ دہلوی سے تلمذ جب آپ کی سولہ سترہ سال کی عمر تھی اور قصیدہ سبیل گدھ میں قاضی ہدایت اہل
صاحبہ فارسی کی تحصیل جاری تھی آپ کے چچا منشی مہری لال صاحب لوی محمد عبدلرؤف صاحب اسٹنٹ فوجداری
ضلع کے مشتمل دار تھے اور منشی ضیاء البنی خاں ضیاء شاگرد حضرت داغ دہلوی اُن کے دفتر میں ایک اہلکار تھے۔
اُس وقت حضرت داغ رام پور میں تشریف لکھتے تھے اور موصوف کا پہلا دیوان گلزارِ داغ طبع ہو کر ضیاء صاحب کے
پاس پہنچا تھا۔ اسٹنٹ صاحب صبح کے دو لکدے پر شب کو کچھ اہل ذوق کا مجمع ہوجاتا تھا آپ بھی اپنے چچا
کے ساتھ وہاں جایا کرتے تھے۔ ضیاء البنی خاں صاحب مروی شعر ایسا پڑھتے تھے کہ خود شعر کی تصویر بن جاتے تھے۔
اور ضیاء صاحب کی پڑھنا۔ اُدھر فادر سخن جہاں اُستاد حضرت داغ کا مقناطیسی جذب اور برقی حدت رکھنے والا
کلام۔ دونوں نے ملکر آپ کا دل بچپن کر دیا اور آپ کی ذہنی شاعرانہ طبیعت میں غیر معمولی جوش پیدا کر کے آپ کو شعر
گوئی کی طرف متوجہ کر دیا تھوڑے ہی عرصے میں ضیاء صاحب ربط ضبط بڑھا کر انھیں کے سفارشی خط کے ساتھ
اپنے اپنی منزل حضرت داغ کی خدمت میں راسپونڈ بھیجی اور زانو سے تلمذ تہ کرنے کی اجازت چاہی۔ اُستاد نے
منزل اصلاح لے کر واپس کی اور تحریر فرمایا تمھاری طبیعت رسا ہے میرا رنگ نغزل قبول کرنے کی تم اچھی
صلاحیت رکھتے ہو۔ تمھارا نام رحبر طلائعہ میں لکھ لیا ہے۔ نغزل بھیجا کرو۔ دیکھ دیا کرونگا۔ اُسی روز سے سلسلہ
اصلاح جاری ہو گیا۔ بہر تخلص بھی آپ کو اُستاد داغ ہی نے عطا فرمایا۔

یہ سہ زمانہ تھا جب اکبر ارشد تلمیذ اپنا اپنا کلام اصلاح کے لئے اُستاد داغ کے پاس بھیجا کرتے
تھے جیسا کہ طوطی ہند ثانی داغ نواب بولہ معظم میرزا اسراج الدین احمد خاں صاحب آئیل دہلوی نے اپنی
قابل قدر رائے میں جو حضرت تہر کے مطبوعہ ناول "سفید جوگن" پر درج ہے تحریر فرمایا ہے۔

میرے خواجہ تاج سفید جوگن کے مصنف فیض الرحمن پرشاد دربار اکبر شیرکلیام بقول انشاؤں جنوہل و شرم البند
طرز بیان۔ دلاویز سادہ نگاری۔ اور سخن طرازی میں ٹیبل ہندوستان جہاں اُستاد۔ دیر الدولہ۔ ناظم یار جنگ بہادر
فیض الملک ابی ہریرا خان داغ دہلوی مرحوم کے جادہ کسح رہیں جس طرزالنہ داغ میں ان کا نام بخود دہلوی۔
سخن بریلوی۔ گوچ ناروی نسیم بھرت پوری۔ شوکت مراد آبادی آتشک علی سری۔ فیروز خوجوی محمود اسپوری۔

احسن ماہر دی۔ تاکند آبادی۔ وغیرہ کے پہلوں میں لکھا ہے۔ ادا تار مرحوم بھی ان پر نظر عنایت رکھتے تھے۔

ہندوستان کے عظیم الشان مشاعروں میں شرکت آپ کی قابل حیرت دیانہ دانی، زبان کی سلاست، بیان کی خوبی، خوشگونی اور وسیع معلومات، فطرت شہریت، محتاج بیان نہیں۔ دورِ حاضرہ کے تمام مقدر اور باکمال بل شُخن آپسے بخوبی واقف ہیں۔ اور آپ کے کلام کو قدر کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں۔ دہلی۔ لکھنؤ، بنارس، لکھنؤ آباد، میرٹھ، باغپت۔ بریلی۔ شاہجہاں پور۔ الہ آباد میں پوری فرخ آباد۔ سندیلہ۔ نارہ۔ باپوڑ پٹی بھیت۔ بدایوں۔ کانپور، غازی آباد، گورکھپور، لاہور۔ اگرہ، نیکھور، پٹنہ، عظیم آباد۔ مارہرہ۔ ہردی۔ رام پور، جھوپال۔ ٹونک۔ فتح گڑھ، بجنور، جھانسی، رڑکی۔ دہرہ دویں۔ وغیرہ مقامات اکثر و بیشتر آپ کو عظیم الشان مشاعروں میں شرکت کے لئے دعوت دی گئی اور بہت سے مقامات پر آپ نے شرکت کی شاعر ہو کر سید و دانش حاصل کی۔ فردا۔ فردا ہر شاعر کے کی شرکت کے حالات کا درج کرنا طوالت سمجھ کر یہاں صرف دو چار ہی مشاعروں کی شرکت کمال ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔

۱۹۱۲ء و ۱۹۱۳ء میں عالیجناباں بہادر سید التفات رسول خاں صاحب باغی مرحوم مغفور تعلقہ دار جلال پور اور آفریدی منصف و محترسٹنڈیلہ بنبرہ و جانشین حضرت واسطی مرحوم نے دومرتبہ آپ کو عرض مولانا واسطی نور الدین مقدمہ کے متعلق عظیم الشان مشاعروں میں بڑے اصرار سے سنبھلایا۔ یہ وہ شاعر تھے جن میں خاں صاحب مجرم ہزاروں بڑے صرف کیا کرتے تھے۔ طوطی ہند حضرت سائل، ہوتی حضرت آبرام پوری حضرت احسن ماہر دی و لکھنؤی حضرت نور ناروی۔ حضرت اکبر الہ آبادی۔ مولانا رضا فرنگی علی۔ مولانا جتوہ موہانی حضرت باغ سنبھلی۔ نواب جیادرس خاں انجم مینا پوری۔ حضرت آرزو لکھنوی۔ حضرت حساں شاہجہان پوری۔ حضرت بہار لکھنوی حضرت نیک شاہجہان پوری۔ نواب اعظم علیخان تاجر شاہجہان پوری سیم حجاب شاہجہان پوری۔ حضرت جادو رام پوری حضرت دلیر ماہر دی حضرت مقدم مرزا پوری حضرت طیش شاعر دربار رامپور حضرت قسیم گورکھپوری۔ حضرت قمر تیز حضرت امیر مینائی لکھنوی۔ حضرت قرار شاہجہان پوری۔ حضرت وحشی شاہجہان پوری۔ حضرت یاس عظیم آبادی عرف میرزا نگاہ لکھنوی جناب نواب امرا بہادر دلیر رئیس باندہ جناب اجڑ درگا پر شاہ صاحب تھریس اعظم سندیلہ عالیجناب اجڑاؤ محمد مصطفیٰ علی خاں بہادر دربار ہوائی رئیس قصاب رام پور۔ حضرت شوقی یادگار حضرت موہن دہلوی۔ نواب چٹان صاحب قیر جیسے سیکڑوں مشاہیر اہل ان و شعراے باکمال فریک ہوتے تھے۔ اور دو۔ دو۔ تیس تیس دن تک شبانہ روز صحبت مشاعرہ گرم رہتی تھی۔ ایسے مشاعروں میں جہاں غزل کا پڑھ دینا بھی ایک کام ہوتا تھا آپ نے دہلی۔ لکھنؤ کے بلند پایہ شاعر ہر ہر

شعر کشید آفرین کے نعرے بلند کر دئے تھے ۱۹۱۷ء کے مُشاعرے میں جب آپ نے یہ شعر پڑھا تھا ۱۵۔

جب نکلتی ہے زمانے میں کسی کی آرزو | پوچھ لیتے ہیں وہ یہ ارمان کس کے دل کا ہو؟

تو تقریباً دو ہزار زبانوں سے صدائے احسن دم ورجا بلند ہوئی تھی مُشاعرے میں وہ شور مچا تھا کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ اور یہ شعر کوئی بیس مرتبہ پڑھوایا گیا تھا لیکن افسوس ہے آپ نے یہ غزل ہی اپنے دیوان شعاع تہر میں صرف اس بنا پر نہیں لکھی کہ اسکی ردیف کا ہے "میں حرفِ الفت کا دبا بغیر فصیح معلوم ہوتا ہے۔ اندامِ اندر آپ نے کیسے مدھکاں پائے ہیں۔ اور کلام میں فصاحت کا کس درجے اہتمام و التزام ہے۔ تاہم یہاں ہم وہ غزل بطور ہیہ نقل کئے دیتے ہیں:-

غزل

موت کی چکی نہیں ہے ٹھیکر اُس قاتل کا ہے
بن گئے ہیں وہ تماشا ئی۔ تماشا دل کا ہے
یہ تو دیکھیں سامنا بھی کون سے قاتل کا ہے
پوچھ لیتے ہیں یہ ارمان کس کے دل کا ہے
کس قدر چمکا ہوا بازار اُس قاتل کا ہے
ایک میرے دل کا ارمان ایک لکڑی کا ہے
تیری مصل میں قربینہ کونسا مفسل کا ہے
پانچ گڑجائیں جہاں کو چڑھ ہی قاتل کا ہے
کاٹنا ہکو تو مشکل پہلی ہی منزل کا ہے
کھولنا مشکل بہت اس عقدہ مشکل کا ہے

دم لبوں پر زخم تیغِ ناز سے بسل کا ہے
رنج کے قابل تو پنا بھی اسی بسل کا ہے
میرے گھبرانے پہ کیوں ہنستے ہیں یارِ لبِ لبِ لب
جب نکلتی ہے زمانے میں کسی کی آرزو
کوئی خنجر پر فدا ہے۔ کوئی ناوک پر نشا
مکھو انکے وصل کی دھن۔ مگھو وصلِ غیر کی
کوئی آئے۔ کوئی بجائے۔ پوچھ گچھ کچھ بھی نہیں
نامہ برتے کو بتاؤں اور کیا اُنکا پتا
جھیلے ہیں کس طرح راہِ عدم کی بختیاں
ہے گرہ بندِ قبا کی۔ زلفِ پچاں کی گرہ

کون ہے اے قہرِ فرقت میں شریکِ رنج و غم
کیا کہیں کس سے کہیں۔ جو حال اپنے دل کا ہے

اپریل ۱۹۱۷ء میں قصیدہ پانچوٹیں ایک عظیم الشان جہزِ مُشاعرہ منعقد ہوا یہ اپنی قدامت و خوش انتظامی۔ استقامت۔ اور شاہیر و دیگر کے اجتماع کے لحاظ سے تمام ہندوستان میں ایک بے نظیر مُشاعرہ تسلیم کیا گیا تھا
دوسرے قصیدہ کے دستِ کرم نے زرفشا نی کی۔ چودھری لکھمی ناراین سنگھ رئیس نائری محضرِ بیخاں جہاد در

سید بہرمان علی آنریری مجٹریٹ۔ لالہ بی سہاے آنریری مجٹریٹ چودھری گنگا سہاے بیٹو نیپسل کشر۔
لالہ نفعی لال ساہو وینکر لالہ دھرم پشادئیس ششی نجم الدین۔ لے صاحبہ دھری رگھیناراین سنگھ رئیس آسوٹہ۔
آنریریل لالہ مدھو دون دیال۔ اور نواب امیر اللہ خاں سرپرست مشاعرہ تھے جناب حکیم ابوالحسن شفیق حید آبادی
سکرٹری تھے حضرت قہر کو اس مشاعرے میں دعوت سخن دے کر بہ اصرار تمام بلایا گیا تھا۔ اور لالہ دھرم پشاد
صاحب رئیس ہاپوٹ کے عایضان آراستہ کمرے میں جو مشاعرے کے بالکل قریب تھا ٹھہرایا گیا تھا۔ اس
مشاعرے میں کوئی دوسوا دو سو کے قریب بیرونی شعرا شریک تھے مشاہیر شعرا میں طوطی بہن حضرت سائل
دہلوی حضرت آبرار امپوری حضرت تاجا دورامپوری حضرت ندرت میرٹھی حضرت نوح نارودی حضرت یامس
عظیم آبادی حضرت تاجو دومانی۔ ناظم الملک حضرت اکبر ہاپوٹسی۔ ممتاز الشعرا حضرت عطا بدایونی حضرت
بآخ سبعلی حضرت یزکم اکبر آبادی حضرت خیال رامپوری۔ اور حضرات۔ رونق۔ شیدا۔ ساحر قمر فیضی خلیق۔
خیل۔ بیتر۔ ادیب شمس۔ حمید۔ قذا جتن۔ تھو۔ ناظم۔ آزل۔ وغیرہم رونق افروز ہوئے تھے۔ رع۔
قیامت ہے وہ بن ٹھن کر محشر نکلتے ہیں، طرح مشاعرہ تھی۔ آپ غزل پڑھی اور خوب خوب داد و تحسین پائی اس
مشاعرے میں حضرت آرتلیذ خاص حضرت آمیر نیانی لکھنوی و سررشتہ دار دربار رام پور آپ سے کمال اشتیاق
خاص طور پر لے اور کلام سنانے کی فرمائش کی۔ جب آپ نے یہ مطلع پڑھا ہے۔

اندھے بخودی دل آشفتمہ حال کی	تدبیر پوچھتا ہوں عدو سے وصال کی
------------------------------	---------------------------------

توحید وادوی اور مطلع بیاض میں نقل کر لیا۔

۱۹۱۰ء میں عالیجناب صلاح الدین احمد صاحب عرف صلیب میاں۔ رئیس اعظم و تعلقہ دار نوادہ بدایوں نے
اپنی عالیشان کوٹھی واقع نوادہ میں ایک نہایت اعلیٰ پایے پر مشاعرہ کیا۔ باہر سے سیکڑوں مشاہیر شعرا
شریک ہوئے۔ بدایوں سلف سے اہل ادب کا مقام ہے شہر کے بھی بہت شعرا موجود تھے۔ اس مشاعرے
کی شرکت کے لئے رئیس صاحب نے انکو بڑی آرزو کے ساتھ مدعو کیا تھا۔ آپ کے ساتھ لشکر سے آپ کے طالب علم
ریاض صاحب جیوری بھی گئے تھے۔ کوٹھی کے سامنے بہت بڑے میدان میں شعرا کے لئے خیمے استادہ کئے گئے
تھے۔ ممتاز الشعرا حضرت عطا بدایونی سکرٹری مشاعرہ تھے حضرت قمر بدایونی جو حضرت راسخ دہلوی مرحوم کی
زندہ یادگار ہیں۔ اور آج بدایوں میں سب سے بڑے بے مثل خوشگلو۔ کہنہ مشق اور اعلیٰ پایے کے شاعر ہیں آپ سے
بیحدانوس ہو سکے تھے۔ ہر وقت آپ کے پاس موجود رہتے تھے۔ آپ کو بھی ان کا سچا ہوا بڑا اثر کلام منکر ان سے

بڑی محبت ہو گئی تھی۔ آپ کہا کرتے ہیں کہ "نبی زمانہ بدایوں میں قمر صاحب کا کلام دلی کے انداز غزل سرائی کا نمونہ ہے۔" اس مشاعرے میں بڑے بڑے قائد الکلام شعرا شریک بنے تھے۔ دو روز میں مشاعرہ ختم ہوا تھا۔ خوجہ بنگلہ میں پڑھ گئی تھیں۔ دوسری شب کو جب آپکا نمبر آیا تو وہیں طوطی ہند حضرت سائل دہلوی۔ حضرت احسن مادہروی۔ حضرت دلیر۔ حضرت قمر۔ حضرت طیش۔ حضرت حافظ بلی بھٹی۔ حضرت حیرت ابونی۔ حضرت عطا۔ حضرت زلالی۔ حضرت امیر بدایونی۔ حضرت جانی۔ حضرت خلیل حتی کہ عالمیاب صلیت میاں صاحب بھی ممبر کے قریب ہو بیٹھے۔ جب آپ یہ شعر پڑھا۔

وہ مرا ہم بھی تمہیں یاد ہیں یا بھول گئے	کبھی یہاں مجھے کرنا کبھی یہاں ہونا
---	------------------------------------

تو حضرت سائل دہلوی نے فرمایا: "یہ انوکھا یہ شعر آپ نے حضرت علی کے دیوان سے سچا لیا ہے" اور جب یہ شعر پڑھے

میں پشیمان ہوا اسکی پشیمانی سے	مجھ سے دیکھانہ کیا اسکا پشیمان ہونا
کسی صورت سے نظر دشت کی صورت آئے	اپنے گھر کا مجھے منظور ہے ویراں ہونا

تو ہر سمت سے "سبحان اللہ" "مرجا" "صلی علی" کی صدائیں بلند ہوئیں۔ مشاعرہ دیر تک گونجتا رہا۔ اور ایک ایک شعر کی کئی مرتبہ پڑھوایا گیا۔

اپریل ۱۹۱۹ء میں آپ نالے کے مشاعرے میں شریک ہوئے۔ یہہ عالیشان مشاعرہ آپکے اٹنا دجائی نا خدا سے سخن مضیع العصر تاج الشعرا جانشین حضرت داغ دہلوی حضرت توح ناروی رئیس اعظم و تعلقہ دارانہ ضلع الہ آباد نے اپنی صاحبزادی کی شادی کی تقریب میں اپنے دولت خانے پر منعقد فرمایا تھا۔ حضرت توح نے کمال محبت بردارہ آپ کو شادی اور مشاعرے کی شرکت کے لئے مدعو کیا تھا۔ لشکر سے آپ کے ہمراہ جناب یاقین۔ جناب دریا۔ جناب توح۔ جناب بکر بھی گئے تھے۔ اس مشاعرے میں بہت شاہیر شعرا ہند جمع ہوئے تھے حضرت توح نے ہزاروں روپے صرف کیا تھا۔ تواضع و آسائش شعرا کا انتظام بھی بڑی دریا دلی سے کیا تھا۔ ہر شاعر کے لئے مکان الگ۔ خدمتگار الگ۔ لوطا الگ۔ سیلابچی الگ۔ پلنگ الگ۔ حقہ الگ۔ چار روز تک ہر روز صبح و شام مشاعرے کی دو دو صبحیں ہوتی تھیں۔ اور واد کی صدائیں ہر وقت جبرج چارم پر پہنچتی تھیں۔ اس پر بھی جہاں دس ہندو شاعر جمع ہو جاتے غیر طرح غزنو خانی شروع ہو جاتی تھی۔ اور جناب سبحان اللہ کی آوازیں ہوا میں گونجنے لگتی تھیں۔ رات کو ہر روز الہ آباد سے ایک نیا بڑھیا طالعہ آتا تھا اور قص و سرود کی امیرانہ محفل گرم رہتی تھی۔ عرض چار پانچ روز عجیب چہل پہل اور دل بستگی رہی۔ ع۔

”خوشی کے وقت اظہارِ خوشی مخلوق کرتی ہے۔“ مصرعِ طرح تھا۔ آپتے بہرِ اپیش کیا اور نزل پڑھی۔ ہر طرف سے بیدادیں ملیں۔ جب یہ شعر پڑھا ہے

کھلایا ہے کبھی بادِ صبا نے غنچہ دل بھی

چمن میں گل کھلاتی ہو تودہ کیا گل کترنی

تو طوطی ہند تانی داغ حضرت سائل دہلوی صدائیں مشاعرہ نے فرمایا کہ ”گل کترنے کا محاورہ اس نال آویزی۔ بر جستگی جو بی۔ اور تازگی کے ساتھ کسی کے ہاں نہیں بندھا ہے۔ آفریں۔ صد آفریں“ انشاء اللہ بیداریا نکھرا ہوا مشاعرہ تھا جسکی یاد دلوں میں اب تک باقی ہے۔

۱۹۲۰ء میں عالیجناب نواب جمشید علی خان صاحب رئیس اعظم و تعلقہ دار باغیت نے اپنے دولت سرا پر ایک بہت بڑا مشاعرہ کیا تھا۔ شعر کی خاطر تواضع اور آرام آسائش کا جو انتظام کیا تھا اسکی تعریف نہیں ہو سکتی جناب نواب صاحب موصوف خود بنفس نفیس حضرت سائل کے پاس پہلی تشریف لے گئے اور حضرت کے بھانجے منشی مشتاق احمد صاحب مشتاق دہلوی کو حضرت ہر کے لانے کے لئے لشکر بھجوا دیا۔ ان ایام میں آپکی والدہ محترمہ کا انتقال ہو چکا تھا اور آپ مرحومہ کے سوگ میں تھے۔ اس لئے نواب صاحب دعوتِ سخن دینے پر اپنی عدم حاضری کی عذر خواہی کر چکے تھے۔ مگر جب حضرت سائل کے فرستادہ مشتاق صاحب آپکے پاس پہنچے تو آپکے طوعاً و کرہاً باغیت جانا پڑا۔ رسم عزاداری سے فارغ ہو کر رات کو غزل کہی اور دوسری کم کوئی پہنچ گئے۔ نواب سائل آپکے منظر تھے۔ دوسرے دن آپ کو لے کر باغیت پہنچے۔ وہاں علی طبقے کے جلسہ شاعرانہ ہو گیا جسکے حضرات، جمع تھے۔ دور و نزدیک بڑی مجموعہ دھام سے مشاعرہ ہوتا رہا حضرت تجوید و ہانی کچھ علی ہو گئے تھے شب کو نرم مشاعرہ میں لیٹے لیٹے کلام سن رہے تھے۔ آپ نے غزل پڑھی تو بے اختیار اٹھ اٹھ کر دوا دینے لگے۔ اور اس شعر پر

اگر می بعد اسیری خیر رخ سے کیوں ملکر تجلی

کوئی پُر رہ گیا تھا کیا مرا شاخ نشین پُر؟

تو مشاعرہ اُلٹ گیا۔ خاص کر حضرت ندرت میرٹھی سکرٹری مشاعرہ اس شعر کو بار بار پڑھواتے تھے اور دہر کر کے تھے بغزل ختم ہوئی تو اکثر شاہرہ شمرانے کہا ”آپکے کلام سے حضرت داغ دہلوی کا رنگ پکنا ہوا“ اسی طوطی ہند حضرت سائل دہلوی صدائیں انہن نے فرمایا ”حضرت داغ کے جانشین کیا آپ یوں نہیں بنائے گئے ہیں؟“ دن کو بھی نواب جمشید علی خان صاحب کے ڈرائیگ روم میں خاص خاص شعرا کی صحبتیں ہوتی تھیں ایک صحبت میں آپ حضرت آرزو ہسوری کے قریب کرسی پر بیٹھے تھے۔ آپ کی غزل یہ

پوچھ کر اس لئے ہم پر وہ جفا کرتے ہیں

لوگ جانیں کہ یہ انکا ہی کہا کرتے ہیں

پہنچی گئی تو حضرت بیک شاہجہانپوری نے بزم میں استادہ ہو کر فرمایا: آپ کے کلام سے مہتابِ داغ کے کلام کا رنگ بن و عن نمایاں ہوتا ہے۔ آپ حضرت داغ کے صحیح اور سچے جانشین ہیں۔“

ہمزای خطابات۔ سندیں۔ تنقے۔ اور انعامات | شاہجہانی اردو کی اپنے مدتِ عمر خدمت کی ہے اور آپ کی علمی قابلیت کی قدر دانی میں سرکاری تحکیمات۔ ادبی انجمنوں۔ اور ملک کے نکتہ رس سخن منجوں نے مختلف موقعوں پر آپ کو حسب ذیل اعزازی خطابات۔ اُساو۔ تنقے۔ اور انعامات عطا فرمائے ہیں۔

۱۸۹۲ء میں بریلی کا سچ سے الہ آباد یونیورسٹی کا امتحان انٹرنس اول درجے میں پاس کرنے پر بریلی کے رئیس اعظم رائے بہادر مہتاب لے صاحب نے آپ کو ایک چاندی سوئے کا تمغہ دیا۔

۱۹۱۸ء میں بریلی کی ادبی انجمن نہال سخن نے جس میں دہلی لکھنؤ کے مشاہیر شعر شامل تھے آپ کو خطاب ”افضل الشعراء“ لے کر آپ کی خوش بیانی اور نغز گوئی کی داد دی۔

۱۹۱۹ء میں دہلی شاہجہان آباد سے کٹلی ہندوستانی داغ و دما و فصیح الملک اب میرزا خاں داغ دہلوی ڈیپو نواب شیاء الدین احمد خاں بہادر نیر بخشاں جاگیردار لوہارو نواب میرزا سراج الدین احمد خاں صاحب لہوی نے مظلّا حاشیوں کے کاغذ پر جانشینی حضرت داغ دہلوی اور خطاب ”عبد الشراء“ کی مہری دستخطی سند عطا فرمائی۔

۸ اگست ۱۹۱۹ء کے اخبار ”آفتاب“ لاہور میں جناب ایڈیٹر صاحب ”نظارہ“ میر مظہر نے مسئلہ جانشینی، حضرت داغ پر جو مدت سے معرضِ بحث میں تھا روشنی ڈال کر تلامذہ حضرت داغ سے گیارہ حضرات کے نام پیش کئے۔ اور حضرت تال دہلوی کو اس مسئلے پر توجہ دلا کر طے کر دیا کہ بحیثیت دامادی حضرت داغ مغفور سائل صاحبان میں جتن گروا این داغ کو جانشینی حضرت داغ کی سندیں عنایت فرمائیں گے انکو ساری دنیا حضرت داغ دہلوی کا صحیح جانشین مانے گی۔ اس اختلاف کی صدا جب کہیں سے کسی نے بلند نہیں کی تو حضرت تال نے کلام میں حضرت داغ کے رنگ سخن کا نمائندہ پیش نظر رکھ کر صرف تین ارشد تلامذہ حضرت داغ یعنی حضرت توح ناروی حضرت داغ بھنگلی۔ اور حضرت تہر مضمہ دیوان ہاکوٹا شاہجہانی داغ دہلوی عطا فرمائیں جو ”آفتاب“ لاہور میں شائع ہوئیں۔

اسی سال حضرت توح رئیس اعظم و تعلقہ دار مارہ ضلع الہ آباد نے آپ کو سند ”ناثر الملک“، عنایت کی۔ ۱۹۲۰ء میں انجمن ”خاصان ادب“ لکھنؤ نے آپ کو انجمن مذکور کا خصوصی و تنقیدی میر مقرر کر کے ۲۵ جنوری ۱۹۲۰ء کے روزانہ اخبار ”ہمد لکھنؤ“ میں اعلان کیا۔

نثر نثر۔ آپ کے چھ اعلیٰ پائے کے اردو مضامین کی مجموعہ ادبیت نامہ سندھیا۔ دربار گوالیار کی مبارکبادی
نظموں کا مجموعہ۔ دونوں کتابیں مسلم پریس بنگلور نے باخدا حق اشاعت چھاپے شائع کی تھیں مگر ایف کا سکھ رکھتی ہیں
مخاورات تہر۔ اس میں اردو زبان کے محاورے ردیف و ترتیب سے کر محاورات کی سندوں کے لئے
آپ نے اپنے ہی دیوان سے اشعار کے درج کئے تھے مگر چھپنے کی نوبت نہیں آئی۔ سُرود تہر بھی ابھی نہیں چھپا۔
ترانہ تہر۔ زمزمہ تہر۔ نغمہ تہر یہ تین چھوٹے چھوٹے رسالے خوش احسان اہل ترم کی نغمہ سرائی کے لئے۔
پانچ پانچ چھ چھ۔ اشعار کی عزیزیں درج کر کے مرتب کئے ہیں اور مصنف نے خود ہی چھپوائے ہیں۔

رتبہ مضموں نگاری۔ یہ کتاب اپنے ٹڈل بیڑک۔ انٹرمیڈیٹ کے طلبہ کو اردو مضموں نگاری سکھانے
کے لئے حال میں مرتب کی ہے۔ اس میں فن مضموں نگاری کے اصول اور قواعد موعفا کوں اور مثالوں کے
اس خوبی سے درج کئے ہیں کہ دربار کو کوئی سے میں بند کر دیا جو۔ اس موضوع پر اردو میں ایسی اور کوئی کتاب تک نہیں لکھی گئی ہے۔
اس کتاب کو محکمہ تعلیم ریاست گوالیار نے کتابت میں داخل کر کے آپ کو دو سو روپیہ انعام عطا کیا ہے۔

اصلاحی کلام کا ضائع ہونا۔ حضرت داغ دہلوی سے آپ کے کلام کی اصلاح کا سلسلہ کوئی بیس پچیس برس تک جاری
رہا اور اس عرصے کی اصلاحی عزائیں بھی اتنی ہونگی کہ وہ سب جمع کی جائیں تو ایک ضخیم مجموعہ دیوان مرتب ہو جاتا۔ مگر
آپ کی وارستہ مزاجی اور بے پروائی نے کبھی دیوان تیار کرنے کا خیال ہی دل میں نہ آئے دیا حسن وقت غزل اصلاح
ہو کر آتی۔ آپ اسے کوئی بارغور پڑھ لیتے اصلاحیں یاد کر لیتے۔ قاعدے اور نکتے سمجھ لیتے امرائے طاق میں لے دیتے۔
یوں آپ کا سارا اصلاح شدہ کلام تلف ضائع ہو گیا جبکہ اب آپ کو سخت افسوس ہے۔

دیوان شجاع تہر کی ترتیب۔ اس سلسلہ میں آپ کے اُستاد حضرت ذریغ کی وفات نے آپ کا دل شعر و شاعری کی طرف سے
اُچھاٹ کر دیا شعر و سخن کے شغف کو خیر باد کہہ کر کئی سال تک آپ نے ایک شمر بھی نہیں کہا۔ جب ۱۹۱۷ء میں بی بی کی
صاحبہ قدس سرہ لاہوری رام ایم۔ اے مرحوم نے اپنے تذکرہ نغمہ جاوید کی جلد دوم کے لئے آپ سے نظم و نثر میں تقریظیں
اور غزلیں لکھوائیں تو کوئی مرتبہ کلام کے لئے خط بھیجے۔ یوں آپ کی ذہنی ہوائی آتش سخن کو بجھا جھل جھل کر پھیر شعل کر دیا
اور آپ شعر کہنے پر آمادہ ہو گئے۔ چنانچہ اس سو سال کے زمانے میں جو کچھ آپ نے اقسام فرد شعر۔ رباعی قطعو غزل۔ مخمس۔
مسدس۔ مبارکبادی۔ سہرا وغیرہ کہا ہے انکو اس دیوان شجاع تہر کی شکل میں مرتب کیا ہے جو بیشک شائق نظر کیا جاتا ہے
خصوصاً مینات کلام جو عجوبہ و نغاسن شاعری ہم نے اُدھر بیان کئے ہیں اُنکا لحاظ آپ نے اپنے کلام میں رکھا ہے دور
اول سے دور حاضرہ تک جو متروکات زبان میں ہوئی ہیں اور جو متروکات آپ کے اُستاد نے کی ہیں اُن سے

ایک کلام پر ایک غلط الفاظ جو اب تک زبانوں پر ہیں بلکہ اساتذہ کے کلاموں میں بھی موجود ہیں وہ آپ کے کلام میں نہیں ہیں۔ مگر در اشعار کا دل لے گئے ہیں۔ ذم کے پہلو سے بچنے کی بے انتہا کوشش کی ہے۔ کان میں سچے ٹھٹھے الفاظ اور ترکیبوں کے سوا عربی فارسی کے دقیق الفاظ اور ناہموار ترکیبوں پر ہیز کیا ہے۔ بجا مقدرات مرست شعروں بیان کی گنگناک تصنیع۔ دقیق نگاری شکوت الفاظ۔ اور ہنکلات سے آپ کا کلام مبرا ہے۔ تقابل حرفین۔ ردیفین۔ اور قافین سے اشعار بالکل محفوظ ہیں۔ ہاں صنعت تقابل جو حسن شعری میں داخل ہے بجا استعمال کی ہے۔ فرسودہ مضامین اور تمیحات کی بھر مار آپ کے یہاں نہیں ہے۔ اور جہاں کہیں ہے توجہ تداک کے ساتھ ہے۔ عاشقانہ مضامین کے سوا دیگر مضمون جیسا کہنا غزل میں ممنوع ہے آپ نے شاذ لکھے ہیں۔ جان بوجھ کر دوسروں کے مضامین نہیں لئے ہیں اور طرزِ ادب اختیار نہیں کیا ہے۔ ناداشتہ کوئی مضمون یا مصرع کسی کے مضمون یا مصرع سے لوگیا ہو تو وہ تو اردو کا جس سے کوئی نہیں بچ سکا ہے۔ دلی کے روزمرے۔ جاوے اور زبانِ داغ کی سخت پسندی کی ہے۔ سیرت سے کلام کو بہت بچایا ہے رنگی چوٹی۔ آرسی بھاگل۔ سرسری چولی۔ ایکل۔ وغیرہ بازارِ لفظ کا تو ذکر کیا لفظِ بوسہ تک آپ کے کلام میں نہیں آیا ہے یعنی آپ کا کلام متین عاشقانہ کلام ہے۔ انداز بیان میں سادگی جو شاعری و انشا پر دازی کی جان ہے آپ کا خاص مسلک ہے۔ بلکہ بعض جگہ تو سادہ گوئی کی انتہا کر دی ہے آپ کا ایک شعر ہے اہل بات کرنے کے لئے آپ سے ہم آئے تھے | آپ ہم سے کوئی بات نہ کی حالت میں اگلی نظر کھتے دے اس شعر کے مضمون کو ضرور دندانِ توجہ در دہانہ کا مصداق سمجھیں گے۔ مگر اربابِ ذوقِ سلیم سمجھ سکتے ہیں کہ عاشق کے اشتیاقِ بکلامی میں معشوق کے پاس بڑے شوق سے جانے معشوق کے غرورِ حسن سے خاموش رہنا اور عاشق کے یاس و کراہی کے جذبہ کی محاکات کی جو واقعت کا پہلو لئے ہوئے ہے اس سے بہتر تصویر چھینی دشوار ہے آئے تھے اور بجاتے ہیں کہ نگاروں میں جو اشتیاقِ اُمید دار یا یوسی مجبوری ہے اُس کا طفت اہل بیان و سخن فہم ہی اٹھا سکتے ہیں پھر سنائی اور بازارِ مضامین یا مخصوص ہونے سے آپ کے شعر سے عاشق مزاج حضرت اور اہل تصوف و تون محفوظ ہو سکتے ہیں۔ ریاست گوالیار میں گر نہ آبہ کے ایک موضع پر چڑھ کر کے قریب ایک مہاتما ہنکر لال عرف منشی بابا رہتے ہیں جو خدا رسیدہ اور زاہد مہربان ہونے کے علاوہ منکر اور فارسی زبانوں کے عالم بھی ہیں ایک مرتبہ ان کا روشن کرنے حضرت تھر کے فرزند ارجمند بابو بگتا تھر پر شاد و دماسٹھوئے وہاں گئے تو دیوانِ تھر بھی ساتھ لے گئے اور کہیں کہیں آپ کا کلام منشی بابا کو سنایا۔ تو بابا موصوف نے فرمایا میں اس کلام کو بہت پسند کرتا ہوں۔ اس میں حقیقت اور مجاز دونوں کے پہلو ہیں۔

کلام پر رائے ولی گجراتی سے دورِ ماضی تک جو مقدمہ شعر گزرے ہیں اُن میں سودا - شوکت بیان - درد - انگیزی - ناسخ - تشبیہ - استعارہ - آتش - خوش بیانی - غائب مضمون - فرہنی - نیومن - خیال بندی - ذوق - سلاست - زبان میں - مسلم الثبوت - استاد مانے گئے ہیں میر تقی میر - جرات - اور جہاں استاد حضرت داغ کارنگ تغزل معشوق سے بات چیت کرتا عشق کو کھجور - سوز و گداز - ناز و نیاز - معاملہ نگاری - فراق کی شکایت - وصل کے لطف - رقابت کے دکھ - طے - درد آگیز اور المناک حالات میں خصوص مرزا داغ نے تو اس رنگ کو اپنی خداداد طبع و فاد کی صنعت کاری سے پیاری زبان سلیس انداز بیان - پاکیزہ روزمرہ - برجستہ محاوروں - اور لاد و طرہ تحریر میں کچھ ایسا اُجالا اور صریح کیا ہے کہ غزل کی شاعری کا سرتاج قرار پایا ہے -

حضرت تہران غویوں میں جس قدر اپنے استاد مرحوم کے قمع میں کامیاب ہوئے ہیں وہ قابلِ داد ہے - آپ کا رنگ سخن پہلے منتہی - زبان کی فصاحت - روزمرے کی صفائی - اور بیان کی ندرت - زبان پر نظر کرتے ہوئے ہم آپ کو حضرت داغ کے بہترین تلامذہ میں جگہ دے بغیر اور انکا صحیح اور سچا جانشین مانے بغیر نہیں ہو سکتے - فصاحت - خوش بیانی - بندش کی صفائی - مضمون کی دلنشینی سے ہر غزل دل میں چٹکیاں لیتی ہے - ہر شعر تیتاب کر دیتا ہے - اکثر محض الفاظ کی اُستاد پھر ترکیب کی دُرستی - بندش کی چستی - شعر میں جان و الہی ہے اور بے اختیار زبان سے واہ و نکل جاتی ہے - آپ فنِ شاعری کے ماہر کامل - اردو زبان کے خاص محسن - غزل گوئی میں یدِ مہوئی رکھنے والے - اردو شاعری کے سرایہ ناز - اور ہند کے ایک نامور ادیب ہیں -

غزل سرائی کے سوا اپنے استاد کی طرح آپ کسی درجہ میں بھی بند نہیں ہیں اور انہیں بھی اپنے استاد کے مثل رنگ کی تقلید نہیں چھوڑی ہے - قصیدہ شاید اس جہ سے نہیں لکھا کہ اہلِ دول کی مدح سرائی کی علتِ خانی کسبِ مال تصور کی جاتی ہے - اور آپ ہمیشہ قانع و صابر - مستغنی المذاج رہے کسی کے آگے دستِ طلب راز کرنا خلافِ وضع سمجھا جاتا تھا - یا تعزیت کی نظمیں آپ نے اپنے آقا کے نامدار سرکار عالی وقار کے لئے لکھی ہیں وہ محض حقِ نمک ادا کیا ہے -

اب ہم ۳۱ - دسمبر ۱۹۵۷ء کو یہ دیوان کا دیباچہ ختم کرتے ہیں اور حضرت ہر کو سالِ نو کی مبارکباد دے کر دنگاویں میں دست بردار ہیں کہ وہ اپنے کرم سے اس شاہدِ حق کو قبولِ عام کا زیور عطا کرے - آمین -

بِعَوْنِ صِنَاعِ کَیْنِ مَکَانَ وَفَضْلِ خَلْقِ نَیْنِ زَمَانِ

زبان کا جاؤ و بیان کا سحر دیوان ہر
موسوم بہ

شعاعِ علم

مُصَنَّفُ

عُمْدَةُ الشُّعْرَانَاثِرِ الْمَلِكِ الْفَضْلِ الشُّعْرَا جَانِشِينِ اِمْتَاوَالْاِسْلَامِ الْبَیْلِ ہندوستان جہاں
اِمْتَاوَدَمِیْرَالِدَوْلِہِ نَاظِمِ یَا حَبِیْبِ ہمارے ملک شاعر فصیح الْمَلِکِ عَلِیْبِجَا بَابِ مِیْرَاخانِ نازِ

دہلوی پیر و فیضِ نازِ ایں کشاو درِ اہر
مخصوصی و تنقیدی انجمنِ خالصانِ ادب لکھنؤ و آنریری مینوئل مجسٹریٹ شہر لکھنؤ یارکٹ ایڈر

مُصَنَّفُ

ترانہ قہر زمرہ قہر نغمہ قہر سفید جوگن - نثر نریا - رہبر مضمون نگاری - وغیرہ و مترجم و نمایان ہند
یہ سن اہتمام و انتظام مالاکام

مسز علی بھائی فرعلی تاجران کُتُبِ مالکانِ مطبع محمدی بھٹائی لائبریری ہر

بعد اخذ حقوقِ دایمی طباعت اشاعت

مطبع محمدی و اربعہ بیٹی میں چھپا



الف

اگرے سرور ترے محدود کا
تو پاس بھی ہے۔ دور بھی۔ یہ جانتا ہوں
سوزِ نگ سے بنا ہے رہِ ذوق و شوق میں
ہوں دل میں شاد زخمِ جگر دیکھ دیکھ کر
دل دادہ جمالِ ترا کیا کئے سنے
تیری شرابِ عشق کے چکے ہی اوہیں
دل دے کے مجھ کو تو نے دیا درِ عشق بھی
تیری صفات و ذات کی وہ شرح کیا کئے
تا بربال دے کہ ترا جلوہ دیکھ لوں
روزِ جزا کسی کے کرم پر نگاہ ہے
بھولا ہوا ہوں میں تیری رحمت پر اس قدر

چشمِ بن گئی ہے پیالہ نید کا
لیکن گھٹانا نہ رازِ قریب و بعید کا
کیا سرخرو ہوا ہے لکھو بھی شہید کا
سمجھا ہوں تیغِ عشق کو میں چاندِ عید کا
جب ہوش ہی نہو اُسے گفت و شنید کا
ہر جام میں مزہ ہے مزے کی کشید کا
احساں یہ اور ہے ترے لطفِ مزید کا
نجاں کو حوصلہ نہیں حسدِ حمید کا
ارمان ہے بہت مری آنکھوں کو دید کا
رشتہ بندھا ہے تارِ نظر سے امید کا
غم ہی رہا نہ مجھ کو عذابِ شدید کا

مائیوس کیوں ہو کہ بخشش کے واسطے
دعویٰ ہے چشمِ لطف پہ چشمِ امید کا

تو ہے مقیم دل میں۔ دل ہے مقامِ تیرا
وہ بھی ہے کامِ تیرا۔ یہ بھی ہے کامِ تیرا
ہے دردِ صبحِ تیرا۔ ہے ذکرِ شامِ تیرا

کیونکر نہ آئے لب پر بندے کے نامِ تیرا
تو جان ڈالتا ہے۔ تو دم نکالتا ہے
کعبے میں بتکدے میں۔ ہر شاخِ شجر پر

اس میں قیام تیرا۔ اُس میں قیام تیرا
ایک ایک بات تیری۔ ایک ایک کام تیرا
روزِ ازل سے بنی کر آیا ہوں جام تیرا
تجسّم کو بکارتا ہوں۔ لیتا ہوں نام تیرا
میری زبان تیری۔ میرا کلام تیرا

تو ہو نہ جس میں قائم۔ وہ شے ہی کوئی ہو
ہوتا ہے مصلحت سے۔ ہوتی ہے مصلحت سے
پھر کیوں رہوں نہ یاربِ مستِ مجت
امداد دینے والا ہے تو ہی مشکلوں میں
میں کون ہوں جو مجھ سے عُدنا ہو تیری

ذیہ و حرم کے آگے آنکھیں بچھا رہا ہے
ہے ہر کی نظر میں وہ احترام تیرا

عزلیات

پُر دے میں بھی پُر دے کاکاں ہو نہیں سکتا
قابو دل مضطرب یہ سیاں ہو نہیں سکتا
میں کہہ نہیں سکتا کہ بیاں ہو نہیں سکتا
دُنیا کا توندھیر و ہاں ہو نہیں سکتا
کیا نام کو کافی یہ نشاں ہو نہیں سکتا
ہم سے تو مگر ضبطِ فغاں ہو نہیں سکتا
جو حال بیاں ہے وہ وہاں ہو نہیں سکتا
دل تو مراقتا صد کی زباں ہو نہیں سکتا
ہم کو ترا دیدار کہاں ہو نہیں سکتا
خنجرِ مری گردن پہ رواں ہو نہیں سکتا

تو دیکھنے والوں سے نہاں ہو نہیں سکتا
وہ بچپن سے بیٹھے ہیں وہاں بزمِ عُدو میں
آتا نہیں کیوں حالِ غمِ عشقِ زباں پر
مشرس بھی کیا پرستشِ بسا دہنو کی
ٹھوکر سے مٹائی ہے مری قبر کسی نے
وہ خواگاہِ ناز میں سوئیں کہ نہ سوئیں
بتائی دل جا کے دکھاؤں اُسے کیوں کر
کیونکر وہ کہے گا اُسے جو ہے مے دل میں
دیکھیں گے تجھے دیریں۔ دیکھیں گے حرم میں
جب تک نہ کریں ہاتھ رواں آبِ عُدو پر

یوں ہر چہ چھپانے کو اُسے لاکھ چھپاؤ
یہ رازِ محنت تو نہاں ہو نہیں سکتا

پھر محکو قتل کرنا پھر میری جان لینا
خنجر کو بھیج لینا۔ ابرو کو تان لینا
اٹکا زبان دینا۔ میرا زبان لینا

پہلے مرے عُدو کا تم امتحان لینا
یہ بھی کوئی ادا ہے۔ یہ بھی کوئی جناہو
اُمیدِ وصل کیا ہو۔ پہلے ہی ہے شکل

کس نے کہا تھا تم سے تم پھول بان لینا
پھر اور بات کرنا۔ پہلے زبان لینا
انجان آج تم ہو بکل ہمو جان لینا

کیوں مفت میں اٹھایا بزمِ عذو کا احسا
اُس حیلہ جو سے قاصدِ پیغامِ صلہ کے
یاد آنجکیں دفائیں بسدِ فنا ہماری

معلوم تھر کو ہیں الفت کے سب طریقے
جو کچھ کے وہ تم سے تم اُس کو مان لینا

جوا جواب ہو اُس کا جواب کیا ہوگا
خبر یہ کس کو ہے روزِ حساب کیا ہوگا
یہ کم سنی ہے تو عہدِ شباب کیا ہوگا
نگاہِ شوق کے آگے حجاب کیا ہوگا
اب اس سے بڑھکے کوئی انقلاب کیا ہوگا
ترے سم سے زیادہ عذاب کیا ہوگا
پیا مبر مرے خط کا جواب کیا ہوگا؟
مری طرح کوئی خانہ خراب کیا ہوگا؟
یہ بے حساب ہیں انکا حساب کیا ہوگا
بڑھے گا اور اگر اضطراب کیا ہوگا

جواب اُسکا بھلا آفتاب کیا ہوگا
عذاب ہوگا کہ واعظِ ثواب کیا ہوگا
ابھی سے آپ قیامت اٹھائے پھرتے ہیں
وہ اسکے سامنے بے پردہ ہوں گے پھولتے
ترا خیال بھرا۔ دل بھرا۔ نگاہ بھری
گناہگارِ محبت کو جُرمِ الفت بھر
وہ آئیں گے کہ مجھے اپنے گھر بلائیں گے
نہ اُنکے دل میں مرا گھر رہا۔ نہ اوکھیں
شمارِ جُرمِ محبت سے منفعل نہ کرو
تجھے تو اے دلِ مضطرب بھی سے بچیں نہیں

نگاہِ مر سے وہ جانِ تھر لینے ہیں
جو لطف یہ ہے تو انکا عتاب کیا ہوگا

آگے میں ہو نگا مرے پیچھے زانا ہوگا
طور کو اور بھی اک بار جھلانا ہوگا
باتوں باتوں میں دہاں کا مہنا ہوگا
سخت مشکل تمہیں خنجر کا اٹھانا ہوگا
اور دنیا میں کہاں تیرا ٹھکانا ہوگا
تجھ کو کجنت مرا ناز اٹھانا ہوگا

اُنکی فریاد کو یوں حشر میں جانا ہوگا
جلوہِ عارض پر نورِ دیکھنا ہوگا
نامہ بریکھ لے اندازِ تکلم ہم سے
اس نزاکت پہ مراقب کچھ آسان نہیں
نگہِ نازِ ادھر آئے تھے رکھ لوں دل میں
شکوہِ جُور پہ وہ مجھ سے بگڑ کر لو لے

موت کبھی ہے تجھے جان سے جانا ہوگا
دل میں رہنا مری آنکھوں میں نہ مانا ہوگا
آنکھیں لمبائیں گی تو دل بھی رملانا ہوگا

جُھ میں طاقت نہیں دوچار قدم چلنے کی،
اپنی صورت جو دکھاتے ہو تو یہ یاد رہے
یہ سمجھ کر وہ بلا تے تھیں آنکھیں ہی کبھی

قہر سے ملنے کی اُن کو کبھی حسرت ہوگی
وہ بھی دن ہو گئے کبھی وہ بھی زمانا ہوگا

تیرا تو کام چشمِ فُتو نہ دہو گیا
یہ ناز ہو گیا کبھی وہ ناز ہو گیا
نالہ مراقب کی آواز ہو گیا
لو اب یہ دل بھی دلبرِ طنا نہ ہو گیا
سیر باز ہو گیا کوئی جانب نہ ہو گیا
مٹھی میں دل کے آتے ہی یہ ناز ہو گیا
انجام اپنے عشق کا آغا نہ ہو گیا
ما تملکہ بھی جلوہ گر نہ ہو گیا

مُضطر بلا سے عاشقِ جانباز ہو گیا
انکے لئے تو کھیل سدا ناز ہو گیا
آئے شبِ فراق وہ گھبرا کے بام پر
تم اسپہلوٹ اور اسے تم سے اجنا ب
سُردے کے جان دے کے تری کا شوق میں
رکھتے تھیں وہ پائوڑ میں پر غرور سے
اُن سے نگاہ ملتے ہی ہم خاک میں ملے
بزمِ عزائیں میری سنو کر وہ آگئے

اب غور و بھی کرنے لگے ہر کی نگاہ
دل دے کے قہر کو بھی یہ اعزاز ہو گیا

پھر دل کا طلبگار ہی دیکھا جسے دیکھا
ان آنکھوں کا بار ہی دیکھا جسے دیکھا
جب اسکا گنہگار ہی دیکھا جسے دیکھا
مر جانے کو تیار ہی دیکھا جسے دیکھا
پھر طالبِ دیدار ہی دیکھا جسے دیکھا
بُٹے دم رفتار ہی دیکھا جسے دیکھا
جنت میں قنبدار ہی دیکھا جسے دیکھا
ظالم ہی جفا کار ہی دیکھا جسے دیکھا

مُعشوقِ دل آزار ہی دیکھا جسے دیکھا
کنے کو تو ہیں آپ کی آنکھیں بہت اچھی
معلوم ہوا مجرمِ اُلفت ہے زمانہ
کیا جی سے گورنا ہے ترے عشق میں آساں
جلوہ ترے رخسار کا دیکھنا کسی نے
کافر ترے قدموں سے قیامت نہ لگی تو
ایمان بجا لیتے ہیں حُوروں سے یہ کیونکر
دلدار و فادار نہ دیکھا کوئی ہم نے

کیوں جنس و ف آپ کو درکار نہوگی

اس کا تو خریدار ہی دیکھا جسے دیکھا
ہو پھر ترے نام سے کیوں اُنکو محبت
اس نام سے بیزار ہی دیکھا جسے دیکھا

اُس سے اُلفت میں جو اپنا دل مضطر پھرتا
اے نزاکت تے پرے میں اُنھیں رحم آئے
کیا ہی پچھتاے ہیں آزارِ محبت لے کر
تو بہ کر لؤ نکلا۔ مگر اب تو حجاب و اعظا
نہیں معلوم مجھے آپ سے کیا کہنا ہے
پھر گئی آنکھ تری دل کو اڑا کر کیسی !!
تم نہ آتے مرے گھر میں تو یہ صورت ہوتی
غیر کو قول دے اور کئے سب پورے
شوق دیدار نے آنکھوں میں جگہ دی ورنہ
بے نیازی کی اگر شان نہوتی تم میں
چشمِ مشاق سے جلوہ پنس چھپ سکتا ہے
بدگماں مجھ سے نہوتا دم رفتار تو کیوں

کون رکھے ہوئے یوں ہاتھ جگر پر پھرتا
وہ کہیں ہم سے گلے پر نہیں خنجر پھرتا
ہم اسے پھیرتے سودا جو یہ لے کر پھرتا
منہ تک آیا ہوا ہرگز نہیں ساعز پھرتا
ہے بڑی دیر سے اک حرف زبان پر پھرتا
دل مرا پھر بھی نہیں تجھ سے سنگ پھرتا
ہو کے مضطر کبھی اندر کبھی باہر پھرتا
میں جو ہوتا تو وہ اقرار سے اکثر پھرتا
جلوہ یار بھلتا ہوا گھر گھر پھرتا
اے بتو پھر تو خدا سے کوئی کافر پھرتا
جلایا کوئندتیں باہر۔ جو وہ اندر پھرتا
راہ میں سایہ ترا تیرے برابر پھرتا

نغمہ جاوید جو تقدیر میں ہوتی اسے مہر
تشنہ کیوں چشمہ حیاواں سے سکند پھرتا

دکھا دے اے نگاہ شوق تو بھی کارگر ہونا
عُدوے عیش ہوتی ہے محبتِ خوب رویوں کی
امید و ہم میں رکھتا ہے کیا کیا اہل اُلفت کو
یہ لب تک آتے ہی کلیجا توڑ لیتے ہیں
وفا کا جب ارادہ ہے تو یہ بھی ٹھان لو دل میں
ابھی کچھ اور پروانے گلے ملنے کو باقی ہیں

وہ کہتے ہیں کہ پردے میں نہیں ممکن اثر ہونا
کسی کا اے دل ناداں سمجھ کر۔ سوچ کر ہونا
خدا کا دادگر ہونا۔ ترا بیدار اگر ہونا
ابھی دیکھا نہیں نالوں کا تم نے با اثر ہونا
ہونا پھر کبھی دشمن کے تم۔ میرے اگر ہونا
ذرا تھمنا۔ ابھی رخصت نہ اے شمع سحر ہونا

تسری اُلفت میں شکل ہو تو اتنی باتِ شکل ہو
سکھا یا ہو تجھ لے زلفِ جاناں کے ماتم نے
فناؤں کا اثر کرنا۔ دُعاؤں کا اثر ہونا
پریشاں اس قدر رہنا۔ پریشاں اس قدر ہونا

ہاں ہیں مہر اہل لکھنؤ بھی۔ اہل دہلی بھی
یہ کہتے ہیں سحر ہوئی۔ وہ کہتے ہیں "سحر ہونا"

شیخِ نمک نے وار کیا تم نے کیا کیا
جس وہ سر مرزا کیا تم نے کیا کیا
انداز جو اپنے رکھا کر فلک کو بھی
مرگِ مژدہ کا رنج تمہاری بلا کرے
کرنی پڑیں فراق میں دشمن کی پیش
وعدے کی شبِ بتاؤ تو کس شغل میں ہو
اے نالہ ہائے نیم شبی شرمسار ہوں
غیروں کے کہنے سننے سے مجھ سے خفا ہوئے
جب یہ کہا کہ وعدے کی شب جاگنے لگی
بوسے وہ نہیں کے۔ تم تو نہ ہم سے رگڑ کرو

آبِ مہر اٹھاؤ بیٹھے ہوئے سختیِ فراق
کس سنگدل کو پیار کیا تم نے کیا کیا!

مناؤں تجھے حال پھر کیا کسی کا
مرے دل میں آکر وہ کہنا کسی کا
وہ آنکھوں میں ہیں قابلِ آنکھیں
گلا کاٹ کر اپنے بازو تو دیے کھے
تمہیں اک نہیں ہو دیل بھی ہو قابل
اٹھائی ہے کیا کیا مصیبتِ غیغ
خدا جانے کیوں کل طالع کوئی

ہوا۔ کبھی ہے تو چارہ فرما کسی کا
ہوا اب تو ٹھنڈا کلیما کسی کا
جن آنکھوں نے دیکھا ہے جلو کسی کا
مگر آپ نے دل نہ دیکھا کسی کا
کیا اس نے خونِ تناسلی کا
ہوا ہے بُرا حال کیا کسی کا
نہ ہے یہ کسی کا نہ ہو گا کسی کا

تمہیں تو نہ آتے تھے بزمِ عُدو سے!
کیا ہے جو کچھ ظلمِ دل نے کیا ہو
وہ دل ختام لینا مرا وقتِ نصحت
کوئی جلوہ فرا ہے بزمِ جہاں میں
دانا ہمارا بڑا احساں ہے

ہوا تھا ہمیں راتِ دھوکا کسی کا
نہ شکوہ ہے تیرا۔ نہ شکوہ کسی کا
وہ مڑ کر مجھے دیکھ لیں کسی کا
کوئی دیکھتا ہے تماشا کسی کا
بھلا کب بڑا ہم نے چاہا کسی کا

بد کیا کوئی ہمارا آدمی بھی
وہ عاشق کسی کا ہے۔ شیدا کسی کا

ہم جھکا دیں گے ترے سر کی قسم سہرا اپنا
پاس ساقی جو نہیں آنکھ میں آنسو بھر کر
انِ اداؤں سے تو دل موم ہوا کرتے ہیں
یہ بھٹک کر فلک کو نہ سمجھ لوں منشوق،
پہلے تو چپ رہے کچھ اکے وہ کہ نہ بیٹھیں گے
اندرا اندر رے بے جرمی قاتل کا خیال
تم مجھے قتل کر دے اسی دل گرے پر
ہم بھی کیا یاد کریں گے کہ قیامت آئی
یہ انہیں مست نگاہوں میں کرامت بھی
بل بھی اُس کا کل پر خم کے نکل جائیں گے

تو اٹھائے تو سہی ناز سے خنجر اپنا
بھریا کرتے ہیں ہم آپ ہی ساغر اپنا
کس طرح آپ نے دل کر لیا پھر اپنا
نام رکھا ہے سنگمر نے ”سنگمر اپنا“
میری شامت جو کہوں حال کمزرا اپنا
ہم نے خود نام لکھا ہے سرِ مہر اپنا
ہاتھ رکھو تو ذرا اپنے جگر پر اپنا
مضیلہ کچھ نہ ہوا داورِ مشرا اپنا
کر لیا غیر کو بھی جامِ بلا کر اپنا
ہو گا نفرت پر سے سیدِ جہاںِ عہد اپنا

مہر دل رکھنے کا اقرار کیا ہے اُس نے
اُس سے دل رکھے عزیز اب کوئی کیونکر اپنا

یہ بھی تم جانتے ہو میں نے تمہیں کیا جانا
ناوکِ ناربتا تو نے کبھی سینے میں
جو زمانہ اُسے جانے۔ وہ زمانہ جانے
دعویٰ مہر و وفا پر یہ ملا ہکو جواب

ستم ایسا دے سنگمر۔ ستم آرا۔ جانا
دل کو دل۔ اور کلیجے کو کلیجہ جانا
ہجر میں موت کو ہم نے تو سجا جانا
آپ نے کب سے یہ احسان جلا جانا

ہم گمانی کہیں ایسی تو نہ دیکھی نہ سنی
کیونکہ آئی کسی چھوڑ کی ٹل جاتی ہے
امثالہ اندرے ہمارے دل شید کی پسند
مہرباں دل کی صفائی تو اسے کہتے ہیں
ناؤم مرگ نکلنے نہ دیا دل نے اسے
شبِ غم تکو بھی مضطر جو نہ کر دے توہی
دل سے غیلائی ہے۔ یہ دل سے تنائی ہو
لشکرِ رنج و الم ساتھ ہے میرے ہر دم

میں نے جب شکر کیا۔ آپ نے سکو جانا
دیکھنی ہو تو مرے پاس ذرا آ جانا
اُس پر آیا ہے جسے لاکھ میں بکتا جانا
آپ کو میں نے۔ مجھے آپ نے اچھا جانا
تیرے پیکار کو بھی کیا میری تنہا جانا؟
دل پتلا ہے یہ۔ تم نے اسے کیا جانا
شکر صد شکر۔ مجھے آپ نے اتنا جانا
کیا سمجھ کر مجھے اغیار نے تنہا جانا

فہر اس عشق جتانے کی ضرورت کیا ہے
رنگ لائے گا وہاں روز کا آنا جانا

مجھے اُمید وار وصل تو پاک بار کر لینا
جو تجھ سے ہو سکیں نالے۔ دل بیمار کر لینا
نہ تنہا جا گنا تم رات بھر دشمن کی فرقت میں
ابھی سے کیوں مٹے بیٹھے ہو تم میرے بٹانے پر
بلانا اپنی محفل میں کہ جانا بزمِ دشمن میں
یہ اچھی شرم ہے انکی۔ یہ اچھا اُٹکلہ روہ ہو
ادا ہو۔ ناز ہو۔ عیشو ہو۔ غمزہ ہو۔ غرض کچھ ہو
یقین کیا لگے وعدے کا کہ وعدے کی یہ صورت
جو میرا تھل تھا منظور تو نیچی نظر کیوں کی
ہجومِ کار میں بھی کب مراد ل اس خالی جو

زباں سے تم نہ کرنا۔ اکٹھ سے اقرار کر لینا
کبھی دو تین کر لینا۔ کبھی دو چار کر لینا
مری سوئی ہوئی قسمت کو بھی بیدار کر لینا
جو جھگو خوار کرنا ہے۔ تو محب کو خوار کر لینا
کسی صورت سے ہلو آپ کا دیدار کر لینا
مجھے جب دیکھنا اُنٹھ جانے یا کر لینا
ہیں کوئی نہ کوئی تیر دل کے پار کر لینا
کبھی ہمارا کر دینا۔ کبھی اسرار کر لینا
کما تھا کس نے تم سے بیان میں تلوار کر لینا
یہ کر لینا۔ وہ کر لینا خیال پار کر لینا

گرے جب فہر عشق کھا کر کیا اسکی تجلی نے
یہ کوئی کھیل سمجھے تھے مراد پار کر لینا!

یہ لے دے کر بھی دم دینا۔ یہ کیا لینا دینا

جو دل لینا تو غم دینا۔ یہ کیا لینا ہے کیا دینا

وہ میری جان لے کر غم مجھ پورا نہیں دیتے
جو لینا سا غم سے تم کو لینا دستِ دشمن سے
یہ کیا کہنا ہے کیا سنا نہ کہنا کچھ نہ سنا یہ کچھ
وہ جتنا رنج دیتے ہیں دعائیں اتنی لیتے ہیں
قیامت ہے سنگمر جان کا لینا قیامت ہے
ہمارے عرضِ مطلب پر وہ ہم سے بل کی لیتے ہیں

انہیں یہ بھی تو کم دینا یہ کیا لینا ہے کیا دینا
جو دینا ہلکو ستم دینا یہ کیا لینا ہے کیا دینا
نہ دل لینا نہ غم دینا یہ کیا لینا ہے کیا دینا
نہ کم لینا نہ کم دینا یہ کیا لینا ہے کیا دینا
پھر اس کا سہ ستم دینا یہ کیا لینا ہے کیا دینا
پھر ابرو میں بھی خم دینا یہ کیا لینا ہے کیا دینا

لگا لینا بلاؤں کا گلے اے قہر آئے دن
غمِ الفت میں دم دینا یہ کیا لینا ہے کیا دینا

نفسِ کایتِ ظلم کی روزِ جزا کیا
ادا ہونا مہر سے مدعا کیا
سنگٹ سے نہ رکھیں اسطاب
چڑھائی تیوری کیوں تم نے سنگر
گلے مل کر جو پوچھو تم مرا حال
خدا ہے آپ ہیں روزِ جزا
نہیں ہے آج پہلو میں مائل
تری آنکھیں جھکیں شرمِ جفا سے
اُسے میں کوس کر بچتا رہا ہوں
ستم کے بعد اب ناحقِ کرم ہے
عبث ہے رات دن گردش میں گروں
تلافی ہے جفا میری و فدا کی

کہوں میں لاکھ میں آنکو بڑا کیا
کسی کے دل کی جانے دوسرا کیا
اداسے جو ادا ہو وہ ادا کیا
ہمارا مدعا بھی ہے گلا کیا
تو ایسے پوچھنے کا پوچھنا کیا
ہو گا اب بھی میرا فیصلہ کیا
بتاؤں اور میں اس کے سوا کیا
سمجھ لے گا اسے کوئی حیا کیا
نہو دشمن تو الفت کا مرزا کیا
بڑا ہو کر کوئی ہو گا بعد کیا
اڑا اُسے گا تری طرزِ جفا کیا
کیا کیا میں نے ادا اس نے کیا کیا

نہیں ملتا کسی سے قہر کا دل
اُڑائی اس نے بھی تیری دل کیا

آنکھوں میں دم آیا ہوا روکا نہیں جانا

آتا ہے اگر اُس کو تو کیوں آ نہیں جانا

کیا دیکھ سکے کوئی ترا جہلوہ دیدار
دل آئے بھی اوروں پہ تو کس واسطے آئے
موتا ہے کہ جیتا ہے غمِ حشر میں کوئی
کس شکل سے رکھے کوئی جاتے ہوئے دل کو
ہم کہیں کہ محروں کے خسرید ارنیں آپ
وہ جس تھا را ہے کہ سب دیکھ رہے ہیں
دیکھے تو کوئی چرخِ حشر کی دعوت
تیو ترے بگڑے ہوئے رہتے ہیں شریصل
ظاہر میں تو منہ بولتی تصویر ہے تیری
قاتل ہی جو نازک ہے تو مجبور ہیں ہم بھی

جس نے تجھے دیکھا۔ اُسے دیکھا نہیں جانا
جو تجھ میں ہے اوروں میں وہ پایا نہیں جانا
اتنا بھی تو تجھ سے کبھی پوچھا نہیں جانا
روکا نہیں جاتا ہے یہ باندھا نہیں جانا
زاہد مگر ایمان تو حیا نہیں جانا
یہ حال ہمارا ہے کہ دیکھا نہیں جانا
غم اتنا کھلاتا ہے کہ کھسا یا نہیں جانا
ایسے میں بھی تو موت کا کھٹکا نہیں جانا
پھر کیوں تیری تصویر سے بولا نہیں جانا
خود ہاتھ سے سرکاٹ کے کھٹکا نہیں جانا

جب قہر نے لکھا ہے اُسے حالِ دلِ زار
لکھا ہے بس اتنا ہی کہ لکھا نہیں جانا

جان کا دینا غمِ اُلفت میں آساں کیا ہوا
دیکھ کر تجھ کو ہمارے دل کا ارماں کیا ہوا
باندھ کر رکھا تھا جس کو میں نے اے جوشِ جنوں
جس قد تھیں آرزوئیں مل گئیں سب اک میں
چاہی دن میں بہا بر لالہ و گل چل بسی
جان اپنی دی عُدو نے ہم کو مرنے دیکھ کر
یہ تو کہئے آج کیوں پھرنا ہے دشمنِ شادخاد
غیر کے کہنے سے آئے ہو عیادت کیلئے
مجھ کو تو قسمت بد لنی عشق میں دشوار تھی
ترکِ اُلفت کر کے ہم یہ سوچتے ہیں بار بار
وہ تو اسکی چیز تھی اے قہر اسکا کیا ملال

غیب سے میرے مرجانے کا سماں کیا ہوا
کچھ تجھے معلوم ہے۔ اے نازِ جاناں کیا ہوا
گوشہ دامن سے وہ میرا گریباں کیا ہوا
کیا کہوں دل دے کر اُس کو میں شیاں کیا ہوا
دیکھتے ہی دیکھتے رنگِ گلستاں کیا ہوا
یوں جو وہ قرباں ہوا تجھ پر۔ نوفرِ باں کیا ہوا
قول کیا اُس کو دیا ہے؟ اُس سے پیاں کیا ہوا
مجھ پر احساں کیا کیا۔ یہ مجھ پر احساں کیا ہوا
تجھ کو لیکن انقلابِ چرخِ دوراں کیا ہوا
اپنا وہ دل کیا ہوا وہ اپنا ارماں کیا ہوا

دل اگر تم نے دیا تو میں نقصاں کیا ہوا

جگر کے پار کیا تیر دل کے پار کیا
 ترپ کر اس نے انھیں بھی جو بیکار کیا
 ہزار بار جئے ہم - ہزار بار مرے
 بنا تو ہم تری اُلفت میں اور کیا کرتے
 تمہیں بتاؤ وہ ہے اعتبار کے قابل
 جفا کے شکوے پہ عذر جفا تو تھا دشوار
 یہی تو ہوتا ہے کچھ پرے ہوئے ہوئے ہیں
 خرام ناز سے چل کر اٹھا دئے فتنے

ادا ادا نے تری محب کو بیکار کیا
 لگا کے دل کو کلیجے سے میں بیکار کیا
 ہزار بار ترا ہم نے انتظار کیا
 جو اختیار نہ کرنا تھا - اختیار کیا
 جو تم نے غیر کے کہنے کا اعتبار کیا
 تم شعار نے محب کو ہی شہسار کیا
 وہ اشکبار ہوا - محب کو اشکبار کیا
 کسی نے حشر میں بھی حشر آشکار کیا

نگاہِ مہر تو کیا مہر پر کبھی کرتے
 جہاں وہ مل گئے کچھ اور بیکار کیا

ہیاں بھی لے اُٹا دل کیا کوئی ساری خدائی کا
 ہوا ہے دشمنِ ایمان و دین وہ بیتِ خدائی کا
 یہ ساری کوششیں بیفائدہ ہیں لے دلِ مخدو
 جبیں پر تکل رہے - لبِ تیر بنتم - تو مرا کئے
 نگاہِ لطف کا خوگر ہوں میں تو کیا سمجھ کر ہوں
 مرا دل خاک میں ملتا جو جب تو مجھ سے ملتا ہے
 ہزاروں جان دیتے ہیں مہتوں پر حضرتِ زلہ
 نکالو دل کی حسرت یا مٹا آنکھ کی پہلے
 نیا دل بھی خدا پیدا کرے گا میرے پہلو میں
 وہ آئے ہیں تو ممکن ہے تسلی تجھ کو دیکھ جائیں
 اکی کیا کروں اب میں کہ عذرِ جُرمِ اُلفت
 قیامت میں مے شکوے پہ یہ طرفہ قیامت ہے
 کسی کو ضبطِ غم پر اب گمانِ ترکِ اُلفت ہے

سہرِ حشر یہ کیسا شور ہے یارب دُبائی کا؟
 خدا حافظ ہو اب کیونکر کسی کی پارسائی کا
 بھلا تیرے اٹھائے سے اُٹھے کاظمِ جدائی کا؟
 لطائی میں صفائی کا - صفائی میں لطائی کا
 بھروسہ کیا کسی نا آشنا کی آشنائی کا
 ستگر رنگ ہے تیری وفا میں بیوفائی کا
 کوئی دل پھر دے گا کس طرح ساری خدائی کا
 مرا دم اگر جھک رہا ہو کچھ اپنی بُرائی کا
 نیا انداز تو پیدا کر تو تم دلِ رُبائی کا
 ترپ لے لے یہی موقع ہے قسمتِ آزادی کا
 وہ کہتے ہیں کوئی شاہد بھی ہے تیری صفائی کا؟
 خدا کے سامنے کہتے ہیں وہ جھوٹا خدائی کا؟
 وفا کر کے بھی میں ملزم ہوا ہوں بیوفائی کا

شبِ فرقت مری نقد کی گریں نہیں کھلتیں | اے شکل کشایہ وقت ہے شکل کشائی کا

اگر آتا تو یوں آتا کسی دن قہر کے آگے
ترا منہ دیکھ کر پھر منہ نہ دیکھے وہ جدائی کا

دیکھا نہیں تو جلوہ جاناں نہیں دیکھا
تو ہکو دکھا دے رہے قرباں نہیں دیکھا
یوں دل میں چلے ہوئے اراں نہیں دیکھا
کب آپ کی ٹٹھی میں گریباں نہیں دیکھا
تو نے ہی مگر دیدہ حیراں نہیں دیکھا
جس ناوکِ دل دہیں بیکان نہیں دیکھا
اک اشک بھی زیب گریباں نہیں دیکھا
پھرتے ہوئے اس گھر سے یہاں نہیں دیکھا
پھر ہم نے بیا باں کو بیا باں نہیں دیکھا
اس دل سا بھی ہم نے کوئی ناواں نہیں دیکھا
جب در در مقابل درماں نہیں دیکھا

یوں عشق میں کیا گردشِ دوراں نہیں دیکھا
بجھتا بھی جیسے ہم نے تو انساں نہیں دیکھا
جس طرح چلتے ہوئے دیکھا انھیں دل پر
کب آپ سرِ راہ کسی سے نہیں اُلکھے
آتا نہیں کس سمت نظرِ حسن کا جلوہ
میں نے اُسے جانا یہ مرے دل میں رہا ہے
اتنا ہے مرے غنط کو زینت سے منفرد
پھر جاے مرے دل سے ترا تیر غلط ہے
یا دگئی وحشت میں جو وہ انجمنِ ناز
پھر اُنکے ستم پر وہی امیدِ کرم ہے
مٹھ کر مری بالیں سے مسیحا بھی سدھارے

اے قہرِ دہیں سخنِ داغ کے قائل
ایسا بھی کوئی ہم نے سُخنداں نہیں دیکھا

مناسب ہے تجھے بھی اول اپنا امتحاں کرنا
جو کر سکتا وہاں بھی بندم میری زباں کرنا
کہیں مٹی نہ پا باں جھائے آسماں کرنا
بہت شکل ہے اُس نامہرباں کو مہرباں کرنا
کوئی آساں سمجھتے ہو مجھے تم یہ نشان کرنا
دل مضطر کے آگے تو ذرا تم شوخیاں کرنا
مگر ممکن نہیں ناشاد دل کو شاد ماں کرنا

ذرا اے دل سمجھ کر سوچ کر عشقِ مہتاں کرنا
مجھے تو فرض ہے محشر میں حالِ لیاں کرنا
مرادم تو نکالا ہے لگا کر ٹھوکر میں تم نے
عنایت سے کبھی پیش آئے یہ آساں مقاصد
رہے گا نام تو میرا تمھارے مٹنے والوں میں
مرا ذمہ اگر شرم اندیز بتیاں اسکی
ہمارے آئے جس میں باہلیں گل کوہ و صحرا میں

شبِ فرقت یہ لہکر بیکسی سے جان ہی میں نے
دلِ مرحوم کو روتا ہوں جب بھی وہ کہتے ہیں
متھائے بھید کھل جاتے ہیں کیوں اسے زمانے نے

مری میت پہ میری حسرتوں کو فوج خواں کرنا
ہیں آتا ہینیں ندے پہ مرنے کا گناں کرنا
جو اسکا امتحان کرنا۔ عُدو کو راز دہاں کرنا

ڈرو تم کیوں زمینِ شمر کی پستی بلند سی سے
تھیں تو پھر آتا ہے زمین کو آسمان کرنا

کس وقت اُسے دھیاں عُدو کا نہیں ہوتا
شرمندہ احسانِ سیما نہیں ہوتا
تم وعدے کے پتے ہو۔ اسے مان لیں کیونکر
یوں داغ تو ہے اہ کے۔ لالے کبھی دل میں
وہ دن گئے جب غیر وک ہوئی تھی توقع
رکھو دلِ مضطر پہ ذرا دستِ تسلی
جیسا لبِ جان بخش نرا عہد شکن ہے
کیوں دیدہ مشتاق میں چھپتا نہیں کوئی
دنیا میں وفادار زمانے میں دلِ آزار
کیا ذکرِ پریوں کا۔ پرائے ہیں پرائے
ہوتا ہے جو اقرار کبھی وصل کا ہم سے

تنہا بھی وہ ہوتا ہے تو تنہا نہیں ہوتا
اچھا وہ ہے جو عشق میں اچھا نہیں ہوتا
وعدہ تو تھا راکوئی سچا نہیں ہوتا
ہر داغ۔ گرد داغِ متنا نہیں ہوتا
ابو نہیں دل پر بھی بھروسہ نہیں ہوتا
کیا تم سے ہمارے لئے اتنا نہیں ہوتا
جھوٹا کوئی ایسا بھی سیما نہیں ہوتا
کیا دیدہ مشتاق میں پروا نہیں ہوتا
تم سا نہیں ہوتا۔ کوئی ہم سا نہیں ہوتا
اپنا بھی۔ برے وقت میں اپنا نہیں ہوتا
اس شکل سے ہوتا ہے وہ گویا نہیں ہوتا

اے قہر میں چاہنے والے کو بھی چاہیں
ایسا نہیں دیکھا کہیں ایسا نہیں ہوتا

کبھی ناخوش دلِ آزاروں کا سہل ہو نہیں سکتا
لگا کر انگ ل میں وہ تماشا دیکھ لیتے ہیں
یہ آخر ہر قدم پر تم مٹاتے کس کو چلتے ہو
مستم بھی رہے لب پر نکالو چھپ جب ستم گھیں
اگر اب بھی نہ دل کو اعتبار آئے تو آفت ہے

قیامت سے ہر دلوں سے بھی مراد دل ہو نہیں سکتا
خجلانے سے اُنھیں کچھ اور صل ہو نہیں سکتا
تمہارے ہر قدم پر تو مراد دل ہو نہیں سکتا
نگاہِ قہر میں کیا لطف شامل ہو نہیں سکتا
وہ کہتے ہیں ہمارا عہد باطل ہو نہیں سکتا

ہمارے دل کو لے کر پوچھنا اُنکا شرارت ہے
ادائیں اپنی آئینے میں تو کس کو دکھاتا ہے
یہ کیا کہتے ہو غم منٹھ پھر کر ہاں پھر ذرا کدو
کہیں میرا تصور ساتھ اُسکا چھوڑ سکتا ہے
یہ حُجّت کر کے مجھ سے وہ مراد دل چھین لیتے ہیں
ہمیشہ آپکی چالوں سے دل ہشیا رہتا ہے
دل وحشی کو کیوں رکھتا ہے کوئی اپنی لفظوں

تنا کے لئے کیا دوسرا دل ہو نہیں سکتا؟
ترا عاشق ترا مہم قاتل ہو نہیں سکتا
کرے جو خون ارا کا وہ قاتل ہو نہیں سکتا
یہ مانا میں شریکِ اہل محفل ہو نہیں سکتا
مراد دل ہے مراد دل ہر تراد دل ہو نہیں سکتا
کوئی غافل ہو لیکن یہ تو غافل ہو نہیں سکتا
یہ دیوانہ تو یا بندِ سلاسل ہو نہیں سکتا

وہ کہتے ہیں جو ہے تو قہر تو کیا اسے ہوتا ہے
ترا دل میرے اراؤں کے قابل ہو نہیں سکتا

چاہتا ہے کوئی اب فتنہ دُوراں ہونا
ہوا اگر جو جمالِ رُخ تاباں ہونا
قہر آئے مرے دل پر کہ قیامت ٹوٹے
کیا چھپے راہِ غم عشق کہ چھپتا ہی نہیں
حُسن کا عیب نہیں دیکھنے دیتا مجھ کو
قتل پر کس لئے تلوار اٹھا سکا کوئی
تم سنو اور بھی جو زلفوں کو تو کیا ہوتا ہے
وہ مرا دم بھی تھیں یا دیں۔ یا بھول گئے
خود گلا کاٹ کے مر جائیں گے ہم اے قاتل
نیند آئے شبِ وعدہ تو مجھے کیوں آئے
دستِ وحشت سے ہمارے نہیں آتے اب تک
میں بچاؤں ہوا اُسکی پشیمانی سے
کسی صورت تو نظر دشت کی صورت آئے

حشر سے پہلے ہی دنیا میں نمایاں ہونا
سیکھ لیں آپ بھی آئینے سے حیراں ہونا
غم مگر اپنے کئے سے نہ پشیمانی ہونا
میرے منہ پر مری حسرت کا نمایاں ہونا
خوب آتا ہے تجھے اپنا تنگبیاں ہونا
میری شکل کو نہ ہوتا اگر آساں ہونا
اُنکی تقدیر میں لکھا ہے پریشاں ہونا
کبھی ہماں مجھے کرنا کبھی ہماں ہونا
شرم کی بات ہے شرمندہ احساں ہونا
خواب میں بھی نہیں یُورا ترا پیاں ہونا
جیب کو جیب گریباں کو گریباں ہونا
مجھ سے دیکھا نہ گیا اس کا پشیمان ہونا
اپنے گھر کا مجھے منظور رہے ویراں ہونا

او پھر قہر کے دل میں ترا اراں ہونا

یونہیں اراں کا دل سے ہنر کلنا دشوار

میں مجھ کو دیکھتا ہے وہ خود فروغ تھا
وہ دن بھی کیا تھا جب نہ سمجھتی نہ ہوش تھا
دیکھا تو آج ہے وہ ہمارے جگر کے پار
بھرتے ہیں ست دیکھنے والے کسی کیوں
رکھا ہے اسکو حلقہ کا گل میں کس لئے
خالی رہا نہ حسن سے عاشق کا سوک بھی
مڑا ہوں مر کے بھی کہ اٹھائی تھی اس تیغ
دیکھا کبھی ادھر۔ کبھی آہٹ سنی ادھر
ناصح نے چھپر چھپر کے سنوائی آہ آہ
ڈالی مے مزار پر آکر صبا نے خاک
رکھنے کو شمع مرقد مجنوں پہ بعد مرگ

بیدا نگہ نگہ سے طبیعت میں جوش تھا
مستی تھی۔ بخود ہی تھی جوانی تھی جوش تھا
ترکش میں کل جو تیرے زبیب جوش تھا
جلوہ فروغ تھا کہ کوئی مے فرد ش تھا
یہ دل تو پہلے ہی ترا حلقہ بگوش تھا
ماتم میں عند زبیب کے گل شمع جوش تھا
گیسو بھی ناز کی سے جسے بار دوش تھا
وعدے کی شب یہ مشغلہ چم دگوش تھا
ظالم مری خطا نیس میں تو جوش تھا
ورنہ اسے نصیب کساں قبر لوش تھا
اک داغ دل تھا وہ بھی چراغ غوش تھا

اے قہر جب سنائی تھی مجھ کو نوید وصل
کیا کیا پیامبر یہ گمان سروش تھا

آفت ہی اگر ہوتی۔ وعدہ ہی اگر ہوتا
دشمن سے جدا رہتے۔ تو دیکھ بھی تم لیتے
کیا وصل کی شب رہتا شغل اس کے سوا آنکو
ماتم مرے مرنے کا عشرت مرے جینے کی
زاہد کو یہ ارماں ہے۔ جو روں کو یہ حسرت ہے
کچھ ناز و فائ پر۔ کچھ قدر جفاؤں کی
چھینے کو مرے دل میں چلنے کو مے دل پر
کچھ درد جگر رہتا۔ کچھ دل میں سک ہتی
کیا ضبط سے ہو جاتا۔ کیا صبر سے بن آتی
وہ جسکی طرف ہوتا۔ سب اسکی طرف ہوتے

نفرت نہ اُدھر ہوتی۔ شکوہ نہ اُدھر ہوتا
اک شب نہ بسر ہوتی۔ اک دن نہ بسر ہوتا
یا فکر سحر ہوتی۔ یا ذکر سحر ہوتا
کیوں آپ گھر ہوتی۔ کیوں غیر کے گھر ہوتا
تیری سی نظر ہوتی۔ میرا سا جگر ہوتا
ہوتی تو اُدھر ہوتی۔ ہوتا تو اُدھر ہوتا
وہ تیغ نظر ہوتی۔ وہ تیرے نظر ہوتا
یہ چار پہر ہوتی۔ وہ چار پہر ہوتا
یوں بھی نہ بسر ہوتی۔ یوں بھی نہ گزر ہوتا
دُنیا ہی اُدھر ہوتی۔ وہ شوخ جگر ہوتا

وہ عشق میں کامل ہے وہ شوق میں پور ہے
کچھ کور کسر ہوتی تو ہسر کو ڈر ہوتا

زین سے ٹھک کر اگر آساں نہیں ملتا
مگر کسی سے کسی کا بیاں نہیں ملتا
ترا مقام ہی در دہناں نہیں ملتا
مگر جن میں مرا آشیاں نہیں ملتا
تھے کچھ اس میں دل بگناں نہیں ملتا
جو وقت خواب تھیں قضیٰ خاں نہیں ملتا
جگہ وہ کوئی ہے دل جہاں نہیں ملتا
ہارے آگے کوئی کا رواں نہیں ملتا
ہبت بھرا گراں کا مکاں نہیں ملتا

عز و ادب سے اُس کا نشان نہیں ملتا
ہراک زبان پہ میں حُسن و عشق کے تھے
دباؤں تجھ کو کہاں ہاتھ رکھنے سینے پر
مجھے خبر نہیں اسکی کہاں گری مجلسی
کسی پہ تھمت عشق رقیب سے حاصل
ہمارے دل سے شبِ غم کی داستان سنو
کر و خسرید تو بازار کی ہے کیا تخصیص
وہ تیز رو میں رہ عشق میں کہ منزل تک
پلٹ کے مجھ کو دیا یہ پیامبر نے جواب

جنابِ قہر کو رہتی ہے جستجو بیکار
کہاں نہیں ہے وہ جلوہ کہاں نہیں ملتا

در نہ یہ آساں تو ہے ایک آہ کا
میں کیا بتاؤں طور پُورا کیا نگاہ کا
اس ڈر سے یہ نہ فتنہ ہو نیچی نگاہ کا
بیدار و اجبی ہو ستم راہ راہ کا
نکلا ہے دل میں تیر تھا رسی نگاہ کا
چمکا کبھی ستارہ نہ خورشید و ماہ کا
کیا پاس بان ہے یہ تری خوابگاہ کا
نادان وہ مقام نہیں ہے پناہ کا
لڑتے ہیں آپ نام جب آتا ہے چاہ کا
نخست سیاہ جوڑ ہے زلف سیاہ کا

ہم کر رہے ہیں پاس تری رسم و راہ کا
وعدہ کیا کسی نے جو مجھ سے نباہ کا
چلتا ہوں دیکھ دیکھ کے ہر ذرہ راہ کا
ہم شوق سے اٹھائیں اگر کوئے دوستی
دیکھا ہے ہم نے چیر کے پہلو کو جس گھڑی
اندھے حُسن اُس رُخ روشن کے سامنے
پھرتا ہے کس لئے نہ کامل تمام رات
اے دل لے گی کوچہ قاتل میں کیا اماں
کیا چاہتا ہے کوئی لڑائی کے واسطے
یہ تیرگی میں کم نہ رہے گا کسی طرح

لیتا ہے کوں خاطر ناشا کی خبر
پھر جلے دل مرا تو محبت میں آئے لطف
کیا عشق بھی خطا ہے۔ وفا بھی قصور ہے
اپنی نگاہِ تہر سے عیش میں دیکھ کر
چھپنے کی چشم شوق سے حاجت نہیں ہی
پھر حشر کیوں بپا ہو۔ قیامت ہی کے کیوں

ہو خاک غم اُنھیں مرے حال تباہ کا
معلوم ہو اُنھیں بھی پلیٹس نگاہ کا
آخر گناہگار ہوں میں کس گناہ کا؟
منہ سی دیا کسی نے ستم کے گواہ کا
رشتہ عُدو ہے پردہ تری جلوہ گاہ کا
تو داد رس اگر ہو دل دادِ خواہ کا

لے تہر جب وہ تیغ نظر یا داگئی،
اک بار دل سے شور اُٹھا آہ آہ کا

غضب کا یہ تری چشمِ فُشو نگر میں اثر دیکھا
دعا بھی ہم نے کر دی تھی گلہ بھی ہم نے کر دیکھا
ادھر جس کو تنہا ہے کہ پھر اُنکی طرف کیوں
نکلے ہیں طرف داری کے پہلو تیری باتوں میں
مجھے نرم عُدو میں اُس یوں دیکھا ہر چھپ چھپ کر
لگا کر ہاتھ وہ کیا دیکھتے تھے باڑھ خنجر کی
مریض دردِ غم کا حال بد لاکبِ شبِ فرقت
تڑپ اُٹھا کلیجہ ابھی ہمارا اس تمنّا میں
مجھے تم دیکھ کر کیوں پوچھتے ہو حال کیا ہو
متناقل کی پھر بھی نہیں نکلی نہیں نکلی

ندیکھا پھر کسی کو اُس نے جب کو اک نظر دیکھا
نہ اس میں کچھ اثر پایا۔ نہ اُس میں کچھ اثر دیکھا
ادھر وہ اس پر بگڑے ہیں کہیں نے کیوں دھر دیکھا
اُسی کا ہو گیا تو بھی۔ تجھے بھی نامہ برد دیکھا
اسے بھی دیکھ کر دیکھا۔ اُسے بھی دکھ کر دیکھا
اُٹھائی جس نے اُسکی چوٹ اُسکا بھی بگڑ دیکھا
جو وقتِ شام دیکھا تھا وہی وقتِ سحر دیکھا
نزدِ دستِ تسلی جب دل بیتاب برد دیکھا
جب اتنا بھی ندیکھا تم نے تو کیا میرا سر دیکھا
بڑھایا حوصلہ قائل کا دم خنجر کا بھس دیکھا

وہ اکثر دیکھتے رہتے ہیں شب کو چاند کی صورت
جنابِ تہر نے پھر کیا کوئی رشتہ فہم دیکھا

کہیں کیا اپنے دل پر اس ادا کا کیا اثر دیکھا
جلایا پہلے باتوں سے مٹایا پھر نگاہوں سے
مرے دل میں نظر آئے ترے تیرے گھر لاکھوں

ادھر سے پھر کر منہ جب ستھر نے ادھر دیکھا
وہ طرزِ گفتگو دیکھی۔ یہ اندازِ نظر دیکھا
ترے دل میں اگر دیکھا تو اک دشمن کا گھر دیکھا

شبِ فرقت جو رور و کر مجھے تو نے دکھایا ہے
دلِ گم گشتہ کو یوں ہم نے ڈھونڈا کوئے جاناں میں
جہاں میں مرگِ عاشق کا یہ کیسا سوگِ یار
بتایا کوچہ جاناں - دکھایا چشمہ حیاں
رہا کس دن نہ رہا ہشتر میرے گھر میں ناوے
مراد لگے لگیں دزدیدہ نظریں غم نہیں لیکن
زین کو بھی پڑی اپنی فلک کو بھی پڑی اپنی
وہ جب منہ پھر کر بیٹھے - دکھا کر دل کہا میں
ہوئے پھر بھی نہ وجہ زندگی یہ جو برواں تک

وہ طوفاں کب کسی کی آنکھ نے اے چشمِ تر دکھایا
ہیاں دکھایا - ویاں دکھایا - ادھر دکھایا ادھر دکھایا
نہ ماتم ہی کہیں دکھایا - نہ کوئی نوحہ کر دکھایا
خضرِ مشکو بھی دنیا سے نرالا راہبر دکھایا
جو تم نے آج دکھایا ہے - وہ میں نے عمر بھر دکھایا
مجھے تو فکر اب یہ ہے کہ ان چوروں کو دکھایا
شبِ غم جب مرے نالوں کو ماؤں انز دکھایا
تمہیں جانو گئے - اب تم نے مری جان بگاڑ دکھایا
بہت کچھ جان دی ان پر - بہت کچھ انہر دکھایا

نہ پوچھے حالِ دل اور دل پہلو سے لے جائے
وہ جیسا ہے کہیں اے قہرِ ایا سفتِ بردکھیا

نرا یہ کب دلِ خانہ خراب ہو نہ سکا
جو تجھ پہ جان سے جا کر بھی جانِ تیرے ہیں
تھیں نہیں ہو جس اور بھی حسین ہیں گھر
نرا خیال ہے قاصد وہ میرے گھر میں
جگر بھی تھام لیا میں نے عشق میں پھر بھی
کوئی تو لاکے پلاتا حبابِ زہد کو
رہیں ہم انکی - ہمارے طرح وہ فرق ہیں
جو اس میں بھی تھیں آئے نظر تو بات یہ تھی
لے گی جگو منہ کتنے جرمِ الفت کی
ہم اپنے دل ہی میں تم سا دکھائے تجوین
نگاہِ شوق سے چھپ کر بھی چھپ سکے وہ کہاں

اے تو تجھ سے کبھی اجنباب ہو نہ سکا
جواب اٹکا کہاں ہے جو اب ہو نہ سکا
یہ جس ہو نہ سکا - یہ شبِ اب ہو نہ سکا
مجھے تو خواب میں بھی سگا اب ہو نہ سکا
سکوں تجھے دلِ پُر اضطراب ہو نہ سکا
مگر کسی سے یہ کارِ تو اب ہو نہ سکا
یہ انقلاب سے بھی انقلاب ہو نہ سکا
کہ آئینے سے تمہارا جواب ہو نہ سکا
حساب اٹکا جو روزِ حساب ہو نہ سکا
یہ کیا کہا کہ ہمارا جو اب ہو نہ سکا
حجاب میں بھی تو اس سے حجاب ہو نہ سکا

ستم شعار نے چُپ آنکھ کے کر دیا خاموش
ہماری باتوں کا جب کچھ جواب ہو نہ سکا

پھر آنکے رخ سے اسے ہو گئی قہر کیا نسبت
یہ ماہتاب اگر آفتاب ہو نہ سکا

اور کیا اُس سپہ کوئی تازہ ستم توڑ دیا
روزِ فرقت نے قیامت کوئی کم ڈھائی تھی
پھر مجھے آئے نئے کونسے وعدے کا یقین
وہ مری لاش پر اگر بھی تو یہ پوچھتے ہیں
یہ جفا کیسی ہے ظالم۔ وہ وفا کیسی تھی
اب تو دنیا سے بھی اٹکھاپنیں جانا ہم سے
توڑنا کیا ہے مرے دل کا جب آیا دل میں
غیر سے پاؤں لائے وہ کہیں جاتے تھے
کہ سنگترے بیمار نے دم توڑ دیا
حشر تو نے جو یہ مجھ پر شبِ غم توڑ دیا
تو نے جو عہد کیا کھاس کے تم۔ توڑ دیا
دم چڑایا ہے کہ دُبا نے دم توڑ دیا
اب کرم چھوڑ دیا۔ اور ستم توڑ دیا
اس قدر رٹو نے میں۔ اسے تیغ توڑ دیا
دے کہ ابرو میں کسی شوخ تیغ۔ توڑ دیا
جب برابر مرے آئے تو قدم توڑ دیا

یہ زمیں۔ ایسی زمیں۔ اور پھر اس میں لے قہر
وہ غزل آپ نے لکھی کہ ستم توڑ دیا

کیوں نظر سے کام لیں وہ ابرو نے خمدار کا
سُن لیا ہے جب سے مژدہ اس سے وصلی رکا
رُک کے چلتی ہے کبھی یہ چل کے رکتی ہو جی
جلوہ گاہِ ناد میں ہے اسکو غش۔ اسکو شکوت
دل کو ڈھونڈیں زلف میں یا گوشہٴ کلامن میں
رات بھر جاگائے ہم انتظارِ بار میں
دیکھئے میدان رہے آہ و نظریں کس ہاتھ
کر دیا ہے حشر کیوں برپا نگاہِ ناز نے
مُجھ کو حیرت ہے چھپا کیوں اُس سے میرا درِ دل
دار کرنا تیغِ ابرو سے تو آتا ہے تھیں
تیر سے لیں تیر کا۔ تلوار سے تلوار کا
ہاتھ بھر کا ہے کلجہا بھر کے بیار کا
پھر بھی قاتل دمِ غنیمت سے تیری تلوار کا
حال وہ بیہوش کا ہے۔ حال یہ ہشیار کا
اور کیا دلوں میں پتا ایسے خدائی خوار کا
ہائے وہ عالم ہمارے دیدہ بیدار کا
ہو گیا ہے مسد کہ تلوار سے تلوار کا
کیا کوئی آنکھوں میں تھا فتنہ تیری فگار کا
دیکھ کر صورت بتا دے حال جو بیمار کا
یو بھر اٹھ سکتا نہیں تم سے اگر تلوار کا

کیوں ابھی خاموش رہیے اور بڑھے انگزل
قہر صاحب آب کو توڑ انہیں اشعار کا

اور وہ اندازِ دل کش لٹ پٹی دستار کا
منظر آنکھوں میں دم ہے آخری دیدار کا
کیوں نہ مانے اک جہاں لوہا تری تلوار کا
حشر تو دن ہے کسی کے جلوہ دیدار کا
پیار کا۔ اطوار کا۔ رفتار کا۔ گفتار کا
چلتے چلتے دم اکھڑ جائے اگر تلوار کا
مانتا ہوں۔ واہ کیا کتنا مرے شہیار کا
قابلِ تنظیم ہے سایہ تری دیوار کا
ٹوکی ہے کس چمن کی۔ پھول کس گلزار کا
خیر کچھ اراں تو نکلا دیدہ خوبار کا

ہائے وہ ستانہ عالم اس بُتِ میخوار کا
پوچھتے ہیں حال کیا وہ عاشقِ بہار کا
کاٹتی ہے روزِ سرسوس بسیں کا۔ دیوار کا
حشر سے سب ڈر رہیں حشر سے ہم کیوں نہیں
سب طرح کے خوبڑیوں ٹوٹتا ہے سب کا لگ
خنجرِ ابرو سے میرا کام تم کرنا تمام
جلد یا بیہوش کر کے جلوہ دیدار سے
امیہ بھی فرطِ ادب سے پانویں رکھتا نہیں
نام کو بونے وفا۔ رنگ و فاقہ میں نہیں
ہ گیا تو بے گیا ہو کر لٹو دل مجس میں

قہر سے بے ہر کدینے پہ برہم ہو گئے
خوب یہ حیلہ نکالا آپ نے تکرار کا

تا بہترین گیا ڈورا مجھے تلوار کا
امتحان لازم ہے اس تلوار میں تلوار کا
ہکو یہ دعویٰ کہ ہم منہ بھیڑیں تلوار کا
آبلہ ہے ایک اک چھال تری تلوار کا
وہ تراہر بار مجھ پر تو لٹا تلوار کا
دار کرتے ہیں جیس تو حسن کی تلوار کا
رکھ دے اُسکے رُوبرو آبِ آئینہ تلوار کا
ہل ہے کیا روکنا چلتی ہوئی تلوار کا
لیکن احساں رہ گیا سر پر تری تلوار کا

ہجر کی شب کیا کہوں کیا حال تھا آزار کا
دار ہو اک آہ کا اک ہونگا ویا ر کا
انگو یہ دھڑکا کہیں مرنے سے یہ بھیڑے نہ منہ
گر مٹی خونِ شہیداں رنگ لاکر ہی رہی
وہ مرا گردِ مچھکا ناتیسے آگے بار بار
تم نے کیوں بٹھا جو خنجر تم نے کیوں ندھی ہر تیغ
دیکھ لے ہل ترا چہرے کے زخموں کی بہار
کر رہے ہو مجھ سے کیوں تاکید ضبطِ آہ کی
بوجھ سر کا ہم نے سر دے کر اُتار عشق میں

دیکھو اے قاتل و فاسقے ہیں اسکو اہل عشق
جس سے دریائے محبت پار کرتے ہیں شدید
ایک میں کیا قتل عالم کی تنہا ہو اسے

دَم نکلتا ہے مگر بھرتا ہوں دَم تلوار کا
گھاٹ ہے وہ کونسا وہ گھاٹ ہے تلوار کا
اُن سے کس بل۔ اُن سے دَم خُم کی تلوار کا

قہرِ شمشیرِ سخن تو آپ کے بھی پاس ہے
آپ بھی تو جانتے ہیں باندھنا تلوار کا

اِس تڑپنے۔ لوٹنے۔ مرنے سے حاصل کیا ہوا
نامہ و پیغام پر جھگڑا یہ اے دل کیا ہوا
آپ ہی نے چھین کر مجھ سے بلایا خاک میں
کیوں چھری پھرتی ہیں اب کیوں گلا کٹا نہیں
کل تو دیتا تھا ہیں تو بے طلب جامِ شراب
اُن کسی کا پوچھنا مجھ سے وہ ترکِ عشق پر
مار ڈالا مجھ کو اِس طرزِ جفا نے اد بھی
دیکھ کر آئینہ پہلے تو ہے وہ دم بخود
اِسے کیوں بگڑے ہو۔ کیا اِس میں بنایا تم کو جو
ایک پہلو چہین کا تھا وہ بھی اب باقی نہیں
میٹ گئی اُٹھتے ہی کس کے رونقِ زمزمِ نشا
مجھ سے کہہ دیتے کہ بل لیں گے ذرا سی بات بھی

میں نے تڑپا یا نہ قاتل کو تو بسل کیا ہوا
خطا کے پرنسے آئے اُڑ کر خط کا حال کیا ہوا
آپ ہی پھر پوچھتے ہیں آپ کا دل کیا ہوا
کیا ہوا وہ زور اے بازو قاتل کیا ہوا
آج وہ تیرا کرم ساقی محفل کیا ہوا
کیا ہوئی وہ آنکھ تیری وہ تیرا دل کیا ہوا
قتل کر کے پوچھتا ہو سب قاتل کیا ہوا
پھر کیا۔ میں آپ اپنے سے مقابل کیا ہوا
میں نے رتنا ہی پوچھا تھا۔ مراد ل کیا ہوا
بیقراری میں کلیجہ دل کے شامل کیا ہوا
عالمِ تصویر ہے محفل کی محفل کیا ہوا
وصل کا اقرار کرنا آنکھوں شکل کیا ہوا

دید یا دل دیکھتے ہی اُس بُت بے ہر کو
قہر کیلئے آپ کا وہ زعمِ باطل کیا ہوا

کیا کیا تم نے مرے دل کو اگر لوٹ لیا
دوستی بھی تو سگر کی قیامت نکلی
اُنکے کوچے سے یہ آواز چلی آتی ہے
یہ صفائی تری نظروں کی نرالی دیکھی

لوٹنے والوں نے اُس کا گھر لوٹ لیا
جسبہ کی اُس نے محبت کی نظر لوٹ لیا
ہاے دل لوٹ لیا کسے جگر لوٹ لیا
کہ ادھر آنکھ ملائی تو ادھر لوٹ لیا

میری آپس بھی عبت میری دعائیں قبول
اُنکی میناک نگاہیں کبھی حسالی نہ گئیں
اب کہاں دل میں کوئی بوند اُنو کی باقی
تیری رفتار نے اندھیرے میں رکھا ہے

کہ نگاہوں نے تری ان کا اثر لوٹ لیا
دل اگر میں نے بچایا تو بگر لوٹ لیا
تھا جو کچھ تو نے وہ اے دیدہ تر لوٹ لیا
جو ملا اُس کو سدا رہا بگر لوٹ لیا

قہر میں تھن کے پئے سیر جو نکلا ہے کوئی
ہر طرف سے یہی آتی ہے خبر لوٹ لیا

تو ذکر دل ہسم کو ناہم تما کر دیا
کیا تاشا ہے کسی کے جلوہ دیدار نے
اُنکے ملتے ہی خوشی سے مر گیا اُنکا مریض
آپ پر مرنا تو کوئی تو جلا تے کسو آپ
ہوسکیں گے غیر کیا اپنے کہ تیرے عشق نے
جو نہ دیکھے تھے حسین ہکو دکھائے وہ ہیں
میرے نالے سے چلے گا کیا کسی کا بانگین
دل نہ اب پھیریں گے کہ جانتے تھے یہ تو ہم
تو بلائے جاں بھی ہے غارتگر ایاں بھی ہے
اک تری کافر نظر نے ڈھائیں ہر تین

کیا کیا یہ اے ستمگر تو نے یہ کیا کر دیا
میری چشم شوق کو بھی اک تاشا کر دیا
وہ یہ سمجھے ہم نے اگر اسکا بچا کر دیا
آپ کو تو مرنے والوں نے سجا کر دیا
دل جو اپنا تھا اُسے بھی تو پرایا کر دیا
اُن کے شوق یہ کس کس سے شناسا کر دیا
چرخ کج رفتار کو بھی اس نے سیدھا کر دیا
پھر بھی جب وہ مل گئے اُن سے تقاضا کر دیا
اک شباب جس نے اب شکو کیا کیا کر دیا
درد پیدا کر دیا۔ آزار پیدا کر دیا

قہر یہ تم نے کیا کیا۔ نالے کر کے عشق میں
خود بھی رُسوا ہو گئے اُنکو بھی رُسوا کر دیا

نیا وہ کو لسا میرے عذو نے کام کیا
اگر تجھے جیت کا فر کسی نے رام کیا
پیا میرے ادا جب مرا پیام کیا
ادا ادا سے زمانے کی جان لی اُس نے
یہ کچھ ہم نے سنا یا کسی کو تھنہ جبر

جو آج آپ نے مجھک کر مجھے سلام کیا
ہزار کام کا اُس نے یہ ایک کام کیا
مجھے یہ رشک ہوا اُن سے کیوں کلام کیا
نگہ نگہ سے ستمگر نے متسل عام کیا
ادھر شرمع کیا اور ادھر تمام کیا

جنابِ عشق نے وہ بھی ہمارے نام کیا
 نہ اُس نے کام کیا کچھ نہ اس نے کام کیا
 کسی نے نام نکالا کسی نے نام کیا
 تمام دن اسی اُمیت میں تمام کیا
 مقیم کیوں ہے یہاں کس لئے مقام کیا
 وہی کلام ہوا پھر وہی کلام کیا
 جہاں سے کوچ کیا پھر وہیں مقام کیا
 ہیں تو پہلے ہی تو نے اسیر ام کیا

جو بچ رہا تھا زمانے میں آسماں سے ستم
 دُعا۔ دو کو امراضِ عشق میں ہوئی بُیکار
 جو ہم وفا میں۔ تو مشہور وہ جہاں میں ہوئے
 اب آئے حشر میں وہ اب ہوا مجھے دیدار
 وہ آگے دل میں یہ ارماں سے پوچھتے تو کبھی
 دوبارہ شکوہ دشمن پہ یہ کہا اُس نے
 تری گلی میں رہی اس طرح ہیں گردش
 بہا رباع کہہاں اور ہم کہاں ستاد

چلے بھی پھر تو یوں اٹھ کر اُس گلی سے چلے
 ٹھہر ٹھہر کے ہر اک کام پر قیام کیا

انگو ہوا بھی نہیں۔ مار گیا مار گیا
 ہاں مگر دیکھا جسے وہ مرثا مار گیا
 سامنے تیغ ادا کے جو گیا مار گیا
 مجھ کو تو رونا ہے دل کا۔ دل بڑا مار گیا
 مر گیا اپنی قضا سے آپ۔ یا مار گیا
 کو کہن کہسار میں مارا پھر مارا گیا
 کوئی چکر بھی نہ لے با دُشبا مار گیا
 خطا ترا گم ہو گیا۔ قاصد ترا مار گیا
 جو حسینوں کی ادا پر مر گیا مار گیا
 مر رہا جا کرواں۔ یاد دل مارا مار گیا
 یہ تو وہ رستہ ہے جو ہمیں چلا مار گیا
 کیا گیا تیرا لبِ جاں بخش کیا مار گیا
 مرثا۔ مرنے لگا۔ مرثا رہا مار گیا

میں تو مرنے ہوں کہ بے جرم و خطا مار گیا
 اک نگاہِ ناز میں کیا آپ کا مار گیا
 آشنا مار گیا۔ نا آشنا مار گیا
 جان کر جاتی تو آجھا تھا کہیں جاتی بھی جان
 پوچھتے ہیں قتل کر کے ہکو وہ ایک ایک سے
 حضرت دلِ عشق میں آوارگی ابھی نہیں
 باغ کے پھرے کہے لیکن قفس کے آس پاس
 غیر نے اگر وہاں سے یہ دیا مجھ کو جواب
 عشق کرنے کا دلِ مضطرب ہی انجام ہے
 کچھ مجھے معلوم ہو۔ تو میں بتاؤں منہ نہیں
 سر سلامت رہ نہیں سکتا طریقِ عشق میں
 تیری جنیش سے ہماری جان میں جانِ اگلی
 اس طرح میں نے محبت میں بسر کی زندگی

کیا عُدو پر آپ کا حق جفا مارا گیا؟

کھینچے اُس پر بھی خنجر لیجئے اسکی پھان

مٹی بیخِ ستم سے جی بچا کر جلد نئے
فہر بجیا رہ مگر۔ مارا پڑا۔ مارا گیا

کب دل سے تیرے تیر کا بیکان نکل گیا
خوفناں اٹھا دیا ہے کہ طوفان نکل گیا
کی آستیں رُفُو تو گریساں نکل گیا
دل میں جو تھا ہمار کا سامان نکل گیا
نیرا تو نام گردشِ دُور ان نکل گیا
ہم سے مہزار کوس بیابان نکل گیا
دل کیا جگر سے ناکب مرزاں نکل گیا
دس بیس میں جو ایک بھی ارمان نکل گیا

میں کس طرح کہوں کوئی ارمان نکل گیا
بُرم وہ میرے دیدہ گریباں پہ ہو گئے
ہلو کہاں تھی فرصت نظارہ ہمار
خوفِ خزاں نے داغِ جُٹوں ہی مٹائے
کیا جانے اہلِ عشق پہ کرتا ہے کون ظلم
ہم نامراد سیرِ چین ہی ہنسیں جُٹوں
کتاہے توڑا اس ترے چھوٹے سے تیریں
ہم نے اسی کو عشق میں سمجھا مراد دل

بیٹھے بٹھکے فہر کو اٹھلا یہ کیا جُٹوں
گھر سے جو آج شوے بیابان نکل گیا

اور یہ اُنکا نیا الزام مجھ پر ہو گیا
یہ نرا لہنا نہ ملنے کے برابر ہو گیا
آپ کے کہنے سے کیا کوئی سنگر ہو گیا
ہو گیا۔ ہاں ہو گیا۔ یہ عجباور ہو گیا
میرے دل کا فوق پیکر دلِ برابر ہو گیا
ورنہ کیا لطفِ ستم جب کئی تو گر ہو گیا
ہو گیا جو کچھ تم فرقت میں دل پر ہو گیا
اب قویہ دل آپ کا لے بند پڑ ہو گیا
وعدہ جب اُس نے کیا۔ وعدہ برابر ہو گیا
دیدہ تر فرقتِ سانی میں ساغر ہو گیا

سخت جانی سے مری بیکار خنجر ہو گیا
دیکھ کر تنج کو مراد دل اور مضطر ہو گیا
جب کہا میں نے سنگر کو وہ بولے۔ چہ خوش
مجھ سے الفتِ تھیں۔ دشمن سے نفرت ہے تھیں
اُسکو چھینچا یا اسی نے آستانِ بار تک
کرتے رہے گا کرم بھی مجھ پہ چھتے ہاں نہیں
ہو گئی جو کچھ جفا الفت میں مجھ پر ہو گئی۔
کیجئے لطفِ دکر م یاد کیجئے آزارِ دُشم،
ہاے کب آئی ہے میرا رحمت کو اہل
پڑ گیا اس سے چھلک کر اپنا آئو ایک ایک

تھی جو کیتائی کی شان چمن رکھتی رہ گئی، وہ پیشیاں سامنے آئینہ رکھ کر ہو گئیں

کیوں نہیں اے مہر تجھ کو خانہ دیرانی کا غم
کیا کسی بے مہر کے دل میں ترا گھر ہو گیا

پورا ہزار میں جو اک ارمان ہو گیا
پوشیدہ راز تو کسی غنچہ ان ہو گیا
کیا یہ بھی بے وفا ترا بیمان ہو گیا
دست مجنوں ہی میرا اگر سب ان ہو گیا
کیا حال میرے دل کا مری جان ہو گیا
میں خود ہی شکوہ کر کے پشیمان ہو گیا
دیران کر گیا ہے کہ دیران ہو گیا
میں تم سے دل بلا کے پریشان ہو گیا
دل میں ہمارے ادب ہی سامان ہو گیا
میں اپنے اس نصیب کے قربان ہو گیا
بخشا جو تو نے جرم تو احسان ہو گیا
میں کیا دل رقیب کا ارمان ہو گیا
آئینہ بھی تو ان کا نگہ بان ہو گیا
میں کیا بتاؤں کیا مرا نقصان ہو گیا
تیرا نگاہ دل میں جو ہسان ہو گیا
کیونکر کہوں کہ گھر مرا دیران ہو گیا

میں اُس پہ دل سے جان سے قربان ہو گیا
گو دل میں ضبط گریہ سے طوفان ہو گیا
کیوں دم کا توڑنا مجھے آسان ہو گیا
آخر کو رہتے رہتے گریبان کے قریب
بیکان کو دیکھتا ہے اسے دیکھتا نہیں
کرتے ہیں عذرِ جوہر سے کیوں آپ منغل
یہ میں ہی جانتا ہوں دلِ خانہاں خراب
ہوتا ہے دل تو ہوتا ہے انسانِ مطیع،
آتے ہی اُنکے اسکی بھی صورت لگئی
میرے نصیب میں غم جاوید بھی نہیں
گردن اٹھی نہ پھر بھی گنگا ر عشق کی
وہ کیوں نکالتے ہیں مجھے بزمِ ناز سے
جب دیکھو اسکو ہے رُخِ روشن کے سامنے
اپنی نگاہِ ناز سے تم کیوں نہ بوجھ لو
نکلا نہ پھر کبھی مرے ارمان کی طرح
آباد کیسی ہے یہاں تو شبِ فراق

اندھے مہر آپ کی جا دو بیابان
جو شعر کہ دیا مجھ ہی دیوان ہو گیا

ردِ لبِ بائے موحده

دل سے ہٹاؤ ہاتھ تو کہہ دوں یہاں ہے اب
 پہلے جو آسمان تھا وہی آسمان ہے اب
 یہ بھی تو سوچو چاہئے والا کہاں ہے اب
 کیا آپکے ذہن میں عُد و کی زباں ہے اب
 تیری زباں سے میری جھاکلیاں ہے اب
 وہ مجھ سے بوجھتے ہیں ترا دل کہاں ہے اب
 سمجھے کہ زلزلے میں ہمارا مکاں ہے اب
 جھکو خبر نہ تھی کہ مرا امتحان ہے اب
 اُسپر فریبِ حالِ عُد و آسمان ہے اب
 وہ دلولہ۔ وہ شوق۔ وہ حسرت کہاں ہے اب
 میری طرح عُد و بھی مرا بگیاں ہے اب
 ہر دم ہمارے لب پہ فغاں ہی فغاں ہے اب
 یہ کیوں نہ کہہ دیا کہ ترا امتحان ہے اب
 جس گل کو دیکھتا ہوں برگِ زار ہے اب
 اپنی وفا پہ تیری جھاکا گمساں ہے اب
 بیتاب ہیں یہاں ہوں مضطرباں ہے اب
 کوئی نشان نہیں ہے۔ بس اتنا نشان ہے اب

یوں کہ رہے ہو دردِ ترابے نشاں ہے اب
 کیوں لطف کے عوض ستمِ ناگماں ہے اب
 کہتے ہو یہ کہ حُسن کا سودا کراں ہے اب
 پہلے تو بات بات پہ یہ گالیاں نہ تھیں
 یہ کہہ کے چُپ کیا مجھے ظالم نے روزِ حشر
 مٹھی عُد و کی باندھ کر اپنا دکھا کے ہاتھ
 اس ڈر سے وہ نہ آئے دلِ بیقرار میں
 تنگیں دے کے وہ تو بڑی چال کر گئے
 روتے تھے ہم تو ایک ہی دشمن کی جان کو
 تم سے ملے تو خاک میں سب لطف مل گیا
 دیکھی ہے بزمِ ناز میں کوئی تو ایسی بات
 زندہ تھا دل تو مرنے کی تھی آرزو میں
 دیتے ہم آنکھوں کی طرح اپنی جان بھی
 نیزنگی جن سے چمن کا یہ رنگ ہے
 بے چین کرتے رہتے ہیں اسکے سُلوک بھی
 اسکو بھی ہجرِ غیر نے مجھ سا بنا دیا
 ہم مریٹوں کی قبر نہ پامال کیجئے

اے ہر لاک بھی ہے اُسے کچھ لگاؤ بھی

ناہراں جو تھا کبھی - وہ ہراں ہے اب

بن گیا ہے مری تقدیر مگر جامِ شراب
 نظر آتا ہے بھے وقتِ سحر جامِ شراب
 ہیں چمکتے ہوئے یہ دیدِ تراجامِ شراب
 کر لیا تو نے بھی پتھر کا جگر جامِ شراب

میں ہوں گردش میں ادھر اور ادھر جامِ شراب
 رات بھر کے لئے وہ جشنِ جھامے خانے کا
 اے فلک یا دین اُن مست لگا ہوئی مجھے
 رحم ساقی کو نہ آیا - تو نہ آیا - مجھ پر

سیکدے سے نہ تعلق ہے نہ ساقی سے سخن
جب سے آنکھوں میں سالی ہیں وہ بدست آنکھیں
میں اُدھر پھرتا ہوں پھرتا ہی جدھر جام شراب
ہم نے دیکھا ہی نہیں بھر کے نظر جام شراب

حضرت قہر کا ایمان نہیں جاسکتا
تو یہ کر لی ہے۔ پیا بھی ہے اگر جام شراب

ہیں تو پیاری وہ ادا ہیں سب کی سب
قہر ہیں اُن کی ادا ہیں سب کی سب
وہ نامیں بات۔ یہ ہے اور بات
اس لئے زندہ ہوں میرے بعد انھیں
اُن اداؤں سے بجائے جان کون
ایک بھی دشمن کی قسمت میں نہ تھی
کیا نزاکت۔ کیا شرارت۔ کیا حیا
رحم مجھ پر اُن کو آپ آجائے گا
تیر بن جائیں گی ظالم کے لئے
جب سنا یہ بند ہے بابِ قبول
کس طرح دل میں سائیں سب کی سب
یہ جنائیں۔ وہ جنائیں سب کی سب
کر تولیں ہم التجائیں سب کی سب
رنج دیں گی یہ وفا ہیں سب کی سب
بجلیاں دل پر گرائیں سب کی سب
اگلیں مجھ پر ہی بلائیں سب کی سب
کھلب گلیں دل میں لائیں سب کی سب
ہو چکیں گی جب جنائیں سب کی سب
درد مندوں کی صدائیں سب کی سب
ہو گئیں آہیں دعائیں سب کی سب

تم نے چاہا۔ تم نے چھڑا اسکو قہر
ہیں تمھاری ہی خطائیں سب کی سب

ہر گھڑی رہنے لگا ہاتھ میں خنجر کیا خوب
بن بھلو بن بھلو کہ نکل جائے نہ ہاتھوں سے مزاج
آپ کو میری کسی بات کا آئے نہ یقین
طعن اسے سمجھوں کہ تعریف بھلا کیا سمجھوں
ابھی راہی تھے۔ ابھی ہو گئے مجھ سے ناہن
اس کا منہ دیکھو۔ ذرا اس کا کلیجہ لکھو
زلزلت برہم بھی نہیں جس سے سنواری جاتی
ہو گیا نام تراشوخ ستم کیا خوب
تم تو آپ سے ہوئے جاتے ہو یا کیا خوب
اُدھر بھگو سخن آپ کا باور کیا خوب
وہ کہے جاتے ہیں ہر بات کو ستم کیا خوب
بات کرنے میں بکڑ جاتے ہیں تو کیا خوب
انکھ نہ رہنے لگا اُن کے برابر کیا خوب
وہ اٹھاتے ہیں اسی ہاتھ سے خنجر کیا خوب

قہر کچھ زور ہے۔ اُٹھئے۔ نہیں بلتا کوئی
آپ تو بیٹھے ہیں دھٹا دئے در پر کیا خوب

یہیے دل سے پہلے جانِ رقیب
تم بڑھاتے اگر نہ شانِ رقیب
محب کو تم پر بھی ہے گمانِ رقیب
بل بچا اب تمہیں نشانِ رقیب
بند ہو جائے گی زبانِ رقیب
ہے سیراہ کیسا مکانِ رقیب
ہے یہ کیا خوب چستانِ رقیب
قول میرا نہیں بیانِ رقیب
سُنیے اب مجھ سے داستانِ رقیب
کیوں نکالی کئی نہ جانِ رقیب

ہو جو منظور امتحانِ رقیب
پوچھتا کون اُسے زمانے میں
اس قدر میں ہوں عشقِ بینِ مطن
میری آہوں نے کر دیا برباد
کیا وہ کھولے گا منہ مرے آگے
آتے آتے کدھر گیا کوئی ؟
آپ کا دوست ہے۔ مراد مثن
میں بھڑوں مجھ سے تو خدا سے بھڑوں
آپ تعریف کر چکے اُس کی؟
ایک عالم کی جان لی تم نے

قہر اسی بات پر وہ بگڑے ہیں
کیوں کہسا اُن کو ہر بانِ رقیب

ردیفِ باے فارسی

وہ چلے آئیں گے کچھ کمرے گھر آپ سے
پھر گئی دیکھنے والی نظر آپ سے
آپ ہی آپ اُدھر اُدھر آپ سے
اُبھر آئیں گے مرے داغِ جگر آپ سے
دل ہوا ہے ہر دے تیر نظر آپ سے
دل کی ہوتی ہو اگر دل کو خیر آپ سے
تغ اُٹھتے ہی جھکا ہے مرا سر آپ سے

جذبِ الفت جو دکھائے گا اثر آپ سے
دِمْ نفا رہ بھیے ہیں وہ جدھر آپ سے
ہو گیا عشق و محبت کا اثر آپ سے
آپ رکھیں تو سہی ہاتھ مرے سینے پر
اُس نے کیا تڑنگا ہوں سے اُدھر دیکھا ہے
حالِ غم کی مرے ہوتی نہیں کیوں اُگنہ خبر
دیکھ متاقل رہِ تسلیم اسے کہتے ہیں

وہ چھپاتے ہی ہے اور یہ مشہور ہوئی ،
 شرم سے نیچی رہیں گی وہ نگاہیں کب تک
 جس قدر خاک اُڑائی تھی وہاں ڈھیر ہوئی

کیوں بگڑتے ہو تمہیں قہر نے کب دیکھا ہے
 اچھی صورت یہ تو بڑتی ہے نظر آپ سے آپ

کام لیتے ہی نہیں کچھ اپنے احسانوں سے آپ
 لطف جب ہے ایک کی نیچی نظر ہو ایک سے
 میں نے پھیرا نگہ زلفوں کو تو وہ کہنے لگے
 پاس رہنے میں بھی ہو جاتا ہے الفت کا اثر
 غیر بھی انساں ہیں کچھ وہ فرشتے تو نہیں ،
 آئے دل میں تو ارا مانوں کو میں نصت کاں

کیوں جناب قہر اسکو دیکھ کر گھبرا گئے
 کام لیتے کچھ تو اپنے تازہ اوسانوں سے آپ

کیا جوانی نے سنوارا رنگ روپ
 ہو گئی بت کو رقیبوں کی نظر
 کیوں نہ دیکھوں چاند سورج کی طرف
 میری نظروں میں وہ عالم کھپ گیا
 ہے جوانی کی جوانی تک ہمارا
 اپنی صورت پر تصدیق تم بھی ہو
 کیوں نہ آئے پیارا تجب کو دیکھ کر

رنگ لایا ہے تمہارا رنگ روپ
 ٹٹ گیا محفل میں سا رنگ روپ
 مانگ لائے ہیں تمہارا رنگ روپ
 بن گیا آنکھوں کا تارا رنگ روپ
 انہیں سکتا دوبارہ رنگ روپ
 تپہ صدقے ہے تمہارا رنگ روپ
 پیاری صورت پر پیارا رنگ روپ

کہہ رہا ہے اُنکا چین آج ہمارا
 دیکھنا اک دن ہمارا رنگ روپ

رَدیفِ تائے فوقانی

نزلے آپ ہیں۔ ہے آپ کی نرالی بات
اُسی کی بات ہے جس نے تری اٹھالی بات
یہ ایسی بات ہی کیا تھی جو تم نے ڈالی بات
مگر ہمیں نے انھیں چھپ کر بڑھالی بات
عُدو کے ہجر کا افسوس کر کے ٹالی بات
اُدھر پہنچ گئی منہ سے اُدھر نکالی بات
تمہارے ہونٹ ٹھہرے اور ہم نے پالی بات
کہ ہو کے رہتی ہے آخر کو ہونٹ پالی بات
خدا نے خیر کی۔ بگڑی ہوئی بنالی بات
بڑی ہی گھات سے ہم نے ہاں جالی بات

کبھی نہ آپ نے کی بانکپن سے خالی بات
تم ہے تیرے لئے کھیل اور گالی بات
جو دل دبا تھا تو اپنا جگر بھی دیدیتے
وہ چپ تھے مغل دشمن میں کوئی بات نہ تھی
سوالِ وصل پہ ظالم نے کس صفائی سے
آہی اُنکے فرشتے تو میرے ساتھ نہیں
خدا کے واسطے انکار وصل سے نہ کرو
نہو سکے گا کسی کے کئے سے کچھ ناصح
تری نگہ نے اڑا ہی لیا تھا دل میرا
عُدو کے بھیس میں سب حالِ ذوق و شوق کیا

وہ سوچ کر بھی کسی کا جواب دے نہ سکا

جنابِ قہر نے ہر بات میں نکالی بات

”رہ گئی ساتھ ہی گلزار کے گلزار کی بات“
بات بھی تیغ کی۔ پھر تیغ ہستمگار کی بات
جانتی ہے وہ تری شوخی رقتا ر کی بات
اِس نے بازار میں رکھی ہے خریدار کی بات
پہلے پوچھ تو ذرا اپنے گرفتار کی بات
بات اقرار کی ہو جانی ہے انکار کی بات
کیا اُدھر سننے تھے بیٹھے ہوئے یار کی بات
آئے دن جائے گی دریاں دلدلار کی بات
بس جی ہیں ہم نہین کے کوئی نکار کی بات

بھوٹنے کی نہیں یہ مُرخ گرفتار کی بات
دل میں کیوں زخم نہ ڈالے بگڑار کی بات
پوچھ لے چل کے بتا دے گی قیامتِ مجبور
دل ہی ٹھہرا ہے تری ایک نظر کی قیمت
پھانس کر زلفِ دلِ زار کوئل کی پھر لے
کر کے بیان وہ جس وقت کُرجاتے ہیں
کچھ کہا میں نے تو منہ پھر لیا کیوں تم نے
روز جگر بڑے جو اسی طرح رہیں گے تجھ سے
شکوہ غیر کیا جب تو کہا مجھ بگڑا

کیوں نہ مسرور ہو۔ مضرور ہو۔ وہ لے ساقی
وہ جگا کر مجھے آنکھوں سے مٹے ہیں اوجھل
کیا کریں کرتی ہے آنکھ تو محبت مجبور
جبر میں وہوم مچائے کوہِ اکنا ہے
جب بٹھا ہے مٹھائے ہیں جہاں سے لاکھوں

ایک ساغر سے بنے جب کسی بنوار کی بات
خواب میں بھی جو ہوئی کبھی دیدار کی بات
اُسے ڈالی نہیں جانی کبھی اغیار کی بات
ہے زمانے سے نرالی مے غنوار کی بات
کبھی بچی نہ پڑی خنجر دیدار کی بات

قہر دل سے جو اسے لوگ پڑھیں اوریں
ایسی کیا تیری غزل ہے کوئی اخبار کی بات

تھی قیامت کی بقراریات
چشمِ بیمار کے تصور میں
یہ خبر آپ کو بھی ہے کہ نہیں
باد ہے وصل کا سماں اب تک
کوئی کونکر جئے گا فرقت میں
کی سحر تو نے مشمعِ رور و کر
تم رہو شاد ہم رہیں ناشاد
وہ نہ آئے تو ہم نے فرقت میں

بات دل پرنا ہے ساریات
دل بیمار پر تھی بھاریات
کوئی گرتا تھا آہ و زاریات
وہ شہانی و پاری پاریات
دن چھری ہو تو بکٹاریات
یوں گزاری گئی گزاریات
اک ہماری ہو پاک تھاریات
کیا کہیں کس طرح گزاریات

قہر کو دیکھ کر کہا اُس نے
آپ رہتے کہاں ہیں ساریات!!

اب نہ دینا مجھے غم بارِ دگر، جگر کی رات
اور ہوتا ہے برادرِ دگر، جگر کی رات
موت سے کم نہیں ایک ایک گھڑی سیر لے
وہ تولے دل کے ہنسنے ہوئے اغیار کے گھر
میں شب وصل یہ اتر کے کہا کرتا ہوں
سرنگوں غم سے ہوں یا مجھ پر فلک ٹوٹ پڑا

تو ہی جانے گی پھر آئی جو ادھر جگر کی رات
شام سے کرتے ہیں مہر کے سحر جگر کی رات
جان آجائے وہ آجائیں اگر جگر کی رات
تیرے نالوں نے کیا خاک اگر جگر کی رات
بھول کر اب کبھی آئے نہ ادھر جگر کی رات
کہ اٹھائے سے بھی اٹھتا نہیں سحر جگر کی رات

وہ اُدھر جانے نہ پائے یہ ادھر آہو پئی جیسے باندھے ہوئے بیٹھی تھی کمر بھر کی رات

قہر کیوں ایسے پریشان ہوئے جاتے ہو
آخر انسان ہی کرتے ہیں بس بھر کی رات

کچھ صبح محبت تو نہیں شام محبت
یہ کام بڑا کرتے ہیں ناکام محبت
جس نے بھی چھوٹوں پیا جام محبت
دشمن کو مبارک ہے آرام محبت
اللہ سے۔ اللہ سے۔ آرام محبت
کتا ہوں حکم تمام کے بدنام محبت
اُونچا ہوا بھی اور ذرا با محبت
رہ جائے گا دنیا میں فقط نام محبت
یہ رنج محبت ہیں یہ آلام محبت
بدنام نہ ہو جائے کیس نام محبت
کہنا ہے کسی سے اُسے پیغام محبت

آغاز میں کیونکر کھلے انجام محبت
دہم دیتے ہیں گھٹ گھٹ کے تہ دام محبت
سمجھ کوئی کیا اُسکو سے آسام محبت
ہم عشق میں تکلیف اٹھا کر ہی جیتے
ہر وقت مری یاد میں دم ہیں نظر میں
جب پوچھتے ہیں مجھ سے وہ کیا نام تھا
اغیا ہو بیچ جائیں نہ گر پڑے ہانک
عاشق بھی کہ معشوقوں کوئی نہ رہے
عاشق جو کسی پر ہو تو معلوم ہوں نام
اُس طرح کروں ترک فاجعلو بیٹھے
ابتدا اثر دے مے قاصد کیا ہیں

پھر نہ کیوں پھیر کے ہر بات یہ سنئے
معشوق کی گالی تو ہے دشنام محبت

جی ہاں بجا درست ہے۔ جی ہاں بجا درست
میں نے ہی دل میں تھے یہ کہاں بجا درست
ہاں میں کہو تو کہ دوں کہ ہاں ہاں بجا درست
میرے ہی گھر تو آئیں گے مہاں بجا درست
تم تو نہیں سچاں کے خواہاں بجا درست
دل اور دل سے نکلے یار ماں بجا درست
کہتا ہوں ہاتھ باندھ کے۔ جی ہاں بجا درست

نگو ہو میرے بلنے کا ارماں بجا درست
چھجی نہیں ہیں آپ کی مزگاں بجا درست
تم اور مجھ سے وصل کا پیماں بجا درست
نکلے ہیں اپنے گھر سے وہ میرے ہی واسطے
سچ ہے وہ تم پہ آپ ہی قربان ہو گئی
تم اور تم سے ہو مجھے اُمید وصل کی
باس ادب سے حضرت نا صبح کی بات پر

ہو اُن سے میرے درد کا درماں بجاؤ رست
تھم جائیں میرے دیدہ گریاں بجاؤ رست
تیرا غدو سے وصل کا پہلاں بجاؤ رست

مکلیف آسان سے کرتے ہیں کیوں مسیحؑ
روگوں جو اشک ناصح ناداں تو فائدہ
بھڑ سے وفا دہر کے وعدے غلط دروغ

اے قہر کچھ وہ کہتے تو کھلتا بھی حالِ دل
تکیہ کلام اُنکا رہا۔ ہاں۔ سجاؤ رست

شکلیں یہ ہیں تو ہو جائیں گے قربان بہت
حسرتیں ل میں بہت ہیں ابھی آراں بہت
جا کر ادا و ساں ہے ہیں مے و ساں بہت
کہ کھٹکنے کے لئے ہیں ترے پیکان بہت
حضرت خنجر نے چھانے تو بیان بہت
دیکھ کر مجھ کو وفاؤں سے پشیمان بہت
اُس سے اچھے نظر آئے مجھے انسان بہت
جان کر تم تو بنے جاتے ہو انجان بہت
میرے سر پریش شبِ وصل کے احسان بہت
آپ ہی آپ ہو آئینہ حیدر ان بہت
آپ آتے ہیں نظر آج پریشان بہت

جان کھوتی ہے ترے عشق میں آسان بہت
اٹھ کے تم صبح شب وصل کہاں جاتے ہو
پاؤ پر اُن کے گرائیں جو گرا غش کھا کر
کیوں نکلتا نہیں اب خاں رتنا دل سے
واہی عشق کی راہوں سے خبر دامنیں
وہ سنگمرغ ستم سے کہیں تو یہ کر لے
خُلد میں محو کی جانب ہو شمش کیادل کو
کیا کہا بھر کہو۔ ارمان تمہارا کیا ہے
ہجر کے دن کی مصیبت کو اٹھاؤں کس پر
دیکھ کر اُنکو نہ کہتا ہے نہ کچھ سُنتا ہے
کیا ہوا زلف سے اُلجھے کہ لڑے دشمن سے

وصل قسمت میں لکھا ہے تو نہیں غم اے ہر
خود بخود دہلنے کے ہو جائیں گے سامان بہت

رویت تائے ہندی

ایک ہی دار میں دو چار کو مارا جھٹ پٹ
جان لینی ہے تو لے لے تم آرا جھٹ پٹ
فیصلہ کیجئے لاشد ہمارا جھٹ پٹ

اُف ترے خنجر اُبرو کا اشارہ جھٹ پٹ
روز کے جور اٹھائے دلِ محزون کب تک
یا تو دل پھر بیٹے یا دیکھے دل کی نعمت

دستِ مڑگاں انھیں دیتا جو نہارا جھٹ پٹ
بھر کا دن بھی کبھی تو نے گزرا جھٹ پٹ
اُس نے گھبرا کے رقیبوں کو گارا جھٹ پٹ
سوزِ غم کا کہیں نہ جھٹتا ہے نہ سرا جھٹ پٹ
تم بناؤ تو بنے کام ہم ہمارا جھٹ پٹ
پھر بھی خواہش جو کہ نہ ہوں ہمارا جھٹ پٹ
دفن کر کے بھی کیا تم نے کنارا جھٹ پٹ
کر لیا دیکھنے والوں نے نظارا جھٹ پٹ
میری تہمت نے مجھے پارا اٹا جھٹ پٹ

گرتے ہی خاک میں کیوں اسٹک ہارے پٹو
وصل کی رات تولے چرخِ کٹی باتو نہیں
مخلِ ناز میں قدموں پہ گرامیں جو کبھی
غم بھر جلتے ہیں اس آگ میں جلنے والے
غم جو گہلو تو گہلو جیسے زمانہ فوراً
حسرتِ قتل تم سے گشتوں کی المذاشد
میری میت پہ بھی تم آئے بڑی بیکے بعد
جھکی جلوے کی جو اُس وزنِ در سے بجلی
بحرِ اُلفت کا کنارا تھا بہت دور گرو

قہر سے مہر کے برتاؤ تو برسوں نہ کئے
ہو گیا غیر مگر آپ کا پسرا جھٹ پٹ

یہ دیکھ چارہ گر ادھر آئی اُدھر کی چوٹ
دیکھ اگر کوئی تو دکھاؤں جس کی چوٹ
ٹھہر اچٹ کے آگئی دیوارِ در کی چوٹ
دل ہی اٹھائے گا نگہِ قندہ گر کی چوٹ
کیا میرے دل کی چوٹ بھی جڑے کسی چوٹ
خالی گئی نہ کوئی تھا رسیِ نظر کی چوٹ
حس سے لگے کسی کے نہ دل پر ٹپکی چوٹ

دل کی دبی تو ابھری ہا سے جگر کی چوٹ
یوں کیا بناؤں کسی ہے تیر نظر کی چوٹ
پھوڑا کسی سے سر کبھی پھوڑا کسی سے سر
اُلفت میں اور کون کرے گامِ مفاہلہ
فرما دو نہیں ہوں جو طیار ہو چارہ گر
دل میں ہے اسکا دغم جگر میں جو اسکا طغ
واعظا پھر ایسی بات کے کہنے سے فائدہ

دل میں بٹھا کے ناوکِ مڑگانِ یار کو
ہم نے اٹھائی قہر یہ اک غم بھر کی چوٹ

ردیفِ تالے مثلثہ

یہ تراشوقِ تری مہٹ ہو دلِ ذاریت

اُس جنا کار سے ہے وصل کا اصرارِ عبث

جب اسے جانتے ہو تم کہ ہے بیکار عیث
 نادرک باز کے سہل یونہیں مرجائیں گے
 دل ہی رکھنا نہیں آتا جو کسی کام کو
 قہر و زہر جزا کو ن مئے گناہ صبح
 اس سے ہوتی ہے مریضانِ محبت کے شفا
 کوئے اُلفت میں نہیں ٹوٹ جاتے ہیں
 حور کوثر پہ تو تم جان دیئے دیتے ہو
 چشم عاشق سے ملے دیدہ عاشق سے
 جب یہ عادت ہے کہ تم وعدہ کر داور
 دشمنوں سے کبھی ہو گئی نہ وفا یاد ہے

پھر وفا تم سے کرے کوئی وفا دار عیث
 ان غریبوں پر اٹھاتے ہیں وہ تلوار عیث
 دل کے گاہک ہو عیثِ دل سے بڑا عیث
 آپ ہونے ہیں اسے کئے گنہگار عیث
 لوگ کہتے ہیں تری آنکھ کو بیمار عیث
 تم دکھاتے ہو انھیں شوخی رنتار عیث
 زائد ہے مے و معشوق سے انکار عیث
 چھپتی بھرتی ہے دلوں میں نگہار عیث
 کر لیا کرتے ہو پھر وصل کا اقرار عیث
 منہ لگایا ہے انھیں آپ نے بیکار عیث

کوئی مصرع نہیں معیارِ محبت سے الگ
 منتخب کرتے ہیں وہ ہر کے اشعار عیث

یہ کیوں ہے ظلم مجھ پر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
 بھی تیری میں سے ہم نے بل مئے نہیں دیکھے
 مے دل کی تنہا تو نہیں ہے ہر خاموشی
 کبھی بھولے سے تم نے ہاتھ رکھ کر سے پیسے پر
 انھیں میں دیکھ کھیراں۔ مجھے وہ دیکھ کھیراں
 عدویٰ بزم میں جاتے ہو ہسائے میں آتے ہو
 جو کچھ بھر پر محبت میں گزرتی ہو۔ گزرتی ہے
 زبان سے حرفِ مطلب قیدیوں کے نکالا تھا

بتا تو لے سنگر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
 کھٹے رہتے ہیں خگر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
 وہ چپ ہیں سنگر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
 بچھا کیوں ہو مضطر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
 نہیں ملتا کسی پر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
 نہیں ہر مے بھر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
 کہوں اے بزرگ پر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث
 چھری کا اڑ پھر پر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

کو اے قہر اُلفت میں تھا را حال کیسا ہے
 رہا کرتے ہو مضطر کیا سبب کیا وجہ کیا باعث

ردیفِ جیم تازی

جب کل کی تمہاری ہنگامیں نہ ہیں آج
ہم تار گئے و تری نظریں ہی نہیں آج
چھٹکتی ہے کوئی آپ کے کوپے کی زین آج
میں اور کہیں دل ہے مرا در کہیں آج
لباسے تو مانگوں کسی زناہ کی جس آج
ہاں منہ سے نکلتی ہے تھائے کہ نہیں آج
یہ دل بھی ہمارا ہے سلیمان کا بیگس آج
کرتے ہیں سرسرات کی تسکایت بھی آج
جس روز گئے ہم تو سنا گھر میں نہیں آج
وہ میرے فری آج نہ دل سے قریں آج
ہونا ہے جو کل حشر میں بوجائے ہیں آج
بیٹھے ہو بڑی ہیر سے کیوں جین نہیں آج

کیا وعدہ فردا کا مجھے آئے یقین آج
دشمن نے کیا ہے تم سے کچھ ذہن نہیں آج
مکلیں گے تو ہم مر ہی کے نکلیں گے یہاں
کیا تفرقہ ڈالا ہے محبت نے ابھی
کرنے ہیں کچھ اُس بُت کو مجھے شک کے سمجھ کے
میں حشر میں دل اپنا طلب کر کے تو دیکھوں
کندہ بس اسی پر ہے ترافشِ محبت
مانگی تھیں دُعائیں تری شوخی کی ہیں نے
ہے آپ کے ملنے کا کوئی دن بھی مقرر
دُہرا شبِ فرقت ہے الم جانِ حزیں پر
بارِ بمرے آنکے لئے کیوں آئے قیامت
کیا تم اسی خنجر سے مجھے قتل کرو گے

وہ قہر تھا جس نے تم سے آزار اٹھائے
اب ناز اٹھائے کوئی اتنا بھی نہیں آج

اور دنیا میں نہیں کیا نازیں نازِ مزاج
اور میں پھر دل نہیں کیا نازیں نازِ مزاج
حسرتوں کی میں نہیں کیا نازیں نازِ مزاج
ہے نگاہِ شکنجہ کی نازیں نازِ مزاج
ہم نے دیکھے ہی نہیں کیا نازیں نازِ مزاج
اس مکانِ کربو کی کیا نازیں نازِ مزاج
کیا حسین کیا چہرہ کی کیا نازیں نازِ مزاج

ہو نزلے اک نہیں کیا نازیں نازِ مزاج
پھرتے ہیں آنکھوں میں بھرتے ہیں نگاہِ شوق میں
وصل میں پاسِ نزاکت سے نکلتا قہر تھا
جھجک گئی جس وقت پھر جھجک کو ٹھنہتی نہیں
قتل پر کیوں تیغ اٹھائے میتِ دل ہے تھیں
جانِ مکی جسم سے تو بھر نہ آئی جسم میں
ہم نے دیکھے ہم نے چاہے ہم نے نہ تھے نہیں

ہے دل اندوگہیں کیا نازیں نازک مزاج
تیغ اٹھ سکتی نہیں کیا نازیں نازک مزاج

با غم کا بھی اٹھانا اس کو مشکل ہو گیا
قتل دشمن سے تجھے اغماض کیوں ہے اس طرح

حال دل شکر تو ہو جاتا ہے پیدر میں ورد
پھر کے مہر حزیں کیا نازیں نازک مزاج

چارہ گر کسی دوا کیسا علاج
سب سے پہلے وہ کریں اپنا علاج
صاف کمد نہیں سکتا علاج
دل کی دیتا بی کا لیکن کیا علاج
یہ نکالا آپ نے اچھا علاج
آپ ہم نے کر لیا اپنا علاج
کیا نکالا ہے مسکایت کا علاج
تو نوا چھا تو پھر تیرا علاج
جا بے بس آپ کا دیکھا علاج
کل مگر جا بے بس تو اس کا کیا علاج

ہے مری بیمار می غم لا علاج
سوچتے ہیں جو مے دل کا علاج
ٹالتے ہو کیوں مریض جگر کو
جاننا ہوں میں ضرور آئیں گے وہ
ڈال دی میں پر نظر وہ مر گیا۔
جان کھو کر بھر میں پائی شفا
وہ یہاں آئے ہیں لے کر غیر کو
کہتے ہیں۔ ہم تجکو لیتا کر بھی نہیں
اک مریض غم نہ اچھا ہو سکا
آج وہ کرتے ہیں مجھ سے عمل

ورد الفت سے نہیں سکتا کبھی
مہر صاحب یہ مریض ہے لا علاج

ردیف جیم فارسی

بیج تو یہ ہے کہ جڑی ہوتی ہے تلوار کی آئین
نہ بھی بھید بھی سنگر ترے آنا کی آئین
کہ ترے پاس تو ہے شعلہ رخسار کی آئین
دل پر ابھی گئی برقی نگہ یار کی آئین
جی جلاتی ہے ہمارا انھیں دو چار کی آئین

سہ سکا دل بھی نہ آخر نگہ یار کی آئین
جل بجھے سیکڑوں آزار اٹھانے والے
لے ذرا سینک سے تو ہی مرے دل کی چوٹیں
میں نے سو بار بچانے کو بچا یا لیکن
سو ذل۔ دل بھر رشک عذو آتش بھر

بھونک ہی دے گی مری آؤ شربہ کی آئینج
غیر سے اٹھ نہ سکے گی تری تلواری آئینج
آئینج پھر آئینج بھی عشقِ مہبت عیار کی آئینج

دیکھ اے چرخِ فردا دوسری رہنا اس سے
اسکے آگے کوئی ٹھہرے گا تو ہم ٹھہریں گے
خاک کر دے نہ مرے دل کو جلا کر بارب

قہر کے سینے پہ تم ہاتھ سنبھل کر رکھنا
ہے بہت شعلہ فشاں داغِ دلِ ناری کی آئینج

رویفِ حائے حلی

ہو کے لیکن تیرے بیماروں کو روجانی ہو صبح
جس قد میں جاگتا ہوں اتنی سو جاتی ہو صبح
جلد انکے عارضِ رخسار سے ہو جاتی ہو صبح
گر یہ شبِ نیم سے یوں موتی پُر ہو جاتی ہو صبح
اشکِ حیرتِ مرے ساغر کو دھو جاتی ہو صبح
دوسرے دن وہ نہیں آتی چو جاتی ہو صبح
کیا غضب ہے ایک آتی ہے تو دو جاتی ہو صبح
پردہِ ظلماتِ شب میں آپ سو جاتی ہو صبح
یہ ہلے حتیٰ میں کانٹے ٹھوب ہو جاتی ہو صبح
صبح ہوتے ہی ہلے گھر میں ہو جاتی ہو صبح
ہجر میں یہ اور بھی نشتر چبھو جاتی ہو صبح
بجلیلِ اشک میں آکر ڈبو جاتی ہو صبح
جس طرح تقدیر سو جاتی ہے سو جاتی ہو صبح

یونٹو مونے کو شبِ غم کی بھی ہو جاتی ہو صبح
کون کتا ہے شبِ غم جلد ہو جاتی ہو صبح
وہل کی شب بھی نکلتی ہیں کہاں سب حشریں
اور بڑھ جاتی ہے کچھ آرایشِ صحنِ چین
ہجر ساقی میں جو روتا ہوں صُبُو حسی کے لئے
شام وصل آئے گی پھر بھی میں اسے کیوں نہ لے
اسے تنہا میرے گھر اٹکو بھی لیجاتی ہے ساتھ
ہجر کی راتوں میں بجکو تو مدد دیتی نہیں
اور بڑھ جاتی ہے دن کو خارِ حسرت کی کھلک
جلد یاد کرتے ہیں خوابِ ناز سے وہ جاگ کر
قہر کرتی ہے کرنِ سوج کی میری جان پر
وقتِ رخصت انکا بن جاتا ہے موجِ بحرِ غم
چونکنا دشوار دونوں کا ہوا فرقت کی رات

شامِ غم کی تیرگی کو دُور کر دیتا ہے یہ
کیا سمجھ کر قہر سے زو پوش ہو جاتی ہو صبح

ناز اُٹھتے ہیں مگر اُن سے کہاں میری طرح

عشقِ دشمن میں وہ کرتے ہیں فغاں میری طرح

کون اٹھا سکتا ہے سر پر آسمان میری طرح
 تم بھی آخر منہ میں رکھتے ہو زبان میری طرح
 غیر ممکن ہے کہ ہو سارا جہاں میری طرح
 تم یہ کیوں کرتے پوٹھنڈی گریاں میری طرح
 جاگتا ہے رات بھر کیوں پاباں میری طرح
 ہو چکا قاصد سے حالِ لبیاں میری طرح
 بولے کیا ہو گا شکر آسمان میری طرح
 میں بیاں انکی طرح ہوں وہاں میری طرح
 یہاں تیری طرح ہو میں زبان میری طرح
 جم گیا کیوں در پہ سنگِ استاں میری طرح
 ہے دل بطن بھی میرا بدگساں میری طرح

کس سے ہو سکتی ہر فرقتِ بیناں میری طرح
 التجائے شوقِ شکر کچھ تو دو مجکو جواب،
 دھونڈتے ہو سب ہیں کیوں طرہِ وفا حسنِ مزاج
 اُس نے آہِ سر دوا شکبِ گرم پر مجھ سے کہا
 دُور ہوں اُسے تو میں ہوں وہ تو اُنکے پاس ہے
 بات کرنے کا سلیقہ بھی اسے آتا نہیں،
 میں نے پوچھا۔ آسمان سا بھی سنگِ کوئی ہے
 عشق میں برعکس ہے یوں پتھر اُڑی مشکوں
 تو نے اگر دل لیا۔ میں نے بلا کر دل دیا
 یہ بھی کیا عاشق تھا راہے کہ ملتا ہی نہیں
 تمکو رکھے گا نکلا ہوں میں نہ لیجاؤ اسے

چلیطے اشعارِ شکرِ فہر سے کہتا ہے وہ
 آپ بھی لیتے ہیں دل میں چٹکیاں میری طرح

ردیفِ خائے مجھ

لیکن کوئی تجھ سا تو نہ دیکھا نہ سنا شوخ
 وہ اس سے سوا شوخ ہی یہ اس سے سوا شوخ
 پھر اُسے غضب ہے نگہ ہو شرابا شوخ
 کیوں اُسے بگڑتے ہو اگر تکو کا شوخ
 یا تیری نظر شوخ ہے یا دل ہے مرا شوخ
 دو مجکو دعائیں کہ تمہیں میں نے کیا شوخ
 فرماتے ہیں بھانپیں۔ تو بھی ہے بڑا شوخ
 کیا ہوگی نہ رہ کر تری آنکھوں میں جیا شوخ

میں اور بھی دنیا میں بہت ماہِ لقا شوخ
 انداز نہ کم شوخ نہ کم تیری ادا شوخ
 آفت ہے ترا حسن۔ قیامت تری آنکھیں
 شوخی تو حسینوں کی نہیں عیب میں دخل
 دیکھی نہ کسی اور میں یہ شوخ مسزاجی
 میرے ہی سکھانے سے تو آئی ہے یہ شوخی
 کیا شرم ہے آئینے میں وہ عکس سے اپنے
 صحبت کا اثر بھی تو کوئی چیز ہے آخر

رکھتا جیسے پردے میں وہ کچھ اور ہوا شوخ
ہرناز ترا شوخ - ہر انداز ترا شوخ

بھرتا بے نگاہوں میں مرے دل نئے کلکر
اس سے جو بچے گا تو دل اس سے نہ بچے گا

اللہ یہ کس شوخ کی شوخی کا اثر ہے
جو شعر کہا ہر نے وہ شعر ہوا شوخ

روایتِ دالِ مہملہ

یہ مثل وہ ہے گنہ لازم و نیکی برباد
ہو گئی ترکِ محبت سے یہ بستی برباد
جس نے برباد کیا تجھ کو - وہ ہو گئی برباد
زندگی خضر کیا کرتے ہیں اپنی برباد
ہو گئے کیا اہل قیامت بھی اپنی برباد
اور پھر خاک بھی تم نے مری کر دی برباد
یوں مٹا بھی کوئی - یوں کوئی ہوا بھی برباد
خرمِ دل کہیں کر دے نہ یہ تجلی برباد
لے گئی جان حیا - کر گئی شوخی برباد

دے کے دل عشق میں مٹی ہوئی اپنی برباد
اب نہ ارمان ہے دل میں - نہ تمنا دل میں
لو وہ کہتے ہیں صبا خاک اڑاتی تھی - کہ ہم
نہ تو مرتے ہیں کسی پر نہ یہ مرجاتے ہیں
لوٹنے کو دل و دیں کوئی مستکرا یا
آتشِ غم سے کیا پہلے جلا کر مجھے خاک
وہ ہیں چُپ دیکھ کر اُلفت میں تباہی مری
فتنہ گر تیری نظر سے مرا جی ڈرتا ہے
یہ قیامت - وہ بلا - یہ ہے غضب - وہ ہجوم

نالے بیکار گئے - دیکھ لیا حضرت ہر
آپ کہتے تھے کہ محنت نہیں جاتی برباد

کیا خطا مجھ سے ہوئی اب کیوں ہوا دربار بند
جل کے ہو گئی نہیں پھر یہ کبھی تلوار بند
ہو سکے کب تجھ سے تیرے طالبِ دیندار بند
تم نے کر رکھی تھی کیا تلوار میں تلوار بند
ٹانک لو اپنی قبائیں اور بھی دو چار بند
بند کرنے سے ہوا کب نا صبحِ غم خوار بند

مجھ کو محفل میں جو آنے سے کیا سرکار بند
اپنے قبضے ہی میں رکھو تم نگاہِ تیز کو
ہر گھڑی رہتی ہے در پر دیکھنے والی ہیڑ
جب نظر اٹھی تمھاری دل پہ بجلی بھی گری
ہے جوانی جوش پر یہ ایک دن کام آئیں گے
اُنکو جو کچھ مجھ سے کہنا تھا وہ کہتا ہی رہا

قہر کر سکتے نہیں چھپ چھپکے بھی اب تاکھا ملک
کر دئے اُس شوخ نے سب زین دیوار بند

یہ اُن کو ناپسند ہے۔ وہ ہلکونا پسند
تم کر چکے تھے دل کو مے بار ناپسند
ہے اُس ستم شعار کو کیا جائے کیا پسند
یہ ہلکونا گوار ہے یہ ستم کو ناپسند
کہتا ہوں میں مجھے کبھی کبھی کوئی تھا پسند
تجھسا جفا شعار ہو تجھسا جفا پسند
جو آج ہے پسند وہی کل ہونا پسند
جس پر نگاہ پڑ گئی وہ آگیا پسند
غم ہے غریزہ در دگوار جفا پسند

ہلکونا پسند۔ تو اُن کو جفا پسند
کیا بات ہو گئی جو ہوا آب یہ ناپسند
رینا ہے یا کسی کو بلانا ہے خاک میں
بھرتے ہو دم رقیب کا تم بات بات پر
ہوتا ہے اب جو حسن پرستی کا تذکرہ
دُنیا نے عاشقی میں مزاج ہے چاہ کا
اند رے کسی کی تلوں مزاجیاں
عشاق کی پسند بھی کوئی پسند ہے
ایا ہے جبے دل مرے دل کا یہ حال ہو

بھیجو تو قہر اُن کو دل بقیہ رار تم
یا ناپسند اس کو کریں گے وہ۔ ناپسند

آبتو لپکوں تک بھی آنے کی تم کھائے گی نیند
اسکو ترسایا ہے میں نے مجھ کو ترسائے گی نیند
میر کی نکھوٹے جوار چائے گی اُٹھائے گی نیند
موت آجائے تو آجائے نہیں آئے گی نیند
پھر نہ آئے گی جو قابو سے نکل جائے گی نیند
وصل کی شب کیونکر آنکھوں میں سکے پائے گی نیند
دیدہ بیدار سے کا فور ہو جائے گی نیند
آنکھیں ٹھہرے گی تو دل کو بھی ٹھہرائے گی نیند
نیند کہتے ہیں جسے اُسکو بھی اُٹھائے گی نیند

شدتِ غم سے مری آنکھوں میں کیا لے گی نیند
وصل میں جاگا ہوں کیونکر جبر میں آئے گی نیند
صدور و وجدائی دل اُٹھائے تو سہی
انتظارِ خواب میں سونا مرا دُشوار ہے
جاگنے پر بھی کئے ہوں اس لئے آنکھوں کو بند
جبر میں آئی تو لیتی اُسکو آنکھوں میں جگہ
خیر یوں بھی شامِ فرقت کی سحر ہو جائے گی
بے شکونِ خواب پر یوقوف اسکا بھی شکون
ہم سمجھتے تھے کہ فرقت میں نہ پوچھے گی تھا

آن شرارتے ہیں وہ کل تم کو شرارتی گی نیند

ہے گیا دشمن تھا ہی قہر وصل و جبر میں

ردیف ڈال ہندی

عجب ہے آپ کی تمکیں۔ عجب غرور گھمنڈ
 شباب پر نہ کریں کیوں وہ اب غرور گھمنڈ
 کہ کھولنے نہیں دیتا ہے لب غرور گھمنڈ
 بشر کے واسطے لازم ہے کب غرور گھمنڈ
 مگر یہ آپ کو ہے بے سبب غرور گھمنڈ
 مے رقیب کا نکلے گا اب غرور گھمنڈ
 ستم ہے ناز تھا۔ غضب غرور گھمنڈ
 نکالے آپ کا اسکی طلب غرور گھمنڈ

بلا ہیں غمرہ و عیش و غضب غرور گھمنڈ
 اسی زمانے میں کرتے ہیں سب غرور گھمنڈ
 وہ عرض حال پہ مجکو جواب کیونکر دیں
 دماغ حُسن پہ زیبا نہیں حسینوں کو
 جو ناز ہے بھی تو اپنی وفا یہ ہے مجھ کو
 وہ اُس سے کرنے لگا لب بہت گھمنڈ غرور
 ہمیشہ ہم سے تنے ہی رہے۔ کچھ ہی ہے
 خدا کرے مے دل کی کبھی ضرورت ہو

نظر جو آئے گا اے فہر کوئی غیرت ہر
 دھرا رہے گا تمہارا یہ سب غرور گھمنڈ

ردیف ڈال معجمہ

نامہ بر لایا ہے تو پھیر کے میرا کاغذ
 اور جو میں نے دکھایا کوئی اُسکا کاغذ؟
 ہم نے کب تجھ سے محبت کا لکھایا کاغذ
 اس لئے پڑھتے ہیں وہ روزِ حوا کاغذ
 اور پھر اُسپہ لفافے میں ہے کوا کاغذ
 سامنے میرے جو اُس شوخ نے کاٹا کاغذ
 کہ کمی سے ہوا بازار میں مہنگا کاغذ
 دیکھتے ہی مجھے تم نے جو چھپایا کاغذ
 اُسکے خط کا بھی ہوتا کبھی سبلا کاغذ

مجھ کو اُس شوخ نے لکھ کر نہیں بھیجا کاغذ
 غیر تو خط و کتابت نہیں رکھتا تم سے
 ترک الفت کو جو کہتا ہوں تو وہ کہتے ہیں۔
 مشتہر ہوگی کسی دن مرے مرنے کی خبر
 کیا شرارت ہے کہ بھیجا مجھے خط غیر کاغذ
 میں یہ سمجھا کہ نہیں ہوگا قلم سیرا
 اس قدر میں نے اُسے شوق کے مضمون لکھے
 غیر کا نام نہ پُر شوق یہ کیا باہم میں تھا؟
 نامہ بر ہوئی گذرت جو نہ اُسکے دل میں

مجھ سے خط غیر کا ظالم نے یہ کہہ کر چھینا
آپ کیوں دیکھتے ہیں قہر پڑایا کا غنڈ

دل میں گھر کر گیا اُس رشک قمر کا تعویذ
باندھ لو تم کوئی لکھوا کے نظر کا تعویذ
کوئی بلجیائے اگر دردِ جگر کا تعویذ
ایسی تاثیر ہو۔ ایسے ہو اثر کا تعویذ
اور تعویذ پھر اُس شعبہ گھر کا تعویذ
وہ یہ بولے کہ اٹھا دو مے سر کا تعویذ
ڈالے اپنے گلے میں گل تر کا تعویذ

رنگ میں شوخ جو تھا عل و لہر کا تعویذ
تپہ سب اپنے پرایوں کی نظر بڑتی ہے
تیرے پیارِ محبت کے لئے ہے درکار
میں دباؤں کبھی پتھر سے تو وہ بُت آجائے
یونہی تعویذ ہے خود ایک طرح کا جادو
کھل کے کا گل سے تو میرا دل ناکام گرا
اس نزاکت پہ جو ہے آپ کو شوقِ تسخیر

صورتِ سنگِ ستم قہر کے مرقد پہ رہا
نہ ہلائے سے ہلا اور نہ سر کا تعویذ

ردیفِ رائے مُکملہ

جیسے دھڑے ہوں پھول کسی کے مزار پر
لوٹی ہوئی ہے برقِ دلِ بے قرار پر
کیا کیا گزر گئی کسی اُمیتِ دوار پر
دستِ جنوں رہا تو گریباں کے تار پر
ڈالی نہ تم نے خاک بھی دل کے غبار پر
آگستا نہیں ہے سبز ہمارے مزار پر
وہ کیوں برس رہے ہیں مرے سوگوار پر
وہ کیا مری قضا ہیں جو اُنیں قرار پر
دل کوئی تمکو دے بھی تو کس اعتبار پر
پروانہ بھی نہیں مری شمعِ مزار پر

یوں جلوہ گر ہیں داغِ دلِ داغدار پر
کچھ اور قہر ڈھائیں نہ بتا بیاں مری
تم وعدہ کر کے بیٹھ رہے کیا خبر تمہیں
وحشت میں رہ سکا نہ ہمارا قدم کہیں
جاؤ صفائیوں سے قول کیا کر دے صاف
بعد فنا بھی ہے یہ اثرِ سوزِ عشق کا
میں اُن پہ مر گیا یہ وفا کا قصور ہے
میں سادہ دل عبث ہوں شبِ وعدہ پیقرار
تسکین سے غرض۔ نہ تسلی سے واسطہ
مجھ کشتہ فراق کی اندر سے بیکسی

محب کو یہ آرزو کہ رہیں برقرار پر
آنا فلک ہی سے کوئی میری جگہ پر
آنکھیں لگی رہیں کرم کر دنگار پر

عتیاد کو یہ فکر کہ بے پر کرے مجھے
کیا اے شبِ فراق فرشتے بھی مر گئے
دیکھیں مصیبتیں وہ شبِ غم کہ شمع تک

پہلے تو قہرِ سمنے نہ کی رسی روک تھام
اب ہاتھ رات دن ہے دل بقتلار پر

ہونگے کبھی نہ عاشقِ داغیاں ریا ر
آواز دی جگر نے خسروِ ادا دار
خونبار ہوگا دیدہ خونبار بار
حب کو ملائے عشق کا آزار زار
مینوار کرتے جُبہ و دستار تار
نکلے گی کہہ کے جب ہی تلوار وار

سننے کو یوں ملیں سردِ بار بار بار
ہونے لگا جو دلِ قد و لدا پر فدا
روئے گا میرے دل کو کہ روئے گا جان کو
پائے کہاں سے لشکرِ طرب اسکی چشمِ شوق
اچھا ہو کہ حضرتِ واعظ چلے گئے
ٹھہرے گا کون سامنے کس کی مجال ہو

آئے یہ دن بھی دورِ فلک سے خدا کرے
ہوں قہر اور وہ بُتِ عیا ریا ریا ر

چھ آسمان اور ہیں اس آسمان پر
ظاہر ہے رازِ عشقِ عُدواک جہان پر
زندہ رہے تھے ہم تو تمہاری زبان پر
چلائے شورِ حشر اگر اُن کے کان پر
پچی نظر سے اور بنی میری جان پر
اپنے مکان پر کہ عُدو کے مکان پر
قائم رہے ہیں کب اپنی زبان پر
راتنا چڑھاؤ تم نہ ہمیں آسمان پر
یہ میں نہیں کہ طال دیا بھول پان پر
یہ کیا کہ کوئی حرف نہ لائیں زبان پر

کیا ایک ہی کے ہیں یہ ستم میری جان پر
تم لاکھ اُسکولاؤ نہ اپنی زبان پر
یہ کیا خبر تھی۔ یہ بھی بنائے گی جان پر
چونکیں نہ پھر بھی آپ کے اسودِ گانِ خاک
اُس شوخ کی حیا بھی ہوئی جان کا عذاب
اے نامہ بر بتا۔ وہ ملے تھے کجاں
ترک و وفا کا مجھ سے تو ہے آپ کو گلہ
وہ کہہ رہے ہیں غیرتِ خورشید کیوں کہو
کرفی پڑے گی تم کو مداراتِ عیند کی
چھوٹیں تو کچھ وہ منہ سے دمِ عرضِ مدعا

کیا چھوڑ کر زمیں کو رہیں آسمان پر؟
یہ مال وہ نہیں جسے رکھتے دکان پر
سبکے لگے تھے کان مری داستان پر
بجلی تڑپ رہی ہے عبث آسمان پر

زاہچٹیں یہاں کے حسیں ہم سے کس طرح
اگر ہمارے دل میں خریدارِ دل بنو،
ٹھنٹا ہی کیا کسی کی کوئی بزمِ حشر میں
وہ کیا دکھا سکے گی مری بقراریاں

اے قہر میں ہوں یا ہے کوئی اور جاں نثار
اس کا کھلے کا حال انھیں امتحان پر

دیکھا اُسے تو آہی کیا پیار دیکھ کر
کیا مر نہ جائیں گے مجھے اغیار دیکھ کر
دم ہی نکل گیا ستری تلوار دیکھ کر
چلتے ہیں غیر دیدہ خونبار دیکھ کر
آنکھیں سی کھل گئیں ترے رخسار دیکھ کر
جائے گی جان جلوہ دیدار دیکھ کر
بیمار ہو گئے انھیں بیمار دیکھ کر
ہم بچتے ہیں مالِ خسریہ دیکھ کر
چلتے ہیں ہم زمانے کی رفتار دیکھ کر
مرنا کسی کے عشق میں دشوار دیکھ کر
آنکھیں بھر آئیں اُن کو گنہگار دیکھ کر
حیرت ہے مجھ کو حسن کے انوار دیکھ کر
آئے ہیں ہم حسینوں کا دربار دیکھ کر
فتنے اٹھا دیئے سونے اغیار دیکھ کر
ہوتا ہے ورنہ کون گرفتار دیکھ کر
چُپ ہو گیا ہوں آہ کو بہکار دیکھ کر

ایا وہ سامنے مجھے بے زار دیکھ کر
زندہ رہا جو عشق میں آزاد دیکھ کر
یوں آرزوئے قتل ہمار سی نکل گئی
آنکھوں سے میری آگ بَرستی ہے بالٹو
خوشید و ماہ میری نگاہوں سے گر گئے
جب تک نہ آئیں گے وہ اجل بھی نہ آئیں گی
ہم کو مریض آپ کی آنکھوں نے کر دیا
گاہک اگر ہو دل کے تو آؤ بھی سامنے
رہبر کے ساتھ ہیں۔ کبھی بہزن کے ساتھ ہیں
چپکے سے خضر جان بجا کر نکل گئے
کچھ کہہ سکے نہ دادِ محشر کے سامنے
یہ سنگ میں شر رہے تو یہ گل میں بگ ہے
روزِ جزا ہمارے ہمار سی نظر میں کیا
بیٹھے بٹھائے بزم میں سو بھی یہ کیا تھیں
دل جا کر انکی زلف میں ہو کے سے بھنس گیا
مجبوریوں نے خوگر بیدار کر دیا۔

نکلے کس نہ حسرت دیدار دیکھ کر

اس وہم سے وہ قہر دکھاتے نہیں حال

تجلی باہر اگر بن گئی ہے پودہ چلین پر
جو سرگردن سے اتر اتور ہوا احسان گردن پر
گناہ دوست ہوتا ہو مجھے ہر چہرے دشمن پر
نظر کیا خاک تافطرہ اخوں نوک سوزن پر
گر سیاں آستیں پر آستیں تہی دامن پر
کسی ن میرے شبنم کسی ن میرے شبنم پر
نہ رکھے گافنا کے بعد کوئی شمع مدفن پر
مری آنکھوں کے آنسو گر نہیں سکتے ہیں دہن پر
کبھی گردن تھی خنجر پہ کبھی خنجر تھا گردن پر
کوئی پرہ گیا تھا کیا مرا شاخ شبنم پر
کہ لے اُسکے قدم جو سیر کو نکلا ہوا دامن پر
مری آنکھوں کے پرے ڈال تم اپنی چلن پر

بڑی ہے آنکھ جب اند کسی کے لئے روشن پر
شکد و شمی ہوئی حاصل یوں بھی بجو قتل میں
مرے دل کی محبت کا الٹی کچھ ٹھکانا ہے
نہو ہی کب رہا تھا دل میں چاکل کے سینے تک
ترے دیوانہ اُلفت کی سچ دھج ہی زالی ہو
کلیا مٹھ کو لے گا۔ ترپ اُٹھے گا دل اُنکا +
لگا رکھا ہے داغ دل کو پس اُسلے دل میں
مجھے عادت ہے غم کھانے کی۔ پی لیتا ہوں اُستح
تہ و بالا کیا دونوں کو میری سخت جانی نے
گرمی بعد اسیری چرخ سے کیوں لٹا کبھی
اُڑا اس شوق میں کیا کیا غبارِ ناتواں میرا
پونجی ہے نگاہِ غیر اب بھی جلوہ رخ تک

بڑا عیار ہے وہ بچتے رہنا اُسکی چالوں سے
گناہ سادہ لوحی تم نہ کرنا قہرِ فرفرن پر

اُگے ہو اب۔ توحبا ناسیر ماتم دیکھ کر
شوق تیرے دیکھنے کا جب نہ ہو کم۔ دیکھ کر
دل بھر آیا اُنکا میری چشم پر نیم دیکھ کر
دیکھنے اب دیکھتے ہیں اور کیا غم دیکھ کر
ہو گیا جو اپنا عالم اُن کا عالم دیکھ کر
جان بھی لیتا ہے جو دل دیکھ کر دم دیکھ کر
وصل کا جو عیش دیکھے جبر کا عزم دیکھ کر
بُھ گئی ہے شمع پر و انوں کا ماتم دیکھ کر
آپ کیوں بڑہم ہوئے زلزلوں کو نیم دیکھ کر

کیوں پھرے جاتے ہو آنکھوں میں مراد تم دیکھ کر
دیکھنا تم کیوں نہ چاہیں تب کو یہ ہم دیکھ کر
ہو گئے غمگین وہ مجھ کو نورِ عزم دیکھ کر
غم تو دیکھا عشق میں ہم نے خوشی کے واسطے
اُسکو ہم کیوں نہ بتائیں اُسکو ہم کیوں نہ کہیں
قتل کی مجھ ناتواں کو اُس سے کیا امید ہو
وہ بڑا تقدیر والا ہے بہت ہو خوش نصیب
گل ہوا ہے حسن کا بھی عشق کے غم میں چراغ
آپ سے کیا واسطہ دل نے توجہ پیر اٹھا لیں

استحسانِ نگاہ و فایں آئیں گے کیا بوالہوس
عشق میں چھانی پر آخر ہم نے پتھر دھریا
جھک گیا جس دم سر تسلیم آنکھ سامنے
وہ بکار اٹھنا کسی کا ہم نہیں تم سے خفا
ہجر کا غم دیکھ کر جو حال میرا ہو گیا
دل نہ مانا دکھ کا کر جامِ اُلفت پی گیا

دُم ٹھکانا ہے تری تلوار کا دم دیکھ کر
روز کے رنجِ عالم ہر وقت غم دیکھ کر
قتل کی سوچی انھیں گردن مری تم دیکھ کر
میرے سینے میں مرا رکتا ہوا دم دیکھ کر
وہ تھیں معلوم ہو گا غیر کا غم دیکھ کر
میں یہ کہتا ہی رہا۔ غم ہر یہ ہو تم۔ دیکھ کر!

زندگی اے ہجر کیا موجب وہ پہلو میں نہو
ہم جیا کرتے تھے جسکی شکل ہر دم دیکھ کر

کیا کریں اے دلِ ربابِ دل کا عالم دیکھ کر
اے دُنیا میں تو سرِ خلدِ آدم دیکھ کر
حسرت دیدار میں بیٹھے ہیں در پر آپ کے
دعویٰ عشق و وفا پر یہ دیا اُس نے جواب
اُن سے اُنکی دلستانی باق سے اپنی بے بی
دل لیا کرتے ہو تم کیا دیکھ کر عشاق میں
داغِ دل جیسی بہاریں لالہ و گل میں کہاں
میری یہ کوشش ہو نا ہی اسکی ہن آنگونوں
کیا قیامت ہے چرانا جو وہ اب ہم سے نگاہ
آپ ہی کیئے سرِ محشر پریشاں کون تھا
تم نہیں ہوتے خبر بھی دیکھ کر یہ اضطراب
وصل کی شب ہی نہ کی بھی جب تو کیا دیکھ کر
دیکھ کر ان کے فریب اپنی بھی آنکھیں کھلیں
راہ پر تیری نظر آتی نظر آتی نہیں
شریت دیدار کیسا۔ زہر بھی ملت انہیں

ہاتھ ہی جب دل سے ہو بیٹھے تھے ہم دیکھ کر
جائیں دنیا سے کہاں محفلِ تری ہم دیکھ کر
آپ کے در سے آنکھیں گئے اکہم دیکھ کر
ایسی باتوں کا تو کرتے ہیں غیبی ہم دیکھ کر
لے گئے وہ دل اڑا کر رہ گئے ہم دیکھ کر
دل دیا کرتے ہیں دلبر میں فہم دیکھ کر
کیا کریں لے باغباں تیرا جن ہم دیکھ کر
انگو یہ کاوش رہیں گے دل ترا ہم دیکھ کر
رکھ لیا کرتے تھے آنکھوں میں جو ہم دیکھ کر
آپ ہم کو دیکھ کر؟ یا آپ کو ہم دیکھ کر؟
ہنس کو دیکھو۔ ہو گئے مضطرب نصیب ہم دیکھ کر
کیا ہوا آئے اگر روزِ حسنا ہم دیکھ کر
آنکھ والے ہو گئے آنکھیں تری ہم دیکھ کر
کر چکے سوار اس کا امتحان ہم دیکھ کر
آج فوٹے ہیں ابھی کس کا منہم دیکھ کر

جی گئے تیرے لبِ عیسیٰ نفس ہم دیکھ کر

ارہی ڈالا تھا چشمِ سامری فن نے ہمیں

قہر سے کہتے ہیں وہ دل تو ترک کیا چیز ہے
توڑ دیں آئینہٴ فولاد بھی ہسم دیکھ کر

وہاں چیلے پہ چیلہ ہے۔ بہانہ ہے بہانے پر
کہ روایاں گونا گونا بھی غیروں کو لانے پر
نہ بیٹھے ہیں بٹھانے سے نہ ٹھیک۔ اٹھانے پر
اسے تم جان جاؤ گے ہماری جان جانے پر
زمانے میں تو بچھٹاتے ہیں رسلے زمانے پر
مرے دل کی تو جوری کھل گئی اکٹھٹانے پر
کوئی دن رنج سہنے پر کوئی دن غم ٹھانے پر
یہ قطرہ ہے دبانے پر یہ دریا ہے بہانے پر
ستم یہ کیا کیا تو نے ستم سے باز آنے پر
وہ آخر تیری کیا ہیں پہونچیں جو نشانے پر
مٹے بیٹھے ہیں جو داغِ محبت کے مٹانے پر
گری ہے کوہِ کربلا کی ہمارے اشیانے پر
اسے بھی آزمانے پر۔ اُسے بھی آزمانے پر
کہانی ہے کہانی پر۔ فسانہ ہو فسانے پر

ہیاں دم میں دم آنا منحصر ہے اُنکے آنے پر
ہوا کچھ اس طرح ماتم وہاں میرے فسانے پر
تھاری بزمِ دل کش میں عجب عالم ہمارا ہو
کسی کے بھر میں کیونکر کسی کی جان جاتی ہو
ہیں اُس وقت بھی رونا تھا اپنی نامرادی کا
وہ کھولیں اپنی مٹھی یا نہ کھولیں اب نہیں جھٹتی
ابھی کیا ہے مزا عشقِ عذوکا تم کو آئے شکا
سرِ مشکِ غم مرے دل میں عجب تاثیر رکھتا ہے
یہاں عذریہ ستم پر اور بھی دل ٹوٹ کر آیا۔
ہفت ہو بھی تو کیا ہو دل مرا بھی نگاہوں کا
نکل جائیں مرے دل سے ہاتھو ہی تو اچھا ہو
یہ قسمت دیکھے جب جبہا رآئی ہے گلشن میں
جو دینا تھا ہمیں ل خو بریوں کو۔ تو دینا تھا
ہمارے عشق و اُلفت کا۔ تمہارے حسن و خوبی

نبھائی اُس سکر سے۔ محبتِ قہر کی دیکھو،

جفا کرنے پر۔ آفت توڑنے پر۔ ظلم ڈھانے پر

کیا جانیں یہ تیرا آپ ہی چل جاتے ہیں کیونکر
دور و زمین انسان بھل جاتے ہیں کیونکر
کانٹے مٹے ٹلووں سے نکل جاتے ہیں کیونکر
ہم بیٹھکے یاروں میں بہل جاتے ہیں کیونکر

نالے دل پر غم سے نکل جاتے ہیں کیونکر
اب وہ ہیں نہ وہ اُنکی محبت ہے اُنکی
جب خارِ مٹنا ہی نکلتا انہیں دل سے
دیکھیں وہ ہلا کر تو کبھی بزم میں اپنی

آج آئیں۔ تو معلوم ہو۔ کل جاتے ہیں کیونکر
جاؤ ترے دل والو آج چل جاتے ہیں کیونکر
یوں جلتے ہیں توں جلتے ہیں چل جاتے ہیں کیونکر؟
اگر وہ یہاں زہر اُگل جاتے ہیں کیونکر
دل دیکھ کے پھر آپ پس جاتے ہیں کیونکر
کھاتے ہیں جو ٹھوکر وہ سنبل جاتے ہیں کیونکر
خنجر دل اغیار پہ پس جاتے ہیں کیونکر
وہ اٹھ مرے مرنے پہ چل جاتے ہیں کیونکر
یہ زہر کے گھونٹ آپ اُگل جاتے ہیں کیونکر

کل وہ مرے وہاں رہے۔ آج سدھائے
ہے جی میں یہ اُس چشم فٹوں ساز سے پوچھوں
چل کر یہ کہا طور نے جلوے سے کسی کے
حیرت ہے مجھے آپ کے جو خیر طلب ہیں
ہٹ کرنے کی ہند کرنے کی عادت تو نہیں ہے
ہم عشق میں اُفتاد اُٹھا کر بھی نہ سنبھلے
پہلو میں بٹھا کر مجھے دیکھو یہ تماشا
جو ملنے نہ دیتے تھے مجھے پاؤں سے اکھیں
ہم تو کبھی ہرگز نہ ٹھیں غنیمت کے طعنے

کھائیں تو قسم غیر کی پھر بھر بھی دیکھے
اقرار سے اپنے وہ بدل جاتے ہیں کیونکر

میرے کچھ اور ہیں اور اُنکے خیالات کچھ اور
مغل غیر میں کیا شغل رہا رات کچھ اور
اب ترے جہر میں آتی ہے نظرات کچھ اور
اس ملاقات میں ہے لعلِ ملاقات کچھ اور
بات تو جب ہے کہ تم اب نہ کرو بات کچھ اور
میرا ذمہ جو نہوں تیرے خیالات کچھ اور
اب نہیں اس سے زیادہ مری وقات کچھ اور
ہم سمجھتے ہیں انہیں قبلہ حاجات کچھ اور
بات کچھ اور تھی سمجھے وہ مگر بات کچھ اور
دل میں کچھ اور دُعا لب پہ مناجات کچھ اور
کہ مرے دل سے تو اچھی نہیں سمجھات کچھ اور
خواب میں ہم نے تو دیکھا ہرگز بات کچھ اور

کیوں نہ ہر وقت محبت میں بڑھے بات کچھ اور
کہہ رہی ہے تری مستانہ نظرات کچھ اور
تھی ہی رات مگر وصل میں تھی بات کچھ اور
تم لو ہم سے۔ لے دل بھی تمہارا ہم سے
وصل کی بات پہ چپ ہو یہ کوئی بات کچھ ہے
کر تو اُس بُت کا ذرا دل میں تصور زائد
ایکے دل تھامے پہلو میں ہیں مے ہی چکا۔
ان بُتوں کو نہ بُرا کہیے جناب واعظ
بدگمانی سے وہاں شکر بھی شکوہ ٹھہرا
خواہشِ حور میں زاہد کو ہے اندک کی یاد
اور کیا بھجوں اُسے نامہ رساں کیا لے جا کے
ہاں یہ سچ ہے تمہیں کیا کام کہیں جائے؟

ایک دو جام سے سیر می نہیں ہوتی میری بول بالا ہو ترا پیر خرابات - کچھ اور :

رکھ دے تخت جگر تیر نظر کے آگے
نہوئی قہر سے جب اُسکی مدارات کچھ اور

ردیف راس ہندی

کچھ اُدھر سے روک ٹوک اب کچھ اُدھر سے چھڑ چھاڑ
تو کرے کیا کوئی پھر دیوار دور سے چھڑ چھاڑ
لو تھیں کہہ دو ہوئی پسے کدھر سے چھڑ چھاڑ
دل کی ہو دل سے جگر کی ہو جگر سے چھڑ چھاڑ
راہ میں کرتے ہیں میرے نام بر سے چھڑ چھاڑ
داد گر کی ہو گئی بیدار گر سے چھڑ چھاڑ
کر رہی ہے کیوں صبا منع سحر سے چھڑ چھاڑ
پھر مرے نالوں کی ہوئی ہوا تر سے چھڑ چھاڑ
وہ کریں گے اپنے ہی پیش نظر سے چھڑ چھاڑ
آج کو کرنی تھی اپنی بیشتر سے چھڑ چھاڑ

ہو رہی ہے یوں بزم اُس فتنہ گر سے چھڑ چھاڑ
جب اُلفت میں بشر کی ہو بشر سے چھڑ چھاڑ
دل نے چھڑا تھا تھیں یاد دل میں چھلکی گمنامی
طعت توجہ ہے جو انکی میری یوں چٹیں چلیں
دیکھئے ماسحق لڑائی مول لیتے ہیں رقیب
اب قیامت میں قیامت کا مزا آنے لگا
رات بھر روتی رہی خاموش خود ہو جائے گی
پھر تہ و بالا زمین و آسمان ہونے کو ہیں
اور ہوگی آئینے میں کس سے اُنکی لوک جھوک
نامہ برکتا ہے وہ دشمن سے پیاں کر چکے

وہ جو چھپ جائے تو آنکھوں میں جاتا تاریک ہو
ہے بُری لے قہر اُس رشک قہر سے چھڑ چھاڑ

ہو گیا اُلفت میں گھر بھر سے بگاڑ
پیل باہر سے ہے اندر سے بگاڑ
تمغ سے اُن بن ہے بنجر سے بگاڑ
سات سے ہے میل رستہ سے بگاڑ
رنج شیشے سے ہے ساغر سے بگاڑ
بچھڑے پھر ہو گئے سر سے بگاڑ

دل سے چھڑا اور دلبر سے بگاڑ
ظاہر و باطن تراکیساں نہیں
کوئی بھی مجھ سخت جہاں سے سخت نہیں
یہ تمھاری وضع کوئی وضع ہے
اب نہیں ساتی سے اپنا میل جول
اُن سے پھر ہوتا ہے دشمن سے بلا

ہے برابر کا برابر سے بگاڑ
بلکہ ہو جاتا ہے اکثر سے بگاڑ
اسکو اشک دیدہ تر سے بگاڑ

دل ادھر ناوک ادھر ابخیر ہو
ایک سے بھی آپ کی بنتی نہیں
ہجر اے دل لکھ گیا تقدیر میں

دل میں آفت اور یہ دل سے مخفا
ہجر کا ہے ہر پرور سے بگاڑ

ردیفِ زائے منقوطہ

کیا نظر کو مری دیتی ہے دکھائی آواز
ہاے کیا میرے خوش آواز نے پائی آواز
ہو گئی منہ سے نکلتے ہی پرانی آواز
نہ گھٹائی کبھی میں نے نہ بڑھائی آواز
کون ہے جس نے مرے در پہ لگائی آواز
لاکھ میں نے دم فدا دینا پائی آواز
میری آواز سے کیوں ٹوٹے بلائی آواز
تو ہی جانے گا اگر اب ترسی آئی آواز

چھپ کے کیوں تم نے پس پردہ مٹائی آواز
دل کو تو پا گئی جب کان میں آئی آواز
پھر چھپاے نہ چھپا راز محبت دل میں
ایک انداز رہا جس کی شب نالوں کا
کبھی دریاں کو بھی میں نے جو پکارا تو کہا
پھر بھی مج کو کسی بے درد نے پہچان لیا
ہر خوش آواز سے کہتے ہیں وہ ناخوش ہو کر
سُن کے نالے شبِ غم اُس نے یہ کہلا بھیجا

ہجر نالوں سے مرے اسکے ترانے نہ بڑھے
لاکھ گز اریں ملبیس نے اٹھائی آواز

ایک ایک دن نہ تو ایک ایک سال ہرگز
تجھ سے نہو سکے گا اظہارِ حال ہرگز
تم بھول کر نہ کرنا اب خیال ہرگز
رہتا نہیں کسی کا جب ایک سال ہرگز
اب کیجئے نہ اس میں کچھ قیل و قال ہرگز
میرا گمان ہرگز نہ اُن کا خیال ہرگز

رکھے جو ہم نہ دل میں تیرا خیال ہرگز
میری زبان رکھ لے اپنے ذہن میں قاصد
میں تم کو بھول جاؤں دل تم کو بھول جائے
سو زنجیرِ دُروں میں میرے کمی نہیں کیوں
قتلِ عُدو کا وعدہ تو آپ کر چکے ہیں
بدلائیں ہے اب تک پہنچا نہیں ہوا تک

رہتا نہیں ہمیشہ محسن و جمال ہرگز
یوں تو نہ مل سکے گی اُن کی مثال ہرگز

مڑجھا کے گلِ چین میں غنچوں سے کہ رہے ہیں
بیٹھے ہیں بنِ سنور کر میں آئینہ دکھا دوں

ایسا نہ کہیں وہ کج بخت جان دیدے
تم بہر سے نہ رکھنا دل میں ملال ہرگز

ردیفِ سینِ فہمِ لہ

اک اور انجن ہے تری انجن کے پاس
پھولوں کا ڈھیر چاہیے میرے کفن کے پاس
آگے رہ گئی ہے شکایتِ دہن کے پاس
بیتاب ہے جگر بھی دل پر محسن کے پاس
رکھنا نہ چرخ نے کسنا زک بدن کے پاس
آخر یہ کیا ہے زلفِ شکن شکن کے پاس
پھر پھر گیا ہوں آگے تری انجن کے پاس
رکھا ہی کیا ہے اب گم سحر فتن کے پاس
اک اور زخمِ تازہ ہے زخمِ کهن کے پاس
لے دے کر ایک جان تھی بس کو انجن کے پاس

باہر بھی ہے جُجوم کسی پُرِ نجن کے پاس
میں رہ چکا ہوں اک بُتِ ناکِ بیدل کے پاس
اندھے سے عجب حسن نہ نکلی زبان سے
ہاں اے نگاہِ ناز کوئی تیرا اور بھی
نازک مزاج بھگو بنا یا تو کیا ہوا
کتے تھے آپ دل کی خبر کچھ نہیں ہیں
رشکِ رقیب نے مجھے رکھا ہے دُور دُور
جادو تھے قبلِ رمے دل پر ہوئے وہ ختم
کیا اپنے دل کو دیکھئے جب دل کو دیکھئے
تھا اور کیا جو دے کے اُجل کو وہ ڈالتا

اے بہرِ اپنی آہ میں ہے بوئے داغِ دل
گل کی تنگ اگر ہے نیمِ چین کے پاس

آہِ ناوک ہے تو رہنا تھا اسے قاتل کے پاس
یوں تصویریں رہے ہیں ہم بھی اُس محفل کے پاس
دل میں بک رہی نہیں ہتے وہ میرے دل کے پاس
ورنہ کب مجنوں کو لیلیٰ دیکھتی محفل کے پاس
اب نظر کسی پر اب کھا ہو کیا بیدل کے پاس

کیا خبر کیوں دل میں گھٹ کر رہ گئی بس کے پاس
پاس سے دیکھا ہو آنکو بزمِ آرا دل کے پاس
اُفت سے نجات دیکھتے ہیں کس قدر دُور آپ کو
اک گبولے کا کرشمہ تھا یہ دشتِ نجد میں
ایک ل تھا میرے پہلو میں وہ تم لے ہی چکے

دوڑتا میں ناتواں تو کیا طریقِ عشق میں
اُس طرف کی ہے نظر تو اس طرف بھی ہونگا
بخشدیتا اور کیا اُنکا رُخ روشن اُسے
کیوں نہ ہیں قربان جاؤں اس کشش سے
بحرِ اُلفت سے گزرنا تو بہت دشوار تھا
تکونِ خالِ رُخ پر اپنے اس قدر کیوں ناز ہے
میں تو ہوں جلوے سے بخود وہ ہل سکی تال میں
ادیکہ تو اندر سے قاتل یہ تماشا جھانک کر
کیا غضب ہے مجکو بحرِ غم میں تنہا چھوڑ کر
اس میں آتی ہے نظر صورت کسی کی یا نہیں
دیکھنا چھرا سکو لیلیٰ تجھ کو دھوکا ہو گیا
کیا کہیں پہلو میں کیسا جین آتا ہے اسے
اس جفا پر اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگی جفا
غرقِ دریا بے محبت دیکھتے رہ جائیں گے
ہم تو مرنے کے لئے تیار تھے سو جان سے

لے گئی ہے دُور جی منزل مجھے منزل کے پاس
اک جگر بھی ہے تنائی تھا راول کے پاس
داغ کیا کچھ کم نشانی ہو مہِ کامل کے پاس
اب میرے دل میں بھی تیرے قاتل کے پاس
مجھ کو میرے شوقِ پہونچا دیا ساحل کے پاس
اک سویدہ ہے اسی صورتِ میرٹل کے پاس
انجنگِ دل کس طرح ہُشیار ہے غافل کے پاس
باہر اک ہنگامہ برپا ہو ترے بسمل کے پاس
موجیں کرنے کیلئے موجیں چلیں ساحل کے پاس
دیکھ تو لوں میں ذرا اُمید نہ رکھ کر دل کے پاس
ناتواں محبوں تو آسکتا نہیں محل کے پاس
ہاتھ رہتا ہے تمہارا جب سے دل کے پاس
جمع ہے خلقت مگر قاتل نہیں بسمل کے پاس
ڈوب گئی تھی مری ساحل کے پاس
کیا کریں قسمت سے خیر ہی نہ تھا قاتل کے پاس

قہر وہ اس پر نگاہ ناز ڈالیں کس لئے
اک محبت کے سوا ہے کیا تھا رِزِ دل کے پاس

اسکی خوشی ہو کیا مجھے کی ہے پیال بس جی بس
اور نہ مجھ سے کچھ کہا۔ اتھی طلب ہے واہ وا
بہر عیادت آئے وہ۔ آکے یہ مجھ سے کہہ گئے
اُسکے کہ سے ترک کی ہم سے جو ہم دوستی
قتل کیا کسی کو کیا۔ ذبح کیا کسی کو کیا
دل گئے ہم تو خاک میں آپسے بے لے ہوئے

ورنہ عدو سے اور ہو مگلاں بس جی بس
تم نے تو آتے ہی کیا دل سوال بس جی بس
دیکھ لیا۔ سمجھ لیا آپ کا حال بس جی بس
تک و قریب کا ہوا اتنا خیال بس جی بس
آپ کی تیغ آج ہو خون سے لال بس جی بس
دل کے تو آپ کوئی ہو گا نہال بس جی بس

عقل رقیب میں بھلا ایسے گے تھے لعل کیا
میرے نصیب میں لکھا رنجِ شبِ فراق
کل جو تمھاری زلف میں باندھ دیا تھا دل
بجگو نہ صبر آئے گا۔ تمکو نہ رحم آئے گا

دیکھتے ہی رہے جو تم اسکا جمال بس جی بس
بجگو نصیب ہو چکا روز وصال بس جی بس
وہ بھی تو آج ہو گیا تمکو وبال بس جی بس
یہ بھی محال بس جی بس۔ وہ بھی محال بس جی بس

پھر کا دل تو بھنس چکا کیسو سے بچا دین
اور کہیں بچھائے جا کے یہ حال بس جی بس

رویتِ شینِ مجھ

دل لے کے کیئے دل کسب ارمان فراموش
ہر بات پہ کہتے ہو مری جان فراموش
آنکھوں میں سما جاتی ہے جو آن کسی کی
مر کر بھی تو مٹتی نہیں مرنے کی منت
راحت ہو مسرت ہو۔ الم ہو۔ کہ ستم ہو
انداز وہ ہیں جو کبھی آنکھوں کو نہ ٹھولیں
ایمان کی کہنا کہ اُسے دیکھ کے زاہد
ظالم تھے نزنیں کی رہی یاد یہاں تک
پھر تاپے بنگا ہوں میں بنگا ہوں کا پکٹنا
بھولے گا مجھے وہ تھے لے کر گئے دل
آتا ہے مرے دل ہی میں ہر پھر کے ترا تیر
خلوت میں بھی دل ہے کبھی آنکے نہیں آتے

تم سا بھی نہ دیکھا کوئی احسان فراموش
اب تم سے بدے کیا کوئی ناطان فراموش
ہوتی نہیں دل سے کسی آن فراموش
دیکر بھی تو ہوتا نہیں ارمان فراموش
کر دیتا ہے دو روز میں انسان فراموش
آواز وہ ہے جو نہ کریں کان فراموش
ہوتا ہے کہ ہوتا نہیں بیان فراموش
چھو لو نہیں بھی میرے نہ کیا بان فراموش
ہوتا نہیں یہ موت کا سامان فراموش
تو مجھ کو نہ کرنا۔ ترے قربان فراموش
کرنا نہیں اس گھر کو یہ مہان فراموش
دربان فراموش۔ نگہبان فراموش

دیکھا ہی نہیں پھر بھی جلوہ جاناں
دیکھو گے تو ہو جائیں گے اوسان فراموش

تو اے بُتِ سنگ میں خوش مرا خدا خوش

میرا ہی جی جلا کر ہو گا جو دل ترا خوش

اُسکی بلا سے اُس میں خوش ہو کوئی کہ ناخوش
 جینا ہے اُس کا جینا جو عشق میں جیسا خوش
 کرتی ہو میرے دل کو لاک رک تری ادا خوش
 جب ہو گئے وہ ناخوش تو ہو گئے ہم سے کیا خوش
 یہ طرفہ دل لگی ہو دل خوش نہ دل رُبا خوش
 اُس نے تو وعدہ کر کے دل آج کر دیا خوش
 اتنا مجھے بتا وہ ناخوش ہو مجھے یہ ناخوش
 ہوتی ہے اب کسی سے بے درد کی بلا خوش
 کچھ مج کو خوش کرو گے۔ کچھ غیر کو کیا خوش

ہر وقت ظلم دھما نا بہر لحظہ جو رکنا
 مرنا ہے اُس کا مرنا جو مر گیا کسی پر
 غمزہ ہو یا کرشمہ ریشوہ ہو یا اشارہ
 اظہارِ مدعا نے لطفِ اُمیت دکھو یا
 وہ اس کو چھینکتا ہے۔ یہ اس کو چھینکتا ہے
 ہو وصل کل کہ فرقت۔ اب، یہ اپنی قیمت
 میں پوچھتا نہیں ہوں کچھ اور تجھ سے قاصد
 دل لینے ہی تک اُسکی ساری لگاؤں تھیں
 اُس سے بھی لڑ چکے ہو۔ مجھ سے بھی تم لڑو گے

اے قہرِ اب اکیلے دل ہے نڈھال اپنا
 جھگڑے میں ہوشوں کے جب تک بارہا خوش

ردیفِ صادقِ مملہ

ہے اب آئینے میں حیراں کوئی شخص
 ہے اسی گھر میں تو ہر ماں کوئی شخص
 اب منائے عیدِ قرباں کوئی شخص
 کیا نکالے اپنے اراں کوئی شخص
 جان دے کر کیوں ہو بیجاں کوئی شخص
 تھا بہت دل میں پشماں کوئی شخص
 اور ہو گا اس کا خواہاں کوئی شخص

اور دیکھے رُوئے تاباں کوئی شخص
 دل کو کیوں کرتا ہے دیراں کوئی شخص
 اس طرف گردن ہے خنجر اُس طرف
 عرضِ مطلب پر وہ ہوتے ہیں خفا
 دل نہ دوں گا میں کہ دل ہی جان ہے
 کون تھا وہ حشر میں۔ کیا آپ تھے؟
 ہاں۔ بجا ہے دل کے طالب تم نہیں

قہرِ دل میں شاد ہیں بتا شش ہیں
 کر گیا کیا ان سے بیاں کوئی شخص

ردیف ضارِ مجرہ

دیدار والے رکھتے ہیں دیدار سے غرض
یہ کیا کہا نہیں ہیں اغیار سے غرض
رنجش سے متکو واسطہ گزار سے غرض
ہم کو اگر غرض ہے تو سرکار سے غرض
چھینا اُسے تو طالبِ دیدار سے غرض
انکار سے نہ کام نہ اترا سے غرض
ہو کیوں کسی کو آپ کے بیمار سے غرض
ہو گی اُسے نہ تیرے دیوار سے غرض

مطلب نہ لطف سے ہے نہ آزار سے غرض
آنکھوں سے دیکھ لوں تو مجھے کچھ یقین آئے
رُوٹھے جو وہ تو ہم نے یہ کہہ کر منا لیا
ہم کیوں کریں رقیب کی دربارِ داریاں
آنکھیں ہوں۔ دل ہو۔ پردہ ہو۔ دیوار ہو کوئی
امید دارِ وصل کو مطلب ہے وصل سے
اُمی ہے کیا مسح کی جو چارہ ساز ہوں
خونریز ہو گی جس ستم ایجا د کی نگاہ

اے تہر جسکو ہو نہ محبت سے واسطہ
کیا اُسکے شوق کو مرے اشعار سے غرض

ردیف طے مہملہ

ہو گیا کیوں دوہی دن میں بدی سے ربط ضبط
کل مجھی سے صلح بھی ہو گی مجھی سے ربط ضبط
دوستی سے ان کو نفرت دشمنی سے ربط ضبط
کیا کریں تم سے بڑھا کر ہم بھی سے ربط ضبط
بس اسی سے رسم ہو بس اسی سے ربط ضبط
آدمی کرتا ہے پیدا آدمی سے ربط ضبط
اور ہو گا بھی تو ہو گا کیا تجھی سے ربط ضبط
آنکو رکھنا جو تو رکھیں وہ خوشی سے ربط ضبط
تہر کا بھی تھا کہنی آخر کسی سے ربط ضبط

تم تو کہتے تھے نہو گا اب کسی سے ربط ضبط
آج آن بن ہو گئی تو ہو گئی پر وانیس
کیسی اُلٹی ہے آہی خو بردیوں کی سمجھ
تم ابھی کم سن ہو ان باتوں سے واقف ہی نہیں
جسکو کہتے ہیں تم ایجابِ سب میرے سوا
دل بلا کر مجھ سے لئے دل سے ہنسے بولے
لودہ کہتے ہیں کہ پہلے ہے یہ ہونا ہی محال
ربط ضبط اغیار سے رکھنا نہیں بہا پسند
کیوں نہ واقف ہوں یہ رسم عشق ابھی طے

ردیفِ طائے مجھ

آنکھ میں اچھتوں کی چھایا کاظ
وہ نہیں آتے ہیں۔ آتا ہے کاظ
یوں کرو۔ نکو جو کرنا ہے کاظ
آپ کو پھر اور کس کا ہے کاظ
وہ آنو کھے ہیں آنو کھا ہے کاظ
ہوش آتا ہے تو آتا ہے کاظ
نکو آنکھا آنکو میسر ہے کاظ
آپ نے اسکا بھی رکھا ہے کاظ
جاہنے والوں سے بچا ہے کاظ
یہ زمانے سے نرالا ہے کاظ

مخبروں کو ہی زیبا ہے کاظ
کیا تماشا ہے کہ میرے سامنے
پچی نظروں سے مجھے دکھایا کرو
ہے نہیں دشمن تو آخر کون ہے
آئینے سے آنکو شرم آنے لگی
کیوں انہوں بیاک بچپن میں ہیں
کون پوچھے کون پھیرے ذکرِ غیر
شرم کے ہمراہ کچھ شوخی بھی ہو
کوئی ایسوں سے بھی چھپتا ہو کس
پردہ کرتے ہو مری تصویر سے

شکر ہے اس کم سخن کا تر سے
مذتوں میں آج ٹوٹا ہے کاظ

ردیفِ عینِ مہملہ

تج کو ایسا چاہئے۔ یا چاہئے ایسا نہ شمع
شمع ہو پروانہ جل کر۔ اور ہو پروانہ شمع
میری قربت پر تب غم سے جلی کیا گیا نہ شمع
رات بھر تو شمع دیووں سے رہا یا رات شمع
جل بھی آخر کو خود بھی صورت پروانہ شمع
اور کیا تھا بس یہ تھا اس جرم کا جبر مانہ شمع
شمع ہیں وہ انجمن میں اور ہے پروانہ شمع

یہ بھی سوچا تو نے جب جلنے لگا پروانہ شمع
انقلابِ سوزِ غم سے کیوں ہے بیگانہ شمع
دھوم پروانوں سے شب کو اُسکے صدقہ بی بی
اس سے بڑھ کر اور اس جلنے کا ملتا کیا صلہ
آپ نے دیکھا پتنگوں کے جلانے کا آل
افس رخِ روشن کے آگے ہو کے روشنِ حلقہ
آنکو اپنے حق پر کیوں کر نہ ہونا زورِ سرور

تجگو ہے جلنے سے مطلب۔ تجکو ہر روزیے کام
کیسے سودل سے تصدق کس پہ سوچی بکثارت
رات بھرہ کرواں دیکھے کین کیا رنگ ٹھنک
صبح کے ہوتے ہی بزم ناز سے تو محل بسی

عیش خانہ ہو کسی کا یا ہوا تم خانہ شمع
کس کا دیوانہ ہے پروانہ۔ ترا دیوانہ شمع
کس لئے چپے ہوا اُس بزم کا افسانہ شمع
بھر گیا کیا جلد تیری عمر کا پیمانہ شمع

ہونٹوں کے رُوئے روشن کی اگر پروانہ ہو
تو نہیں نبھنے کا تیرا تہر سے یا رانہ شمع

ردیفِ غینِ معجز

دل میں بھی جائے داغ جگر میں بھی جائے داغ
بھوڑا ہے اس میں سوزِ محبت نے اور کیا
کھو کر دل و جگر کوئی کس کس کا غم کرے
دل سے کبھی ہو انہ مراد داغ دل جُدا
روتی ہیں حسرتیں دل عاشق کی لاش پر
رکھتا تھا دل میں داغ کوئیں مثل داغِ عشق
گلزار و یادگار ہیں۔ گلزار و یادگار
قہتاب و آفتاب ہیں۔ قہتاب و آفتاب

دل دے کر اُس کوئیں ہزاروں اٹھائے داغ
رکھتا ہے اور کیا مرے دل میں سوائے داغ
اس کا اٹھائے داغ کہ اُس کا اٹھائے داغ
تجگو جو سیکھنی ہے تو سیکھو و فائے داغ
دشمن کو بھی خدا نہ کسی کا دکھائے داغ
اب داغِ مرگ داغِ ہو دل میں بجائے داغ
ایک بتدائے داغ ہے۔ ایک انتہائے داغ
کیا رات دن ہو بزمِ سخن میں ضیائے داغ

سُنتا ہوں اب جو قہر کوئی شعرِ داغ کا
ہاتھوں سے دل کو تھام کے کہتا ہوں ہائے داغ!

ردیفِ فا

ہو ان سے کچھ تو گفتگو یا اس طرف یا اس طرف
یا قتل وہ تجکو کریں یا وصل ہو انکا بھ
دشمن نے بھر لیا یا نہ ہو۔ ناصح نے بہکایا نہ ہو

پرے میں ہو یا دُوبد و یا اس طرف یا اس طرف
بھٹکے تو کوئی آرزو یا اس طرف یا اس طرف
کوئی نہ کوئی ہو عُدو یا اس طرف یا اس طرف

اب عشقِ بد انجام میں ہوں کہ چوں بنام میں
تیرے لئے لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے لے
آئے ترا تیر نظر۔ دل ہو کہ ہو نہ مل جگر
خو رو کا سودائی ہوا۔ پیروں کا دیوانہ بنا
سائل دریاخانہ برزا ہد بھی ہے میخوار بھی

جا کر رہے گی آبرو یا اس طرف یا اس طرف
ہو گا کہ ہر اُس وقت تو یا اس طرف یا اس طرف
دونوں میں اس کے جوہر یا اس طرف یا اس طرف
دل کی کڑوں میں جسٹو یا اس طرف یا اس طرف
اٹھے گدھر دستِ سُویا اس طرف یا اس طرف

اے قہر آن میں غیر میں ہو جیہ کیوں حجتِ بڑی
کوئی تو ہو گا کشتِ خویا اس طرف یا اس طرف

دردِ اُلفت سے کہیں شوخِ حسیں ہیں آفت
اُسکے وعدے چٹیں اہلِ وفا کیا حاصل
نالہ کرنا کسے کہتے ہیں۔ کسے مرجانا
دل جلانے سے بتانے سے ستم ڈھانے سے
اے فلک ایک ہمیں کشتہ آزا نہیں
کس طرح خاک میں انسان ملا کرتے ہیں
ہم یہ کہتے ہیں کہ تم سے بہت آگاہ ہیں ہم
دیکھ لو ہے دل مضطرب بھی مرا شوخ و شریہ
اپنی محفل ہی میں تم پوچھ لو ہے کون بڑا
دورِ اُفتادہ اُسے ڈھب پہ لکائیں کہ تو کمر

اس کو کم جانتے ہیں اس سے ہیں ہیں واقف
ہو فانی سے تری جانِ حسیں ہیں واقف
ان طریقوں سے محبت ہیں ہیں واقف
ابھی کم سن ہیں۔ ابھی آپ نہیں ہیں واقف
تیری بیداد سے سب اہلِ نہیں ہیں واقف
ہمے پوچھے کوئی ہم خاک نشین ہیں واقف
وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم سے نہیں ہیں واقف
اب نہ کہنا کہ شہسوارت سے ہیں ہیں واقف
غیر سے مجھ سے بہت لوگ ہیں ہیں واقف
ان قریبوں سے جو رہتے ہیں قریب ہیں واقف

ایسی شہرت نہ کسی کی کہیں دیکھی نہ سنی
قہر کے نام سے سب ماہِ جبیں ہیں واقف

رولیفِ قاف

دیتا جو رنج و غم سے رہائی شبِ فراق
آئے نہ تم نہ موت ہی آئی شبِ فراق

ایسا دیا نہ کوئی دکھائی شبِ فراق
ہم سے تو رہے آنکھ چرائی شبِ فراق

دیتے رہے سحر کی مودائی شبِ فراق
جانے کے واسطے نہیں کئی شبِ فراق
بدلے میں وزِ وصل کے پائی شبِ فراق
لیتی ہے اپنے سر پہ بُرائی شبِ فراق
ہوتی ہے کبھی کسی رسائی شبِ فراق
لبختِ تنج کو موت نہ آئی شبِ فراق
نالوں نے ایسی بات بنائی شبِ فراق
”آئی وہ آئی۔ دیکھ وہ آئی شبِ فراق“

جب اوپر کچھ نہ ہم سے بن آئی شبِ فراق
سر سے بلائے ہجر کا ٹلنا حال ہے
یہ انقلاب میرے مقدس کا دیکھئے
دیتے ہیں جانِ عاشقِ ناکام سیکڑوں
نالے بھی میں فضولِ دعائیں بھی میں عبت
صبحِ شبِ فراق وہ اگر یہ کہہ سکے
مجھ کو مرے رقیب نہ مُردہ سمجھ سکے
یہ لکے روزِ وصل وہ گھر اپنے جلدیئے

اے قہر سرگزشتِ غم ہجر کیا کہوں سہلو
آفت ہیں دونوں روزِ جدائی شبِ فراق

تم تو دیکھو پٹا ہے میں ہی اب اگر مرارِ عاشق
یہ بے کیا خاک میں ہلا کر بٹھا دیا جو قہارِ عاشق
حیاتِ عاشقِ ثباتِ عاشقِ مُرِ عاشقِ شکارِ عاشق
رہیں جو صبر و قریبہ نہیں وہ ہر قرارِ عاشق
نہ ہے ایسے نہ ہے ایسے نہیں میں شکارِ عاشق
تو کھینچتے کیوں نہیں وہ اگر ابھی لے لے دغا دے عاشق
دھکا کوئی لنگسارِ عاشق نہ ہو کوئی سوگوارِ عاشق
ہوئے تو یہ حال دل کا وقت ہے توں از درِ عاشق
یہ تیر ہوں جسکے پاس پھر کرے نہ پھر کرے عاشق
جفا پہ کیا جانیں کیا کر گیا ہیں نہیں غبارِ عاشق

یہ قول تھا زندگی میں جہانِ بانی لگے یادگارِ عاشق
کسا کس فنوسِ کبھی نے اُڑا جو سر پہ عباِ عاشق
بڑھے گھٹے اس بحث کیا ہو دیگی لیکن ہزارِ عاشق
فراقِ جانان نے مار ڈالا غمِ مجتبیٰ دمِ نکالا
نہ دل کو وہ دوست جانتے تھے اپنا دشمن ہی نہیں
بہار کا انتظار کب تک جو سیر گزار دیکھنی ہے
وہ زندگی کیسی ندگی تھی یہ موت کیسی تویار
مجھے ڈیپ ہے جانا صبحِ کینِ رسولائے دہر کر دس
غضب کی حقنِ لاکھ نظر ستمِ اُسے ہوں ستمِ مرغل
وہ کہتے ہیں میرے نام نہ کہتے کیا اتفاق کا اس شخص کو

جو سر ہوا لوئے مجھ میں پر تو قہر اترائے کیوں دل میں
کرے نہ کیوں افتخارِ عاشق اگر ہو یوں افتخارِ عاشق

ردیف کا تازی

پوری ہوگی دل مضطر کی تکاب تک
وہ بُرا جگہ کے جائیں گے بھٹاک تک
میں بھی نہ کھوں تو نہ ہوگا مرا چاک تک
حسرتِ قتل میں بیتاب رہوں گا تک
نہیں معلوم کہ ہم نے اُٹھیں کیا تک
حشر کو بچے میں ہے کاترے برا تک
رنج و غم دیں گے محبت میں وہ کتاب تک؟

اے نجومی وہ حسیں مجھ سے بے گاک تک
مورِ طعنہ و دشنام رہوں گا تک
اب قسم ہے تھیں ملنے کی نہ ملنا مجھ سے
جان لینی ہے تو لے لیجئے۔ آخر میں بھی
اس قدر جلوہ دیدار سے بیہوش رہے
ہے قیامت کیلئے ایک ہی دن کی میعاد
اُن کو چاہوں گا مگر یہ تو بتا دیں مجھ کو

شاد ہونا بھی مقدر میں لکھا ہو کہ نہیں
قہر ناشاد رہے موردِ اذیت تک

ابھی دو ایک تھے پھر اور ابھی ہیں دو ایک
اور کیا کی ہیں خطائیں یہی کی ہیں دو ایک
ایک دو ہیں اگر چھٹی تو پُری ہیں دو ایک
کی ہیں ہیں میں جو قُتے تو گئی ہیں دو ایک
حسرتیں پھر بھی مئے دل میں ہی ہیں دو ایک
اں گمراہ نے بلائیں تری لی ہیں دو ایک
کبھی دو جا را گریں تو کبھی ہیں دو ایک
دہر باں میں نہ دعائیں تھی تو دی ہیں دو ایک

یہ نہ سمجھو مرے ارمانِ دلی ہیں دو ایک
آہ کی ہے کبھی میں نے کبھی کی ہے فریاد
سب نگاہیں نہیں اُٹھتیں تری جانب چھٹی
شوخیوں کر کے بھی شوخی نہیں جاتی تری
یوں نکلنے کو شبِ وصل ہزاروں نکلیں
اور کیا بات تھی آئیں جو بلائیں دل پر
محفلِ ناز تری غیر سے خالی نہ رہی
کیوں خفا ہوا اگر اک آدھ کیا ہے نالہ

کیوں نہ دے قہر جبکہ دل میں غم داراں کو
اُسکے مونس ہیں تو لے دے کے ہی ہیں دو ایک

ردیف کا فارسی

دل تیر سے جدا رہے ملواری سے الگ
بیٹھا وہ اپنے طالب دیدار سے الگ
رہتوں اسے کہاں تکہ یار سے الگ
مکمل نہیں کہ دل رہے دلدار سے الگ
سُکر کر دیا نہ آپ نے تموار سے الگ
دیار سے جدا ہوں نہ سکرار سے الگ
بیٹھے جو میرے سامنے اصرار سے الگ
باتیں وہ اٹھکے کرتے ہیں غبار سے الگ
دو چار سے قریب ہوں دو چار سے الگ

مژگان یار وایمروئے خمدار سے الگ
مغل میں کبھی نکل نہ سکی میری آرزو
دل ہاتھ پر ہے اور کھڑا سوچتا ہوں میں
رکھتے ہزار کوئی اسے روک تھا مگر
جس وقت کی تھی میرے قیہوں نے کشتی
دشمن بھی ہیں نگاہ میں۔ تم بھی نظریں ہو
پوچھے وہ خاک بیٹھکے پہلو میں دردِ دل
جب دیکھتے ہیں بزم میں بیٹھا ہوا مجھے
کچھ دل میں رہ گئے ہیں۔ کچھ ارمان نکل گئے

کہتے ہیں جس کو دردِ محبت سب اہل درد
خُشک ہے وہ ہو مہر کے اشار سے الگ

ردیفِ لام

خدا کی شان۔ ایسے اور اس تقدیر کے قابل
جو ہو اس تیغ کے لایق جو ہو اس تیر کے قابل
زباں رکھتے ہیں کچھ بھی ہم نہیں تقدیر کے قابل
مجھے سمجھ ہو کس تفسیر پر تعزیر کے قابل
اگر ہوتا ہمارا دردِ دل تدبیر کے قابل
نہ یہ تاثیر کے قابل نہ وہ تاثیر کے قابل
یہی تو ہے اک آئینہ تری تصویر کے قابل
جو اسکے پاؤں میں تو یہ بھی ہو زنجیر کے قابل
وہ مغل اور ہو اس شمع کی تنویر کے قابل
زیادہ اس سے حالِ دل نہیں تفسیر کے قابل

عُدو ہوں تیری بزمِ ناز میں تو قیہ کے قابل
وہ دل کیوں ہو جفاے آسمان پریر کے قابل
تم بے ضبطِ اُلفت حالِ دل کہنے نہیں دیتا
جو جاہِ اتم کو تو اس میں خطا کی کون سی بیش
فلک پر فتنہ چھپا کر کس لئے جا بیٹھتے عیسیٰ
فُٹاں کمر در آہیں ناتواں بیمارِ فرقت کی
نہ کھٹو کھٹو سنے لیں نہ دیکھو کھٹو سنے لیں
دل دیوانہ اُلفت کو میں کیا باندھ کر رکھوں
فرغِ بزمِ دشمن ہو تھا لے رُوئے روشن سے
یہی ہے شرحِ اسکی۔ شرحِ اسکی ہو نہیں سکتی

دُمِ آخر نہ دیکھا جائے گا رستہ قیامت کا
یہی ہو سادگی تو کیوں نہ نکال دے گا اراں ہر
نہیں یہ وقت تو اے حیلہ جو تاخیر کے قابل
کوئی نادرک بھی ہو چکی میں اس منہ پر کے قابل

لکھے بھی تہہ اسے خط تو لکھے بھی کیا اسے خط میں
وہ ہو تہہ یہ کیونکر جو نہو تہہ یہ کے قابل

ذرا میں بھی دیکھوں۔ مجھے تو کھادل
مرے پاس رکھا ہو کیا دوسرا دل
اگر دے بھی کوئی تو دے تجھ کو کیا دل
عجبت کہہ ہے ہو مراد دل مراد دل
بہت چمنے رکھا مگر کب رہا دل
کوئی مل ہی جائے گا اچھا تراد دل
کہ بن گئی دم پہ بل بل کیا دل
ملا دل ملا دل۔ کھنچا دل کھنچا دل
اگر چھین لے تجھ سے کوئی تراد دل
اگر شوخ ہو تم۔ تو ہے مجھ کا دل
ہمارا جدا ہے۔ جدا ہے تراد دل
بلی آنکھ سے آنکھ۔ دل سے ملا دل

یہ کہہ کر وہ میرا اڑا لے گیا دل
جو دل لیکے تم مجھ سے کہتے تو لا دل
کبھی تو نے رکھا نہیں دل کسی کا
ہمارا ہے دل۔ یا یہ دل ہے تھا را
کہیں مارے بانہ سے رہتا ہو یہ بھی
وہ کہتے ہیں مجھ سے کی کیا ہو مجھ کو
کوئی کیا شب غم وہ آزار دیکھے
سبب تک اُلفت کا کیا ہو چھتے ہو
وہ کہتے ہیں مجھ سے کہ بھر کیا کرے تو
شرارت میں تم سے کچھ کم نہیں ہو
دل آزار تو ہے۔ دل افکار ہم میں
ملا اس طرح وہ ہے اس طرح ہم

گئی چیز کا بھر کرتے ہو کیا غم
گیا دل۔ گیا دل۔ گیا دل

دل ہی اب بکھر مٹائے درد دل
جان تو لے کر نہ جائے درد دل
کچھ نہیں دل میں سوائے درد دل
کس جگہ بھر جیسے پائے درد دل
اٹھکے پہلو سے اٹھائے درد دل

وہ نہیں کرتے دوائے درد دل
آئے گی پھر لذتِ تسکین سے
دیکھ کر وہ دل ہمارا کیا کریں
دل ہی جب ہو درد دل سے بیقرار
بھر مراد دل کیوں تر پئے جب کوئی

خود مٹے گا۔ یا مٹائے گا مجھے
یو نتو ل سکتی نہیں اسے نجات
دردِ دل کا وہ خدا کیا کرے
حالِ دل ہی جب نہیں وہ دیکھتے
مرتے دم تک یہ مراہدم رہا

کچھ تو ہوگی اتنا دل دردِ دل
موت آجائے تو جائے دردِ دل
جو کہے دل سے برائے دردِ دل
پھر کوئی کیونکر دکھائے دردِ دل
آپ نے دیکھی وفا ہے دردِ دل!

تہر اسے سُن کر وہ برہم ہو گئے
اور کہیے ماجرائے دردِ دل!

ردیفِ میم

اُس سے اُٹھتے کہ نہیں اُٹھتے ہیں خنجر کے ستم
اُس سے کیا خاک اُنھیں تم سے تنگ کے ستم
آہِ ظلم سے شاید ترا جی ڈرتا ہے
ناز۔ انداز۔ ادا۔ عیشوہ۔ کرشمہ۔ شوخی
اور مہاں ہے کوئی دم کا مریضِ فرقت
ذبح کرتا ہے تو اُنکھیں بھی نکال اے قاتل
نہ یہ مضطرب ہے زیادہ۔ نہ وہ کم ہے بیتاب
اور کیا خاک ہے میرے لئے میخانے میں
کچھ تو دلبر نے ستایا۔ دل بیتاب نے کچھ
سیج تو یہ ہے کہ دل اُنکا ہے کلیجا اُنکا
عشق میں میرے سوا کون بد اختر وہ ہے

دیکھتے تو مرے دشمن پہ کبھی کر کے ستم
اُٹھ سکیں جس سے نہ اپنے دل مضطر کے ستم
اسلئے تو نے مرے دل پہ کئے ڈر کے ستم
ایک ل اور بھرا سپر ہیں یہ دلبر کے ستم
اور بیمارِ محبت پہ ہیں دم بھس کے ستم
ان سے دیکھ نہیں جاتے ترے خنجر کے ستم
دل جگر دونوں اُٹھاتے ہیں برابر کے ستم
کبھی شیشے کے ستم ہیں کبھی ساغر کے ستم
مجھے کچھ ظلم ہیں باہر کے کچھ اندر کے ستم
جو اُٹھاتے ہیں تیرے عشق میں ممر کے ستم
جسکی تقدیر میں ہیں چرخِ بد اختر کے ستم

کوئی صورت ہو وہ اے تہر کہاں جاتے ہیں
جو ہیں تقدیر کے غم جو ہیں تقدیر کے ستم

یہ ماننے کی بات ہے یہ مان جاؤ تم

مانو کہا۔ خدا کے کہے میں نہ آؤ تم

کیا تھر ہے کہ پہلے مراد ل چڑا لیا
جب تک ہے دل مٹے گا دل سے ہجوم شوق
یہ اچھی لاگ اور یہ اچھا لگا دہے
ابھی کئی رقیب کو ہم جانتے نہیں
دل سے تو حسرتیں مرسل کی نکال دو
تلوار تیز ہے کہ نہیں یہ تو دیکھ لو
کیا اس شتم کو پہلوئے دشمن میں لائیں
دل پر تم کئے ہیں تو فریاد بھی سنو
کوئے بُبٹاں بھی غیرت جنت ہوا ہڈ

اب کہتے ہو یہ اور کو چوری لگاؤ تم
اسکو اگر مٹاؤ تو اسکو مٹاؤ تم
دل میں نہ آؤ اور نظر میں سماؤ تم
ہم جانتے ہیں ہم سے نہ باتیں بناؤ تم
میں تم کو کوکتا نہیں جاتے ہو جاتے
پہلے رقیب پر ہی اسے آ ز ماؤ تم
کچھ فرض ہے کہ میرے ہی دل کو ستاؤ تم
کس نے کہا تھا دوست کو دشمن بناؤ تم
لیکن جاؤ تم تو جہنم میں جاؤ تم

وہ بے وفا تو ہر بنا ہو کام سے کیا
تکو نہا ہنی ہے تو اس سے نبھاؤ تم

دیکھنا کہتے ہیں کیا کیا داؤدِ محشر سے ہم
سنگ آئے ہیں یہاں بھی تو دل مضطر سے ہم
خیر رستے ہی میں بل جائیں کسی کن اس طرح
کیا خیر بھی عشق میں پڑ جائیں گے یہ تفرقے
قتل ہو کر بھی نہ مڑ جائے گل داغ جگر
تیز روا ایسا بھی دیکھا کوئی راہِ شوق میں؟
تکورو نا ہے فقط نا صح ہماری جان کا
اے شبِ غم ایسے نظارے سے کچھ حال نہیں
ساتی کم ظرف تو دل توڑ کر چلتا ہوا
اب ترے ہی سنگ در کی کچھ خصوصیت نہیں
تو بتا ہے اور دنیا میں ٹھکانا کون سا
اپنے در سے اُس نے یہ کہہ کر اٹھایا ہر مجھے

حشر میں چپ رہ نہیں سکتے تھکاؤ دے ہم
اب کہاں جائیں آئی کو چپ دلبر سے ہم
آپ اپنے گھر سے نکلیں اور اپنے گھر سے ہم
ہم سے دل نا آشنا ہو جائے گا دلبر سے ہم
کس قدر سیراب ہیں آبِ دمِ خضر سے ہم
ہر قدم پر منزلوں آگے رہے بہر سے ہم
اور کیا معلوم دے بیٹھے ہیں کیا لگا گھر سے ہم
صبح تک آنکھیں لڑائیں دیدہ آخر سے ہم
خونِ دل پیتے رہے ٹوٹے ہوئے ساغر سے ہم
اپنی قیمت بھوڑے تھے بھرتے ہیں ہر تھہر سے ہم
جائیں تو جائیں اس گھر سے ہم اس در سے ہم
تو نہیں ہٹا تو کیا نکلیں ترے سریر سے ہم

اُس زمیں پر پانور کھتے ہی تو سر جاتا ہے قہر
جھل سکیں کیا خاک قاتل کی نگلی میں سر سے ہم

دکھائے کیا مری قسمت یہ مجھ کو کیا معلوم
بجھی کو ہے تری حسرت یہ مجھ کو کیا معلوم
وہ مجھ پہ ڈھائیں گے آفت یہ مجھ کو کیا معلوم
فلک سے اُتری ہے جنت یہ مجھ کو کیا معلوم
بُری ہے اچھٹوں کی صورت یہ مجھ کو کیا معلوم
عذاب ہے عَمّ فرقت یہ مجھ کو کیا معلوم
بھائیں گے مری تربت یہ مجھ کو کیا معلوم
وہ آئے گی کہ قیامت یہ مجھ کو کیا معلوم

وہ رنج دیں کہ مسرت یہ مجھ کو کیا معلوم
نظر کے سامنے سے آئینہ نہیں ہٹتا
ستم کریں گے بتائیں گے ظلم توڑیں گے
بتھاری بزم ہے ایسی۔ یہ میں نہ سمجھا تھا
جو دیکھتا ہے انھیں اُسکے دم پہ بنتی ہے
ستم ہے دل کا لگانا غصہ ہے دل کی نگلی
کبھی کبھار وہ روئیں گے۔ یا وہ انکھوں سے
یقین ہو کیا شبِ فرقت سحر کے آنے کا

کبھی جو تذکرہ آیا تو ہو گئے بُرہم
تھیں ہے قہر سے نفرت یہ مجھ کو کیا معلوم

کیوں اُٹھیں ترے در سے قیامت تو نہیں ہم
کرتے کبھی کچھ کُفھ سے شکایت تو نہیں ہم
وہاں ترے اے شبِ فرقت تو نہیں ہم
بیدار رہیں غیبت کی قسمت تو نہیں ہم
لیکن تری آنکھوں کی شرارت تو نہیں ہم
ظالم کہیں تیری ہی نزاکت تو نہیں ہم
ہم سے نہ کہو کرنے کے منت تو نہیں ہم
ارماں تو نہیں ہم۔ کوئی حسرت تو نہیں ہم
ٹھہراتے ابھی آپ سے قیمت تو نہیں ہم

ٹالے سے جو تل جائیں کچھ آفت تو نہیں ہم
ہونے دو اگر شکوہ بیدا دے دل میں
کیوں کھانے کو ملتا ہے نیا غم ہمیں ہر روز
آتی جو نہیں میند تو موت آئے شبِ ہجر
بتاب ہیں بیچین ہیں مضطرب ہیں بکلا سے
مشکل جو ہوا بیچہ کر اُٹھنا ترے در سے
رُ دھٹے ہوئے دشمن کو تھیں جا کے سناؤ
کیوں ہکو نکلاتے ہیں وہ بزم سے اپنی
دل لینے میں کیوں آپ کو اتنا ہے تامل

کیوں جی سے بھلا کرنے لگا کوئی محبت
ہیں قہر تو ہوں۔ قابلِ اُلفت تو نہیں ہم

رُویفِ نُون

تجھ میں فنا رہا ہوں۔ تجھی میں فنا رہوں
پھر خاکِ محو خال و خطا مہسوا رہوں
تیری ادا ادا پر اگر میں ہٹا رہوں
اُسکو ازل سے شوق تھا کثرتِ نما رہوں
دل چاہتا ہے زنجی تیرا رہوں
کب تک اُمیدوار ترے وصل کا رہوں
آجائے تو نظر تو تجھے دیکھتا رہوں

میں کیوں خضر کے آبِ بقا پر مٹا رہوں
تیرے سوا سوائے نہ جب کچھ نگاہ میں
پھر بھی نہ مٹ سکے مری مٹنے کی آرزو
رہتا وہ جلوہ پردہ وحدت میں کس طرح
بھرتے ہیں گھاؤ جب تری شمشیر نازکے
میرے لئے تو زندگیِ حُب موت ہے
حسرت ہے مجھ کو بھی صفتِ عکسِ آئینہ

اے قہرِ مجھ کو دردِ جذائی عذاب ہے
اُس سے جُدا رہوں بھی تو کب تک جُدا رہوں

لیکن نہ جلوہ رُخ کا چھپنے کا نقاب میں
ہے وہ حسابِ پیرِ مفاہ کی کتاب میں
کہنا ہے مجھ کو آپ کچھ دل کے باب میں
تم دیکھتے اگر نہ مجھے اضطراب میں
قاصد بھی تو پلٹ کے نہ آیا جواب میں
ہوتا ہے قہرِ حسن بھی عہدِ شباب میں
تو ہی پلا کر آج ہو داخلِ ثواب میں
میرے حساب میں؟ کہ تمہارے حساب میں؟
آیا ہے اک یہی تو ترے انتخاب میں
رہ کر حجاب میں بھی نہیں تو حجاب میں
ممکن ہے قصہ گو چلے آئیں وہ خواب میں
جب دیکھو مجھ کو میں ہوں نئے انقلاب میں

کرتے ہیں جو حجاب۔ رہیں وہ حجاب میں
واعظانہ تو نے صرف کیا ہے شراب میں
میری نہ مٹنے اسکی طرف کیجئے نگاہ
یہ ڈھنگِ شوخیوں کے نہ آتے کسی طرح
لکھیں گے خط وہ مجھ کو اب اسکی اُمید کیا
دکھانا نہیں ہے ظلمِ جوانی میں عشق ہی
زاہد گھٹا کھٹی ہے جو ساتی نہیں تو کیا
سوچو تو درج ہوئے یہ ظلم و ستم کہاں
ہو کیوں نہ مجھ کو ناز دل بے قرار رہ
اے خود منابستا تو یہ طرزِ حیا ہے کیا
مجھ کو فسانہ کیلئے سلا دے شبِ فراق
گردِ شِ نصیبِ عشق میں مجھ سا کوئی نہیں

سب کچھ ہو گیا نہیں ہی جہانِ خراب میں
تو بھی نہ کر کمی کرم بے حساب میں

ہو آنکھ تو یہاں بھی نظریوں آئے کچھ
جرم و گناہ میں کبھی میں نے نہ کی کمی

ناشا و دنا مرد تو کہتے میں قہر کو
اب دیکھئے بڑھائیں وہ کیا اس خطاب میں

پھر بھی یہ مجھے ناز ہو عاشق تو ترا ہوں
اچھا ہوں تو اچھا ہوں۔ بُرا ہوں تو بُرا ہوں
یہ بھی نہیں معلوم کہ میں ہوش و رہا ہوں
کہتا ہے کہ میں آپ کے قدموں سے لگا ہوں
کس ظلم کا پھر داد طلب روزِ حشر ہوں
خود بخود نہیں اپنی خبر۔ کون ہوں کیا ہوں
میں ہوں بھی تو بس ایک گنہگار و فاجر ہوں
کیا کیا شبِ فرقت کی دُعاؤں سے جلا ہوں
دل مجھ سے ہونا رض کہ میں دل سے خفا ہوں
ہر فنہ یہ کہتا ہے اُن آنکھوں میں رہا ہوں

نا کامِ محبت ہوں گرفتارِ بلا ہوں ،
یہ کیا کہوں کیا ہوں۔ مگر تجھ پہ نہ ہوں
بیہوش مجھے کہ کے یہ ہوش اُنکے اڑے ہیں
چلتا ہوں اکتنا ہے ترافتنہ رفتار
غفلت تری عادت ہے جفا تیری ادا ہو
کیا حال کہوں آپ سے میں اور کسی کا
یارِ وہ گناہ کرتے ہیں کیوں میری خطائیں
اگ اُسے لگائی نہ گئی بزمِ عُدو میں
اُفت میں یہ آپس کا مُمینا نہیں کھلتا
پھر کس کے اشارے سے قیامت نہ اٹھے گی

اے قہرِ عبث ہے کسی بے ہرچہ مرنا
جو مجھ کو نہ چاہے اُسے میں کس لئے چاہوں

دائعِ دل میں چیر کر ہیلو دکھا سکتا نہیں
ہے تو ظالم وہ بھی لیکن تجھ کو پاسکتا نہیں
جو مجھے کہتا ہے وہ کہنے میں آسکتا نہیں
وہ مری پیتا پیوں کی تاب لا سکتا نہیں
عکس تیرا میری آنکھوں میں سما سکتا نہیں
جو نہ چاہے وہ اُسے ہرگز سُتا سکتا نہیں
تو مری تقدیر کا لکھا میٹا سکتا نہیں

یوں یقین سو زُردوں کا تم کو آسکتا نہیں
آسمانِ عشاق پر یہ ظلم ڈھا سکتا نہیں
کیا سناؤں حالِ دلِ تم کو سنا سکتا نہیں
کوئی بدم کیا شبِ غم آئے۔ آسکتا نہیں
کیا سمجھ کر میں نظرِ دالوں تری تصویر پر
چاہنے والے ہی پر عشوق کرتا ہے ستم
جان جانی ہے محبت میں تو ناصح جائے گی

اُن سے دل کا مدعا کہہ دے زبانِ غیر میں
بھول جائے وہ مجھے میری جگہ سے بھول جائے
اوستکر یہ ہوا معلوم مرجانے کے بعد،
ایک وہ ہیں جو بلا سکتے ہیں جگو خاک میں
کیوں عُدو پر ظلم ڈھائیں مے مے ہوتے ہوئے
ایک ن مرنا تھا پھر میں کیوں نہ اُس ج مر گیا

نامہ براتنا بھی میرے کام آسکتا نہیں
میں تو اے صانع اُسے دل سے بھلا سکتا نہیں
میری مٹی بھی ٹھکانے تو لگا سکتا نہیں
ایک میں مٹوں اُسے آنکھیں بھی بلا سکتا نہیں
میں اٹھا سکتا ہوں صد اٹھا سکتا نہیں
جیتے جی یہ رنج میرے دل جاسکتا نہیں

اُس مُبت بے ہر پر اے قہر دل کیوں آگیا
کیا بتاؤں اسکو میں یہ میں بتا سکتا نہیں

اب شدتِ گریہ سے کہاں خونِ جگر میں
دیکھا یہ اثر میں نے نیا تیرِ نظر میں
میں انکو بچاؤں بھی تو کیا خاکِ بجاؤں
اُس تیر کے آگے تو یہی سینہ سپر ہے
کرتی ہے گراں قدر حسینوں کو نزاکت
ہر نقشِ قدم پر ہے گماں لوحِ جبین کا
کبختِ شبِ ہجر تو کاٹے نہیں کشتی
یہ پھیل تو ابھرتی ہے مگر سوچ رہا ہوں
مگر کبھی مٹی دل سے نہ مرنے کی تبتا
کیا بات ہے اے چرخِ یہ عقدہ نہیں

یہ دیکھئے خاک اُڑنے لگی دیدہ تر میں
یعنی تری نکھوں میں ہو وہ میرے جگر میں
دل اُسکی نظریں ہے جگر اُسکی نظریں
چھنتی ہے عرضِ خوبِ نظر او جگر میں
ٹلے ہیں جو پھولوں میں وہ ٹلے ہیں نظریں
سجے کئے یہ کس تری راہ گزریں
پتھر اگلیں آنکلیں مری اُمیدِ سحر میں
رکھوں مژدہ یار کو دل میں کہ جگر میں؟
پھرتی ہے مری رُوحِ تری راہ گزریں
کیوں دیر ہوئی میری دعاؤں کے اثر میں

اے قہر مجھے دیکھ کر اُن کا رُخ روشن
آتی ہیں نظر جھایاں رُخسارِ قمر میں

وہ عاشق کون ہے تیرا وہ شیدا کون ہے میں
نہ آئے صبری جس کو نہ آئے موت ہی جگو
بگاہیں تو تمہاری کہہ رہی ہیں کچھ دل سے

جو غم نہ کر دُعا دے جگو ایسا کون ہو میں ہوں
محبت میں وہ مایوسِ تمنا کون ہو میں ہوں
کے جاؤ تم اپنے منہ سے اچھا کون ہو میں ہوں

کیس بار نہیں ذکر آیا تھا جھوٹوں سے خدا سمجھے
وفا کیسی۔ کرم کیسی۔ محبت کیا عنایت کیا
زمانے بھر سے جو کرتا ہے پردہ کون ہے۔ تم ہو
قرینِ شمع و گل پروانہ و بلبل بھی پہنتے ہیں
جفا کا نام ہے تم سے۔ وفا کا نام ہے مجھ سے
جو مجھ کو آزانا ہو تو خنجر سا منے رکھ دو

وہ تر بھر ہو کے بولے۔ اور جھوٹا کون ہے میں نہیں
پھر اس پر بھی جس نے مجھ کو جاکون ہے میں نہیں
زمانے بھر مرجھو اتے زوا کون ہے میں نہیں
مگر وہ دودھ جیو تم نے رکھا کون ہے میں نہیں
اب لیا کون ہے تم ہو یا لیا کون ہے میں نہیں
گلا خود کاٹ کر مجھ کے ہاتھ کون ہے میں نہیں

کہان کی بخودی اسے پھر نہ کہیں کھل گئیں انی
کہا جیت کسی نے۔ تو نے دیکھا: کون ہے میری حق

بیاتِ حال ہوتا ہے وہ گھر سے جب تک تہیں
کیا تھا وعدہ کئے کا لیکن اب تک آتے ہیں
مچھو م یاں میں اُمید ہو کیا دم نکلنے کی
وہی ہیں ایک جو پوچھیں نہ بچھو ایں دورہ
و فو ر غم سے ہم اظہارِ غم بھی کر نہیں سکتے
ہیفہ وہ یونہیں آزار دیں گے کون کہتا ہے
خدا فی خوا رہن بھریوں کوئی پھر تاہر افسیں

کلیجا منھ کو آتا ہو تو نالے لب تک آتے ہیں
یہ پہلو دیکھنا آجے کہ اب وہ کب تک آتے ہیں
بڑی شواہد یونہی رکھنے لے لب تک آتے ہیں
جیاں میں افسانہ سب سب تک آتے ہیں
زباں ہوتی ہے اپنی بند جب طلب تک آتے ہیں
کے جاتے ہیں مجھ پر ظلم انکو جب تک آتے ہیں
سحر کے نکلے نکلے اپنے گھر ہم شب تک آتے ہیں

اڑائے قہر سے آنکھیں قریب اگر وہ مشکل ہے
یہ دیکھا ہے کہ اسکو دوری سے سب تک آتے ہیں

کیوں جائے کوئی جھگڑا محشر کے شور و فتنہ میں
دل میں ادھر سوائی اُترتی ادھر جگر میں
ہیں خلد کے حسیں بھی زاہد مری نظر میں۔
پر دے میں ٹھیکر کب بد گئیں رہ سکے تم
دے کر پیام میرا اُس شوخ کے قدم لے
اس ناز اس اداس نے عالم کو مار ڈالا

اؤ ہیں نہ کر لیں بل کے گھر کے گھر میں
کیا کوٹ کر بھری ہے بجلی تری نظر میں
عُروں میں وہ کہاں جوابات ہے بشر میں
پوشیدہ ہو نظر سے۔ پھر ہو مری نظر میں
لیکن کہاں ہے اتنی جرات پیام میں
تلوار باندھتے ہو کس کے لئے کمر میں

قاتل کی رگِ گدڑ سے قاتل کی رگِ گدڑیں
کرتے ہیں غیر کیوں شر کیا فائدہ ہو شرمیں
کیا جانیں کیا بلا لہتی کبخت کی خبر میں
کیا کیا بھرا ہوا ہے کافر تری نظریں
مثلِ نفس رہے ہیں ہرقت ہم سفر میں

جاتا ہوں روزِ حل کر آتا ہوں روزِ بھر کر
اتنی اگر سمجھ ہے تو کیوں نہیں سمجھتے
کھو یا غمِ خدو نے سب رنگِ روپ تیرا
کچھ بیاہ کچھ محبت کچھ قہر کچھ عداوت
اُلفت میں کوئی دم بھی آرام سے نہ بیٹھے

یوں عاشقی کے فن میں ہوتی ہو کسی شہرت
پایا ہے نام تم نے اے قہر اس ہنرمیں

ابھی دو چار اٹھتے ہیں ابھی دو چار بیٹھے ہیں
وہ جاگے طور پر کیوں طالبِ دیدار بیٹھے ہیں
ہمارا سر ہے وہ کھینچے ہوئے تلوار بیٹھے ہیں
تماشا ہے لے بیہار کو ہمارے بیٹھے ہیں
ہاں دو چار بیٹھے ہیں ہاں دو چار بیٹھے ہیں
نفس میں آپ ہی ہم جان سے بیزار بیٹھے ہیں

ترمی محفل میں جانے پر بھی یوں اغیار بیٹھے ہیں
ہزاروں صوتیں تو ہر جگہ ہیں دید کے قابل
اکہی خیر کنارات کو یہ خواب دیکھا ہے
رہا کرتے ہیں اُن آنکھوں کے آگے بھول کر گئے
خدا رکھے عجب مجمع ہے میخانے میں تند و کا
ستم کیوں تو طما ہے ظلم کیوں صیتا دھٹھاتا ہو

بتائیں کیا کسی کو قہر اب نام و نشان اپنا
بڑی ممت سے ہم چھوڑے ہوئے گھر بار بیٹھے ہیں

بہت اترائی پھرتی ہیں بہت اترائی جاتی ہیں
ترستی ہیں نگاہیں دید کو ترسائی جاتی ہیں
تغافل میں توجہ کی ادائیں پائی جاتی ہیں
تسلی کو ادھر قسموں پتھیں کھائی جاتی ہیں
تماشا ہے کہ کیا خانہ و بخود شرابی جاتی ہیں
تو دیکھیں یہ کہاں کی کہاں کھکوائی جاتی ہیں
دعائیں اب نکلنے کے لئے بھرائی جاتی ہیں
جوبائیں خوش کن لکڑیاں پر آئی جاتی ہیں

چمن پر موسمِ گل میں گھٹائیں چھائی جاتی ہیں
ادھر ہم ہیں ادھر وہ سبچ میں دیوارِ حال ہے
جھاؤں میں مزا آنے لگا کچھ کچھ وفاؤں کا
ادھر اقرارِ فردا لقیں مطلق نہیں آتا
ہو بیٹا بھی نہیں گلچیں کا ہاتھ اب اس گل تک
جگہ باتیں ہیں جب قفقینِ شمن کے بھی دلیں
تنائیں نکلنے کو کبھی گھبرائی جاتی تھیں
مسترت اس کو کہتے ہیں مسترت ایسی ہوتی ہے

غم جو ہر قسمت میں تو غم کیا کریں
ساری دنیا کا وہ ماتم کیا کریں
دیکھ کر ہم اُنکا عالم کیا کریں
آپ ہی جب یہ کہیں ”ہم کیا کریں؟“
راہ و رسم ایسے بھی کم کیا کریں
جب یہ صورت ہے تو حرم کیا کریں
جب کوئی ہو جائے جبرہم کیا کریں؟
وہ مرا ماتم - مرا غم کیا کریں

شکوہ ظلم و ستم ہم کیا کریں
 ساری دنیا دل لگا کر مر گئی
 وصف سُکر ہی یہ عالم ہو گیا
 اور ہم کس کو سنائیں حالِ دل
 بھولے بسرے تم سے بجاتے ہیں ہم
 چُپ نہیں سکتا ہمیں سے رازِ عشق
 زلفِ بزمِ کچھ ہمیں تو ہی سبّا
 انکو حاصلِ عیشِ بزمِ غیر ہے

کہہ گئے تھک کر پیامی قہر سے
وہ تو آتے ہی نہیں ہم کیا کریں!

دل کیلئے میں نظر آئے کلیجا دل میں
تو کہا اُس نے کہ ہے تیرا کلیجا دل میں
خون رُونے کو نہیں خون کا نظر دل میں
اب نظر آتی ہے کچھ اور ہی دُنیا دل میں
درد رکھتا ہے زمانہ بس اُسی کا دل میں
پہلے پیدا تو کرے اتنا کلیجا دل میں
ہو مرے قتل کی حسرت بھی تو ہو کیا دل میں
تا دمِ مرگ کھٹکتا ہے یہ کاناٹا دل میں
اور جو ہم نے دکھایا کوئی تم سا دل میں !
مگر ایسا کوئی ارمان نہ نکلا دل میں

رہ کے دیکھو جو تڑپنے کا تماشا دل میں
 مہرباں پا کے جو پوچھا کبھی ہے کیا دل میں
 خاک اے دیدہ تر حوصلہ تیرا نکلتے ،
 جلوہ عشق نہ تھا جب تو یہ عالم بھی نہ تھا
 کیا قیامت ہے جو ہے درد کا دینے والا
 کھیل جائے گا عُد و جان پہ ممکن ہی نہیں
 وہ سمجھتے ہیں کہ خنجر ہے اٹھانا مشکل
 خارِ حسرت کوئی کیا جلد نکل جاتا ہے
 تم تو کہتے ہو کہ ہم سا نظر آتا ہی نہیں
 وہ نہیں دل سے سوا تھا جو نکلتا دل سے

۱۰ هجری بمبئی میں ہمارا جہ کنٹل سردھوراد سندھیا عالیجاہ بہادر بہ القابہ والی ریاست گوالیار

کبھی آنکھوں میں سمانا کبھی رہنا دل میں
بند ہو کر نہ رہے گا کبھی دریا دل میں

خوبرویوں کو ہوا اسکے کوئی کام نہیں
ایک دوا شک اگر ہوں تو کوئی ضبط کرے

اور کیا تہر کو حسرت ہے یہی حسرت ہے
سُرمیں سودا ہو ترا درد ہو تیرا دل میں

ایک پہنے نے ترے کچھ بھی نہ رکھا دل میں
دل کو خوش دیکھکے جلتا ہے کلچا دل میں
وہ کبھی دل میں بھی آیا تو نہ ٹھہرا دل میں
اور پھر یہ بھی کبھی صاف نہ ہونا دل میں
لطف جب ہے نظر آنے لگے صحرا دل میں
مہربان آپ نے اتنا بھی نہ سوجا دل میں
کبھی ہوتا ہے کبھی وہ نہیں ہوتا دل میں
ہم نے گھر ٹھونک کے دیکھا یہ تاشا دل میں
چٹکے چٹکے مجھے پھر آپ نے کوسا دل میں
ساتھ ہی فل کے ہوا درد بھی پیدا دل میں
کیا نظر ہے مری میں تھیں دیکھا دل میں
کر دیا یاس نے کیا خونِ تمنا دل میں؟

اب کہاں نچ اُتد و تمنا دل میں ،
! عیشِ رشک ہوا آپ کا رہنا دل میں
چیں لینے نہیں دیتی کہیں شوخی اُسکو
یہ بھی کہنا کہ کرو صاف دل اپنا ہم سے
نیل تو ناخن و حشمت کے نظر آتے ہیں
دل جو لے لیں تو کس دل سے یہ چاہے گا ہین
اپنے گھر میں بھی تو بچلا نہیں بیٹھا جاتا
آتشِ عشق نے کچھ بھی نہیں رکھا باقی
ضبطِ فریاد و فغاں پر بھی کسی نے یہ کہا۔
جان جب جسم میں آئی تو محبت آئی
تم تو وہ ہو کہ کسی کو نظر آتے ہی نہیں
سُرخ آنسو مری آنکھوں میں نظر آتے ہیں

داغِ دل فہر بنا مس کبھی۔ ماہ کبھی
کبھی ایسا اسے دیکھا۔ کبھی ویسا دل میں

جوا پر تری مرجاتے ہیں جی جاتے ہیں
ورنہ کیا غیر کے گھر اپنی خوشی جاتے ہیں
ابھی آتے ہیں مرے گھر وہ بھی جاتے ہیں
روز مرجاتے ہیں یہ وزیر جی جاتے ہیں
گالیاں بھی کوئی دیتا ہو تو پی جاتے ہیں

زندہ رہتے ہیں یہ زہر آبِ چوپی جاتے ہیں
دردِ دل ہمسکو وہاں کھینچ کے لے جاتا ہے
ایسی جلدی میں نہ نکلے گی تمنا کوئی
کس قدر رسل ہے عشاق کو مرزا جیتا
کر دیا ہم کو محبت نے کچھ ایسا مجبور

بات کرنے کیلئے آپ سے ہم آئے تھے
کیا کریں اسکے سوا دستِ جنوں کی تدبیر
اُنکے حقے کی پیالے سے چھلک جاتی ہے
مر رہے ہیں یوں بے موت مریضِ الفت
کیا ہوا ہم سے جو ظاہر ہیں وہ منہس بول لئے

آپ نے ہم سے کوئی بات نہ کی جاتے ہیں
بخیہ گرد و زگربیاں مرا سہی جاتے ہیں
پینے والے تو تیرے خاک بھی پی جاتے ہیں
آپ کیوں اُنکے لئے لیکے چھری جاتے ہیں
دل سے غیروں کے کہیں کچل جاتے ہیں

عشق میں بھر کی ہے زندگی و موت نئی
آپ ہی مرتے ہیں بھر آپ ہی جی جاتے ہیں

وہ یہ کہتے ہیں کہ میں کچھ سہ مشرنہ کہوں -
دل کو پتھر نہ کہوں - آنکھ کو کافرنہ کہوں
سرو قد کننے سے تو طیر طرہ کی تم چلتے ہو
ڈال دوزخ کا سایہ مجھے نیند آجائے
وہ بھی جاہیں تو نہ وصل کی تدبیر درست
فیصلہ تو نے تو سب کہنے پر اُسکے رکھا
شکل دل کنے سے اُس بُت کا بگڑتا ہر مزاج
مانے بات مری تو کہوں میں بھی کوئی بات
تم جو چھڑو تو کہوں کیوں نہ کہانی اپنی

جو ہے کہنا مجھے وہ لاکھ میں کیوں نہ کہوں!
اور پھر کچھ بھی اے شوخ - سنگرنہ کہوں
کیا قیامت کو بھی قامت کے برابر نہ کہوں
رات بھر تجھ پہ جو گزری پڑھ نہ کہوں
کیا کہوں - اسکو اگر اپنا مُقدّر نہ کہوں
کچھ کہوں میں بھی کہ اے داؤد مشرنہ کہوں
کیا قیامت ہے کہ پتھر کو بھی پتھر نہ کہوں
اور آئے نہ اگر آپ کو باور نہ کہوں
جب بھتیں پوچھو تو حالِ دل مضطر نہ کہوں!

پیچھے پیچھے اُسے کیوں لاؤں زباں پر ہے ہنر
مجلو کہنا ہے جو کچھ غیر کے منہ پر نہ کہوں؟

کوئی ناشاد یوں بیٹھا ہر اُس قاتل کی قفل میں
نہ دل ہے اُسکے گیسو میں نہ گیسو مرے دل میں
اگر ہے بھی کہیں تو داغ تیرے عشقِ صادق کا
قضا کو بھی شبِ غم کس قدر اعماض تھا مجھ سے
گلا کیوں کاٹا اُن کو نہیں منظور عاشق کا

دل مجروح پہلو میں اُمید قتل بھی دل میں
ہیں معلوم پھر رہا ہوں کیوں سخت شکل میں
مکول میں ہے - بالائے سین یا ماہِ کامل میں
بڑی شکل سے وہ بھی کام آئی میری شکل میں
وہ کیا اسکو وفا سمجھے ہیں اپنے زعمِ باطل میں

یہاں قاصد مراد میں وہاں ہی عی دل میں
ہوا قاصد مراد کیوں ڈھیر جا کر کوئے قاتل میں
اکہی آرزو ہے دل میں یا لیلیٰ ہے محل میں
پھر اس پر طول عرض مدعا مشکل ہو مشکل میں
فناں سننا ہو یا رب کوں اس سوزِ بیل میں
کہ تھک کر رہ گئے ہیں آپ تو بلی ہی منزل میں
نہ مرنے ہوں نہ جیتا ہوں آہوں سخت مشکل میں

جو وہ نیکے تو یہ نیکے جو یہ نیکے تو غم نیکے
پے مشین ہنم کیا کم تھا دل کی خاک کا تودہ
کبھی باہر نکلتے فیس نے اس کو نہیں دیکھا
زباں میں میری لغزش بل جہیں پر اس تنگ کی
خیال آئے کسی کو کس طرح میری رہائی کا
جناں خضر راہِ عشق و الفت خاک طے ہوگی
تا ملے جو آنے میں انھیں تو موت آجائے

ذرا اے قہر سوچو دل میں کیوں کی بکارتیں
نہیں کہتے ہیں تم کو حضرت طاق ل اگر دل میں

کہ خود شمشیر کھینچ لگئی ہے دست قاتل میں
نہ ہے یہ بات سبیل میں نہ ہو وہاں قاتل میں
ادائیں سنی ہوئی ٹا کر بھر دی ہیں قاتل میں
نگاہیں ہیں کہ چھریاں ہیں اکہی چشم قاتل میں
نہ ہے سبیل ہی سبیل میں نہ ہو قاتل ہی قاتل میں
جو تربت بھی بنے گی تو بنے گی کوئے قاتل میں
بچھائے آپ خنجر سے کب اتنا دم ہو قاتل میں
نظر آیا سر تسلیم خم شمشیر قاتل میں
ادا جو جان لیتی ہو وہ ہو موجود قاتل میں
مرے دم پر بنی ہو دم نہیں بازوئے قاتل میں
جو یہ خوبی ہو تو ہم بھی ہیں خوبی ہو قاتل میں
دہان زخم دل کیا کہہ ہے تھے گوش قاتل میں
ادھر قاتل ہو سبیل میں ادھر سبیل ہو قاتل میں

خدا جانے اثر کیا تھا نگاہِ یاس سبیل میں
جو دیکھی اُس نگاہ تیرا اس حسرت بھرے دل میں
کہاں کا قتل یہ کیجھ ٹپتی ہیں جان سبیل میں
جگر کے ٹکڑے کر دیتی ہیں چھج جاتی ہیں ہ دل میں
وہ اس کو دیکھ کر بخود یہ اسکو دیکھ کر بخود
رہے یا جان جائے اب یہاں سے ہم نہ جائیں گے
جلالیں شوق سے دل داغ حسرت شعلہ زن ہو کر
ادھر وہ قتل پر اٹھی۔ ادھر جانباڑ الفت کا
ہمارے قتل کو خنجر نہیں ہے تو نہ خنجر
یہاں شوق شہادت ہے وہاں عذرِ نرا کشت
نکالے جان سے تو نکالے دل کے ارماں بھی
مجھے بھی تو بتا اے زلف پر خم کیا سنا تو نے
رہے یہ اُسکے دل میں اور وہ اسکے توایا ہو

لے طوطی ہند ثانی داغ ابوالعظم نواب میرزا سراج الدین احمد خاں صاحب سائل دہلوی۔

ہیں نیچی ہی کب نیچی نگاہیں چشمِ قاتل میں
بسر کی ہے لبِ زخمِ جگر نے شکرِ قاتل میں
قیامت ہو اگر حل جائے اب سبل میں قاتل میں
مگر کچھ سر کی قیمت ہی نہیں باز اقاتل میں
نگاہیں تو نہ امت سے چھٹی ہیں چشمِ قاتل میں
کہوں کیونکر کہ بے دردی ہو اگر ہی قاتل میں
نظر آجائے جب سبل کو خیر دستِ قاتل میں
نہ اتنا دم ہے خبریں نہ اتنی جانِ قاتل میں
کہ سدا راہ ہو جاتی پھر اٹھ کر راہِ قاتل میں
میں معلوم پھر ان بن ہی کیا ہو مجھ قاتل میں
بجائے اب کیا اب بقاء ہے تیغِ قاتل میں؟

کیے ہیں سبل سیکڑوں اُن کُنڈھروں نے
بھلا اس زندگی پر تیغ کو بھی کیوں رشک آئے
ادھر تیر نگاہ یا س۔ ادھر تیغِ قاتل ہے
بہت ہے عاشقی میں شوق ہو سرفروشی کا
وہ نکلیں کس طرح اب دیکھنے کو حالِ سبل کا
مجھے ڈر ہے وہ دردِ فرقتِ دشمن نہ لے نکلیں
وہ مرنے کی خوشی میں کیوں شادی مرگ ہو جا
بھلا مجھ سخت جاں کا قتل ممکن ہو تو کیونکر ہو
ادھر کو اُسکے چلتے ہی قیام کب رہی اتنی
وہ میری کان کا خواہاں ہے مجھ کو جانِ دُور ہے
حیاتِ جاوداں پائی ہے مر مر کر ہزاروں نے

دل زخمی بھلا اب ہجر کے پہلو میں کیا ہو گا
اگر ہو گا۔ تو وہ ہو گا خدنگِ نازِ قاتل میں

کون سُنتا ہے ہماری کیا کریں
دشمنوں سے دوستاری کیا کریں
ہم تنابِ تمہاری کیا کریں
وہ کسی کی سوگوار ی کیا کریں
یو نہیں گزری عمر ساری کیا کریں
رات بھر اخترِ شماری کیا کریں
ہے بہت تلووار بھاری کیا کریں
اور وہ پرہیزگاری کیا کریں
ہو وہ ہو سکتی بیاری کیا کریں
اور عاشقِ خاکساری کیا کریں

ہجر میں ہم آہِ وزاری کیا کریں
غیر سے پیدا کریں ہم رسمِ وراہ؟
اب نہیں ہے تم میں وہ پہلی سی بات
اُنکو آرایش سے فرصت ہی نہیں
ہر گھڑی ناکامیاں ہیں اور ہم
شام سے پہلے ہی آجائے قضا
اُنکو عذرِ ناز کی ہے قتل میں،
چھوڑ بیٹھے حضرت زباہِ شراب
ہتوا صبحِ دل پر کرتے جبر بھی،
خاک ہو کر مل گئے ہیں خاک میں

قہر جو کرتے نہیں قدر و فدا
قدر دانی وہ ہماری کیا کریں

چاہنے والے بھی اس رنگ کے کم ہوتے ہیں
میرے ہتھ کے رقیبوں پر کرم ہوتے ہیں
ذبح سے پہلے مرے ہاتھ قلم ہوتے ہیں؟
ہم تو مرتے ہیں اگر جو بھی کم ہوتے ہیں
کس مصیبت میں وہ یارب شغ ہوتے ہیں
بیچ بتا۔ ایسے بھی جنت میں صدم ہوتے ہیں؟
تجھپہ قرباں ترے سر کی قسم ہوتے ہیں
خط پہ خط روزیہ پھر کس کو رستم ہوتے ہیں
ہجر میں جان پہ صدے کوئی کم ہوتے ہیں

اُن نہیں کرتے ہیں گوہر ستم ہوتے ہیں
نئے انداز سے اب مجھ ستم ہوتے ہیں
خوف ہے اُنکو کہ محشر میں نہ تھا مہن
مہربانی سے سوا تیرے ستم میں ہے مزا
خواب آتا ہے نہ جنگو نہ قضا آتی ہے
جن سے ایمان بچائے نہ بچے اے زاہد
شمع کیوں جلتی ہے اُن سے کہ یہ شمع دانے
ہم نے مانا کہ رقیبوں سے تو کچھ رسم نہیں
دل تڑپتا ہے الگ دم پہ الگ بنی ہے

وہ گھڑی دید کے قابل ہے جہاں میں اے قہر
جس گھڑی عاشق و معشوق بچھ ہوتے ہیں

بنار کھوئی نہیں جتنے گریباں اپنے داس میں
وہ اپنی جان کے دشمن مٹے ہیں عشق دشمن میں
پھرے ہیں سیکڑوں فتنے مختار میں
سنگم فرق ہوتا ہے نگاہ دوست دشمن میں
اُڑا کر خاک صحرا میں بکھلا کر پھول گلشن میں
رکے گی یہ جلیں سے رہے گی وہ جلیں میں
نہ اتنا خون ہو دل میں نہ اتنی جاکلشن میں
پڑا رہتا ہے دل صیاد کا میرے شمن میں
لکھا ہے مرے داغ جگر نے آگ گلشن میں
ذرا میں بھی تو دیکھوں کیا بندھا ہوا تیرے دہن میں

نئے سر سے بہا کر ایک کو ہے صحرا گلشن میں
ستم ستم ہیں آفت جھیلے ہیں غم کھاتے ہیں
کئی کئی تھیں کیا ہے اٹھاؤ جس قدر چاہو
کسی کی آنکھ کیسی جو کسی کی آنکھ کیسی ہے
یہ جس عشق کیا کیا آفتیں ڈھاتے ہیں عالم پر
نگاہ ناز و خشم شوق کا چھینا چھپا ناک
گردوں تو ناز و خجبر کی مہمانی لگے کیونکر
جلا کر خاک کر دے برقی ہی اسکو نو اچھا ہو
خدا رکھے مقابل جب اگل رجاں کے رکھا ہے
مرا دل جو کہ ہے میرے عُد و کا دل نہیں کھلتا

نہ دیکھی بہر ہم نے وہ نہ دخورشید میں ہرگز
تجلی جو نظر آئی کسی کے رُوئے روشن میں

اد بھی ہمیں جو کرنی ہو وہ بیدا کریں
ہم نے فریاد بھی کی ہو تو فساد کریں
خاک میں ل کو ملا دیں کہ وہ برباد کریں
میں اُسے بھول گیا۔ آپ ہی ارشاد کریں
تیز وہ کس کے لئے منجھڑ فولاد کریں
کیوں مقرر نہ وہ اس کام کی میناد کریں
آپ کو یاد نہ آتے ہوں تو ہم یاد کریں
کیوں وہ آباد نہ ہو جسکو وہ آباد کریں
دا وِ حشر سے جا کر مری فریاد کریں
کس طرح اُن سے بیاں ہجر کی رُوداد کریں
کیوں بربال کا ارمان پریزا کریں
دوست بھی کہتے ہیں ہم کیا تری مداد کریں

عرض کیا آپ سے حالِ دل ناشاد کریں
وہ ستمگر میں جو جاہیں ستم ایجاد کریں
یہ تو ممکن نہیں ہم شکوہ بیدا کریں
کو نہ آپ نے احساں کیا تھا مجھ پر
سخت جانوں میں تو اب کوئی بھی باقی نہ رہا
یوں اٹھائے گا کوئی صدمہ فرقت کب تک
کر چکے کتنے ستم۔ بل چکے کتنے آزار
مغل غیر کی رونق پہ تعجب کیسا *
میں نے کی آہ حسینوں کو ستایا میں نے
منہم پر آتی ہے تو آتا ہے کلجا منہم کو
بیٹھے بیٹھے یونہی شوخی سے اڑے جاتے ہیں
دشمنوں سے تو مجھے عشق میں کیسی اُمید

جب بلاتے ہیں تو خلوت میں بلائیں اُسکو
یا کرتے ہیں تو یوں بہر کو وہ یاد کریں

نہ حسرت، نہ حسرت میں ارمان وہ ارمان ہیں
مگر بھیجیں ہوشِ مغل میں ہوشِ مغل کے سماں ہیں
لگا رکھا تھا کیا ظالم نے خنجر کوئی پیکان ہیں؟
غضب کی دلفریبی ہے شکر تیرے پیمان میں
پھر کرتے ہو گھر بیٹھے ہوئے چشمِ نگہباں میں
یہ مانا میں شیرا دل نہیں زلف پریشاں میں
بدل میں آں چل میرا نہیں کیا یہ بھی امکاں میں؟

جونکے میرے دل سے ہو نکلتا جسکا امکاں میں
عُدو عیش ہو رشکِ عُدو کو بزمِ جاناں میں
بہت چوڑا ہے دل میں زخمِ تیرا ز جاناں کا
غلط سوار نکلا بھر بھی سچ اُسکو سمجھتا ہوں،
یہ تم نے کیا طریقہ سیر کرنے کا نکالا ہے؟
ترے امن میں ہو گا۔ تری مٹھی میں وہ ہو گا
بدلنا آپ کو اپنی طبیعت کا تو مشکل ہے

مے و معشوق کو کہتا ہے کس مُنہ سے بُرا زاہد
لیا ہو دل تو دے مجکو عوض میں لکھ لکھ اپنا
رہائی مجکو بلجائے شبِ فرقت کے صد مونس
ذرا دیکھے تو وہ مُنہ ڈال کر اپنے گریباں میں
یہ ہوا یماں کی۔ آگے جو آئے تیرے ایماں میں
اتنی کوئی وہ دن بھی دُورِ رخِ گرداں میں

محبت دیکھنی ہے تو کلامِ مہر کو دیکھو
محبت کے سوا مضمون نہیں اور اُنکے دیوان میں

جب آنکھوں آنکھوں میں وہ ہکلام ہوتے ہیں
یہاں وہ آئیں گے قاصد یقیں نہیں آتا
یہ آج کو کسی تفصیر ہو گئی مجھ سے +
عبث تم اپنے مریضوں کی جان لیتے ہو
زبانِ نئے کے پلٹتے ہو اپنے عددوں سے
اسیرِ دامِ بلا۔ نامُراد۔ خانہ خراب
ہر جیلہ جو ترے عدے ہیں کس قیامت کے
ہزاروں ایک اشارے میں کام ہوتے ہیں
کہ ایسے عدے وہاں صبح و شام ہوتے ہیں
یہ آج کیوں مجھے جھک کر سلام ہوتے ہیں
وہ آپ ہی کوئی دم میں متام ہوتے ہیں
وہ کیا کلام تھے؟ یہ کیا کلام ہوتے ہیں؟
جو تم پر مرتے ہیں اُنکے یہ نام ہوتے ہیں
نہ صبح ہوتے ہیں پورے نہ شام ہوتے ہیں

تم اپنے چاہنے والوں میں تہر سا کوئی،
نکال دو تو ابھی ہم غلام ہوتے ہیں،

جب اُس شوخ کی پھرتی ہو نظر آنکھوں میں،
سو زدل کا یہ اثر ہو مری تر آنکھوں میں،
خوبِ در رکھتے ہیں یہ خوب ہنر آنکھوں میں
تم اگر رہتے ہو تو لطف یہ ہے رہنے کا
ہم نے تیری سی تو آنکھیں کیں دیکھیں نہیں
رہ گئے دیکھ کے مُنہ کچھ بھی بنائے نہ بنی
آرزو یہ ہو کہ اُس شوخ سے چار آنکھیں ہوں
اُنکی نظریں جو پریشان نظر آتی ہیں
ایک سہم یک زیادہ ہے خدا خیر کرے
برق سی کو نہ تھی ہو آٹھ پندر آنکھوں میں
اشک بھی بنتے ہیں جل جل کے نہ آنکھوں میں
دل چراتے ہیں نگاہوں میں جل آنکھوں میں
بج دم دل میں رہو بن کے نظر آنکھوں میں
دیکھتے دیکھتے کرتی ہیں یہ گھر آنکھوں میں
دل اُڑا لے گیا وہ شوخ نظر آنکھوں میں
آنکھیں ڈالی نہیں جاتی ہیں مگر آنکھوں میں
ہے پریشانی عاشق کا آنکھوں میں
سہل و دھڑل میں سرسرا تو دھڑ آنکھوں میں

اس طرف کھڑی اُدھر بھونچنی۔ یہ آئی۔ وہ گئی۔
کبھی نگلی نہ رہی اُن کی نظر آنکھوں میں

آج پھر قہر کی چٹوں پہ کے دیتی ہے
کھُٹ گیا کوئی نیا رشکِ قمر آنکھوں میں،

ہم سب غمِ دوست بھی دُنیا میں کہاں ہوتے ہیں
آپ کے نقشِ قدم اُن کے نشان ہوتے ہیں
نالے کرتا ہوں تو نالے بھی کہاں ہوتے ہیں
رازِ اُلفت تو نگاہوں سے عیاں ہوتے ہیں
جیسے ہوتے ہیں مکس دیسے مکاں ہوتے ہیں
یہ بھی ہوتی ہر وہاں آپ جہاں ہوتے ہیں
تیری بیداد کے قصے ہی بیاں ہوتے ہیں
ظلمِ بظلم غریبوں پہ جہاں ہوتے ہیں

راحت و عیش میں سرگرم فغاں ہوتے ہیں
دل جو بٹ بٹ کے تہِ خاک نہاں ہوتے ہیں
نا توانی میں کوئی کام نہیں ہوتا ہے
کس کا دل ہے جو انہیں دل میں چھپا کر رکھے
تم سے نازک کی جگہ کیوں دلِ نازک میں نہو
آپ چھپتے ہیں مری چشمِ تصور سے کہاں
جمع ہوتے ہیں جہاں داد کے خواہاں دوچار
ہے وہی اُسکی گلی۔ ہے یہی اُسکی محفل،

بدگماں ہم تو کسی سے نہیں ہوتے اے قہر
جنگو ہوتے ہیں گماں اُنکو گماں ہوتے ہیں

آپ بن بیٹھے ہیں کیوں میرے عزاداروں میں
یہ ہے وہ چیز جو ملتی نہیں بازاروں میں
دیکھ تو نیٹھکے زانہ کبھی مے خواروں میں
بجلیاں کو نہرتی ہیں کیا ترے خساروں میں
ہم دلِ لنگار و نہیں ہیں اپنے لُڑاؤں میں
میں بھی ہوں ایک ترے تازہ گرفتاروں میں
ہوں سیما بھی اگر آپ کے بیماروں میں
جسکی منہس بول کے ہوتی ہو سیر پاروں میں
وہ سمجھے ہیں کہ روزِ ہیں یہ دیواروں میں
چھول کھلتے ہیں بہا آتے ہی گلابوں میں

عکسار و نمیں نہ ہیں اور نہ ہیں یار و نہیں
ڈھونڈیے حسنِ وفا اپنے خریداروں میں
لُطفِ جینے کے اُٹھاتے ہیں یہ کس لُطف کے ساتھ
دیکھنے والو کئی آنکھیں جمع چھینک جاتی ہیں
فرق ہے آپ میں ہم میں تو نقطِ اتنا ہے
قابلِ رعم مراحلِ زُبوں ہے صیاد
دردِ مندانِ محبت کو قرارِ آجبا ئے
کس طرح ہجر میں وہ عمر گزارے تنہا
شوقِ دیدار میں نظروں نے بنائے سوراخ
غنچہِ خاطر عاشق ہی شکستہ نہ ہوا

اب زمانے میں دفائیں ہیں اسی کے دم سے
قہر کا دم بھی غنیمت ہے وفاداروں میں

ابھی آتے ہیں ابھی دام دیئے جاتے ہیں!
غم دیئے جاتے ہیں آرام لیئے جاتے ہیں
جینے والے سحر و شام بیئے جاتے ہیں
غیر کے نام سے پیغام دیئے جاتے ہیں
جان دیتے ہیں مگر نام کیئے جاتے ہیں
ہونٹ بھی تو دم الزام بیئے جاتے ہیں
یا نہیں وہ مجھے بدنام کیئے جاتے ہیں
چشمِ میگوں سے جنھیں جام دیئے جاتے ہیں
ایسے وحشی بھی کہیں رام کیئے جاتے ہیں!
دم دلا سے سحر و شام دیئے جاتے ہیں
آپ میرا تو ابھی کام کیئے جاتے ہیں
خون کے گھونٹے شام پیئے جاتے ہیں
آپ دینے کو تو دشنام دیئے جاتے ہیں
فکوحہ گردش ایا م کیئے جاتے ہیں
اور اُلٹا مجھے الزام دیئے جاتے ہیں

وہ یہ کمر دلِ ناکام لئے جاتے ہیں
اور کیا یہ بُتِ خود کام کیئے جاتے ہیں
تھے غمِ ہجر میں کیا ایک ہیں مرنے کو
اللہ اللہ رے اُنھیں حفظِ مراتب کا خیال
قابلِ رشک ہے مرزا ترے جانا زوں کا
وہ بُرا لکے مجھے کچھ نہیں کہنے دیتے
کوئی تقصیر مری کوئی خطا بھی میری
نشہ اُنکا ہے سرور اُنکا ہے کیف اُنکا ہو
کوئی بس میں دلِ دیوانہ کو رکھتے کیونکر
اُنکے وعدے تو کسی دن نہیں پورے ہوتے
بعدِ رخصت کے یہاں موت کسے آئے گی
سُرمیخانہ بھی واعظ کے سخن سُن سُن کر
بد زبان ہونے کا الزام بھی لیتا ہو گا
جن سے کچھ ہو نہیں سکتا وہ تری اُلفت میں
چھپ کر خود تو وہ سُنتے ہیں شکایت اپنی

نام جب کر نہیں سکتے ہیں محبت میں قریب
مُفت کیوں قہر کو بدنام کیئے جاتے ہیں

دل گیا رکھنے کو دل میں داغِ مرگ دل میں
ایسے ملنے سے تو بہتر تھا نہ ملتا دلی میں
نذر کروینا پڑا اپنی گرہ سے دل میں
دُور ہی رکھنا تھا اُس کی لگی سے دل میں

دل لگی میں کچھ ہوا تو یہ ہوا حاصل ہیں
ہو گئی اب اس کے ہاتھوں زندگی مشکل ہیں
تجھ سے بل کر یہ بلا اے خنجرِ تل میں
سو زِ اُلفت نے گھلایا رفتہ رفتہ مثلِ شمع

ابتو دیکھیں یا تو کھینچے تیرا جذبِ دل ہیں
اک نہ اک شکل میں رکھتا ہر ہمارا دل ہیں
ہر گلی میں کتے پھرئیے چاہئے اک دل نہیں
کیا قیامت ہے کہ دُور بھر ہو گیا ہر دل نہیں
دل ہی دنیا تھا تو دیدینا خدا دو دل نہیں
آنکھ پر غم ہو گئی یا دا گیا جب دل نہیں
مُنھ سے کہتے ہیں نہیں درکار تیرا دل نہیں
وہ یہ کہتے ہیں نہیں آسا علاجِ دل نہیں
اب بلا کر ہی رہے گا خاک میں کیا دل نہیں
ہم توجہ جانیں اگر دے دو تم اپنا دل نہیں
دل بھی دینے کے لئے درکار ہو جیل نہیں

دُور وہ بیٹھ ہیں کچھ مجھ سے اس عجب سے
رسمِ اُلفت بھی قیامت ترکِ اُلفت بھی ستم
اس طرح لمباے گا یوں کچھ ٹل کی تلاش
پھینکتے پھرتے ہیں اب کوئے حیناں میں اسے
ایک دیدیئے بتوں کو ایک کھتے اپنے پاس
ہر کسی کو غم ہوا کرتا ہے اپنی چسبہ کا
دل میں اُنکے ہے کہ لمباے تو لیں ہم اسے
ہم یہ کہتے ہیں کہ دردِ دل سے ہم ہیں بیقرار
غم اٹھا کر بھی نہ اٹھا کوچہ دلدار سے
ہم سے کہتے ہیں کہ کہتے ہیں تمہیں سب با وفا
آپ ہی فرمائیں پھر دل کس طرح دیں آپ کو

قہر کیا غم ہے جو اُس سے تیغ اٹھاسکتی نہیں
اپنے قاتل کا تو آتا ہے بڑھانا دل نہیں

معلوم اُنھیں اتنا کہ نہیں معلوم نہیں کیوں
معلوم جفا سے دل محروم نہیں کیوں
معلوم کسی اور کے مظلوم نہیں کیوں
معلوم ہے سب کچھ یہی مظلوم نہیں کیوں
معلوم ہے جو کام وہ مذموم نہیں کیوں
معلوم گریبِ دل محروم نہیں کیوں
معلوم نہیں کیوں ہیں معلوم نہیں کیوں
معلوم ہے دنیا سے تو معلوم نہیں کیوں
معلوم یہ اُن کا دل محکوم نہیں کیوں
معلوم ہیں یا رب تو یہ مظلوم نہیں کیوں

معلوم تو دُرت سے ہوں معلوم نہیں کیوں
اُور اس کے مقدریں تو کچھ بھی نہیں لیکن
تیرے ہی ستم سہتے ہیں یہ کس لئے ظالم
اے نامہ رسا خط میں بجز وعدہ دیدار
نالے بھی یہ ہم سوچ سمجھ کر نہیں کرتے
مردے یہ تو دشمن کے بھی کرتے ہیں ترحم
معلوم ہے معلوم ہے سب حال تھا را
کہتے ہیں وفا جسکو وہ دیکھی تھی کسی میں
اس پر وہ محبت میں کریں کیوں نہ حکومت
کم عمر بھی معشوق ستم کرتے ہیں کیا کیا

میں جسکو سمجھ لوں جو سمجھ میں مری آئے مفہوم وہ ناصح ترا مفہوم نہیں کیوں

اے قہر غزل ہی تو ہے عاشق کا خاشوق
منظوم ہے نامہ مرا منظوم نہیں کیوں

تجکوار وزن ہی ترے در کے دکھا دیتے ہیں
صرف کہتے ہی نہیں کر کے دکھا دیتے ہیں
سیکڑوں تیرے برابر کے دکھا دیتے ہیں
لے تری تیغ کا دم بھر کے دکھا دیتے ہیں
سامنے داوڑِ محشر کے دکھا دیتے ہیں
اب نہیں بد گھڑی بھسر کے دکھا دیتے ہیں
دور چلتے ہوئے ساغر کے دکھا دیتے ہیں
آگ ہم سینے میں تپھر کے دکھا دیتے ہیں
ڈھنگ کچھ یہ دل مضطر کے دکھا دیتے ہیں
چل اُس ہم تجھے جی بھر کے دکھا دیتے ہیں
آپ جلوے رُخِ انور کے دکھا دیتے ہیں
رہنے والے تھیں اس گھر کے دکھا دیتے ہیں

جلوے اکثر مجھے جی بھر کے دکھا دیتے ہیں
لیجئے آپ کو، مسم مر کے دکھا دیتے ہیں
تجکوار کیا ناز ہے فتنے تو اٹھا تو چپل کر
لے گھالیتے ہیں مقتل میں گلے سے اسکو
عرصہ حشر میں بھی ہمکو وہ آنکھیں کیا کیا
ابھی خوش ہو ابھی ہوجاؤ گے ناخوش ہم سے
مجھ کو محفل میں دکھا کر وہ گلابی آنکھیں
نہیں ممکن کہ لگی ہو نہ تبتوں کے دل کو
برق و سلاب کا دیکھوں نہ تماشاً کیونکر،
کب سے مشتاق ہوں اتنا نہیں کہتا کوئی
کیا قیامت ہے کہ آئینے کو میرے ہوتے
اور ہے کون مجز حسرت و اراں دل میں

قہر نے لطفِ ستم کے تو اٹھائے ہیں بہت
نار اٹھا کر بھی ستمگر کے دکھا دیتے ہیں

باز دیدار سے آتے ہیں نظر باز کہیں
غیر بری کوئی ڈالے نگہ ناز کہیں
یہ سمجھ کر کہ نہو یہ بھی ترا ناز کہیں
دل کو میرے نہ کرے تو نظر انداز کہیں
نیم نعل ہی رہی آپ کے جانا ناز کہیں
یہ بھی اے عشق نہو دعوتِ شیراز کہیں

دیکھ لیتے ہیں بٹھے اے بیتِ طناز کہیں
دل کو معلوم تو ہوں عشوہ و انداز کہیں،
ہم نے نالہ بھی کبھی دل سے نکلنے نہ دیا
مجھ کو ڈر ہے یہ کہیں تیری نظر سے نہ گرے
جاں جائے گی تو کیا لطفِ ستم آئے گا
غم کھلاتا تو ہے مجھ کو مگر اتنا غم ہے

دوست کو کوئی سمجھتا ہے دعا باز کہیں
حسن کا سحر کہیں عشق کا اعجاز کہیں
آہی جاتا ہے نظر حسن خداساز کہیں
کوئی ایسوں کو بناتا بھی ہے ہمارا کہیں

میں بھلا دل کے فریبوں میں نہ آتا کیونکر
آسمان لاکھ مٹاتا ہے۔ مگر مٹتا ہے
شرط ہے دیکھنا۔ ہو دیکھنے والا کوئی
راز دل آپ سے کیوں حضرت ناصح کہہ دو

شمع کے ساتھ جو پروانے کو دیکھا تو کھلا
سوز ہے فہر محبت میں کہیں۔ ساز کہیں

جو دل کے آئینے میں آپ کی تصویر رکھتے ہیں
دکھا دینگے جو کچھ ہم دل میں جبرخ پیر رکھتے ہیں
جو دل تیار ہو گا تو اسکو وہ دل گیر رکھتے ہیں
وہ کسی تیغ رکھتے ہیں وہ کیسے تیر رکھتے ہیں
یہ دیکھو ہم سے ہاتھ کی تحریر رکھتے ہیں
ہم اپنے دل میں دیکر یہی اس تیر رکھتے ہیں
مرے دستِ دعا بھی پانوں میں زنجیر رکھتے ہیں
کلیجا اٹھا دیکھو جو جگر میں تیر رکھتے ہیں

بڑی قسم سے انکی وہ بڑی تقدیر رکھتے ہیں
ہمارے نالہ غم بھی اگر تاشیر رکھتے ہیں
محبت کا صلہ اس کے سوا کیا اور ملتا ہے
ادھر بھی ہوں اشارے چشم و ابرو کے تو نہیں لکھوں
عہد کے نامہ پیغام سے ناحق کھرتے ہو
تعلق کیوں نہ ہو گمراہ نگاہِ نازِ جاناں سے
اسیری میں براہِ ضعف کا اس ضعف کا ہاتھوں
کماں رکھ رکھ کر اپنے دوش پر تم کیا دکھاتے ہو

عہد و تکر فلک لے قہر کیا ہلکوا بگاڑے گا
نہ ہم منصب ہی رکھتے ہیں نہ ہم جاگیر رکھتے ہیں

کیا غریب الوطنی ہے کہ وطن یا د نہیں
یا د ہے یا تجھے اپنا وہ وطن یا د نہیں
مچکو کچھ اور حبزِ رنج و محن یا د نہیں
عہد بھی اپنا تجھے عہدِ شکن یا د نہیں
بات کہنے کی دم عرضِ سخن یا د نہیں
کہ اسے عیش تو ہے یا د محن یا د نہیں
کیا مجھے آپ کے ماتھے کی شکن یا د نہیں

محبت گل کی طرح ہلو چین یا د نہیں
نہیں بھولا کہ تجھے بھول گیا عہد و فا
پوچھ لو دل سے جو کچھ اور ہو گزری دل پر
کیا اسی یاد پہ بیانِ و نازِ باندھا تھا
پوچھتا ہے کوئی مجھ سے تو غضب یہ دیکھو
عشق میں دل بھی عجیب بندہ راحت کھلا
پھر کرو شکوہ بیدار یہ کیا خوب کہی!

دل لیا تم نے۔ مگر عہدِ وفا بھول گئے
اُن سے آنکھیں لڑیں بیہوش ہوا اے اعظا
آساں پر رہ بنا تھا کبھی اپنا لیکن

معلوم نہیں کیا بات ہوئی۔ کیا حج مکہ کی بولی میں
یہ دن تو خوشی کے دن ہیں مگر رہتا ہو مجھے علم نہ پہنچ
تم ہم سے جدا دل ہم سے جدا تم باہن ہیں۔ افسانہ نہیں
جب تم دہائے پاس آئے جب ہم سے نہ تم ہوئی کھینچ
کیا یاد کسی کو وہ کرتے کیا یاد اُٹھیں کوئی آتا
بوندیں ہیں لٹو کی چہرے پر دے جتے ہیں لٹو کے دہن
یہ دن ہر گلے ملنے کیلئے ملتے ہیں اسی دن لوگ کھل
دم بھر نہ کر آرم سے وہ بیتاب کیا بیخواب کیا
جب یا کسی کی آتی ہے کیا غم کی آگ جلاتی ہو

دل تو وہ مال ہے جسکی کوئی قیمت ہی نہیں
غیر کے عشق و محبت کا مزا دیکھ لیا
حال اپنا جو کہ کوئی تو کس وقت کہے
جو نکلے سے نکل جائے وہ ارمان ہی کیا
یا دُبی جائے گی یا جان مری جائے گی
سُن لیا اَلْعَبْتُ اغیار کا چرچا ہر سُو
اک زمانہ ترا شرمندہ احوال ہوتا

عیش ہو غم ہو۔ کرم ہو۔ کہ نعم ہو۔ کچھ ہو
غم بھر جو ہے ایسی کوئی صورت ہی نہیں

تھر شکوے بھی جو کرتا تو ندامت ہوتی،
”شکر کرتا ہوں مجھے کوئی شکایت ہی نہیں“

بھلا مُردے بھی قبروں سے کہیں باہر نکلتے ہیں
وہ چھریاں کند ہوتی ہیں تو یہ خنجر نکلتے ہیں
جو یوں ارام نکلتے ہیں کیا پتھر نکلتے ہیں
نکلنے کو تو وہ اکثر ادھر ادھر نکلتے ہیں
عدو کے گھر وہ ملتے ہیں عدو گھر نکلتے ہیں
مگر اب کھنا ہر دل سے وہ کیونکر نکلتے ہیں
نئے ہر دم تری شمشیر کے جوہر نکلتے ہیں
یہ دم لینے کو آتے ہیں۔ یہ دم لیکر نکلتے ہیں
ناب نشینے نکلتے ہیں ناب ساغر نکلتے ہیں
وہ اب میرے دُہن آہ بن کر نکلتے ہیں
جنھیں بدتر سمجھتے ہیں وہی بہتر نکلتے ہیں
حیا والے بھی پردے سے کہیں باہر نکلتے ہیں

وہ کیوں آسودگان خاک سے بچکر نکلتے ہیں
بلا ہیں تیری مڑگاں بھی غضب بہت سے اُڑو بھی
کسی کے سنگ درپردہ کوئی اپنا سر نہ نکلتے
مرے ہی گھر نہیں آتے نہیں آتے نہیں آتے
کہیں دیکھو کہیں ڈھونڈو ٹھکانا ہو وہی نکلا
نکلنے کو تو نکلے میرے گھر سے میری محفل سے
کبھی تھمنا کبھی بھرننا کبھی رونا کبھی چلیںا
کسی کے دل میں رہنا ہم کے کیا جانیں ترے ناولک
پڑے ہیں سیکرے میں دم بخود سب خوف و اضطراب
کبھی جو چہ گئے تھے دل میں ناولک نئی مڑگاں کے
وہ اپنے چاہنے والوں کو رہے کیا کریں قائم
کسی کا دم نکل جائے نکل جائے نکل جائے

جنابِ قہرِ الفت میں عیش ہے گریہ و زاری
کہیں رونے سے ارامِ دل مضطر نکلتے ہیں

مڑگ عاشق کا قیامت ہو کہیں ماتم نہیں
کیا ترے خنجر میں میرے قتل ہی کو دم نہیں؟
جس کا شیدا ہو نہ عالم۔ وہ ترِ عالم نہیں
یہ عنایت بھی ہمارے حال پوچھ کم نہیں
باغبانِ گل پر یہ اُسکے ایک ہنسنم نہیں
تیرے کشتے کا کہیں قاتل لہو تو نسیم نہیں

موت کا اپنوں کی ہوتا کس جگہ پر غم نہیں
یونہی قاتل کئے ہیں اس شہیدم سیکڑوں
کیوں نہ اس حُسن و جوانی پر زامہ جان دے
قتل پر خنجر نہ اٹھے۔ بہر قتل آئے تو آپ
روٹی تھی ٹیبل جو رات اس صبح جدا ہوتے ہوئے
چاٹتے ہی اسکو تیغ تیز بیدم ہو گئی،

قہر رو کر کئے دیتے ہو ٹھنڈا کیوں اسے

کیا دل بیتاب میں اب تاب سوِ غم نہیں؟

پھر بھی کھول کا دم اس جان کے خواباں میں رہیں
حسرت اُن پر ہے جو کافر تھے ارماں میں رہیں
ایسے دن بھی تو کئی گردشِ دُراں میں رہیں
صورتِ سبزہ بیگانہ گلستاں میں رہیں
کوئی دن نہ مرے قتل کے سال میں رہیں؟
میری نظریں بھی اگر چشمِ نگہباں میں رہیں
جنکی تقدیر میں زنداں ہے وہاں میں رہیں
کیوں یہ کانٹے بھی نکل کر نہ بیاباں میں رہیں
کبھی ساحل پہ رہیں ہم کبھی طوفاں میں رہیں
تا رکھ میرے کفن کو بھی گریباں میں رہیں
دل وہی رہیں جو تری کا کل چھاں میں رہیں
یہ ستارے بھی تمھارے رُخ تاباں میں رہیں

لاکھ اندازِ ستم خنجرِ جاناں میں رہیں
یونہی اور بھی اُمید پہ جینے والے
جب وہ آئیں مرے گھریا وہ بلائیں مجھ کو
رہنے دے ہلکے جو صتیا تو ہم سبے الگ
تو ہی اسے موت بتا کوئی نہ روز آئے گی
تکو چھینا نگہ شوق سے دُوبھر ہو جائے
ناے رُکنے کے نہیں آپ کے دیوانوں کے
کیا ضرورت کہ رہیں لہریں میں خارِ حیرت
اتک جباری ہوں کبھی خاکِ کبھی لہریں میں آئے
اس قدر دستِ درازی نہ کر اے دستِ جُڑوں
بندشِ غم سے تعلق نہیں جس کو وہ کیا
پونچھتے ہو غرقِ مشم کے قطرے ناحق

یہ خیالِ رُخ و کیونہیں اچھا اے قہر

آپ اللہ نہ اس خوابِ پریشاں میں رہیں

کبھی یہ تیر چھوڑے ہیں۔ کبھی وہ تیر مارے ہیں
تری تیغِ جفا کے تو سنگروارے تیر مارے ہیں
یہ دل ہی جانتا جو دردِ جو اس نے تھامے ہیں
جفا چھوٹکی جیبتی پر ستمِ پانچکے پیارے ہیں
کسی کا کیا اجارہ جو ہم آنکے۔ وہ ہمارے ہیں
جو پتہ حُسن کے ہیں وہ مری کھونٹے تارے ہیں
تری زلفِ دُمانے تو ہزاروں لی مارے ہیں

قیامت آج کی چشمِ مُسَوْنکر کے اشارے ہیں
ہزاروں اسکے زخمی ہیں۔ ہزاروں اسکے مارے ہیں
کیس کیا کس طرح فرقت کے دن ہم نے گزاریے ہیں
اُٹھایا یہ سمجھ کر ظلم ہم نے جو بڑیوں کا
وفا نہیں ہم کریں اُن سے جھانیں وہ کریں ہم پر
جنا کر آنکھ کی پٹی نہیں آنکھ نہیں رکھتا ہوں
کوئی ہتھ چڑھا ہے لیک بھی نہ لساؤ وہی کہہ دے

بہت ہیں سخت جاں ہم بھی جو وہ دل سگرارے ہیں
ابھی ہم اس کنارے کھتے۔ ابھی ہم کٹا رہے ہیں
ہمیں حاصل یہاں بھی خور و نوش کے نظارے ہیں

ہمارا قتل کرنا کیا کوئی آسان ہے اُن کو
کوئی دیکھا ہے ہم سا بھی ثنا و زحر الفت کا
کریں ہم کس لئے زاہد متناخو رحبت کی

جو موتا شیر تو اک آہ کافی ہے شبِ فرقت
مگر قہر اپنے نالے بے اثر سارے کے سارے ہیں

ظالم پھر اور کیا ہے اگر یہ ستم نہیں؟
وہ یہ سمجھ رہے ہیں کہ اب اسکو غم نہیں
آجائیں دم میں آپ کے۔ ایسے بھی ہم نہیں
وعدہ نہیں ہے قول نہیں ہے قسم نہیں
کیونکر کہوں کہ محکو جدائی کا غم نہیں
یارِ عذاب تو کہیں عشقِ صنف نہیں
اے نامہ بروہ اب بھی نہ آئے تو ہم نہیں
کیا لطف اُس ستم میں جو تیرا ستم نہیں
گو جاننا ہوں دور تر اور دور جسم نہیں
کیا اُنکی زندگی ہو جسے کوئی غم نہیں
آسودہ زیرِ خاک بھی اہلِ عدم نہیں
کیوں اس طرح عُدو کی محبت میں ستم نہیں

حقدار اک نگاہِ کرم کے بھی ہم نہیں
سو زالم سے تو مری آنکھوں میں تم نہیں
دُبا ز آب ہیں جو غضب کے تو غم نہیں
قاصد۔ وہ آئیں گے۔ مجھے کیونکر یقین آئے
وہ پوچھتے ہیں خواب میں اگر مر امزاج
اسکو جو میرے دل کا جلا نا ثواب ہے
اسکھو میں دم ہو صبحِ شب وعدہ ہو قریب
ڈھانے کو لاکھ ڈھائے ستم مجھ پر آسماں
ساتی نہو گی تو بہ تو مجھ بادہ خوار سے
لازم ہے زندگی کے لئے غم کی پھیر پھیلاؤ
مرنے کے بعد ماتم ہستی عشق ہے
میں جاں بہ لب ہوں۔ اور کسی کو یہ رنک ہے

میں اور کیا بتاؤں اُسے اور کیا کہوں،
مرنے سے قہر زندگی جیسے کرم ہیں،

ہم سے جو اٹھ سکیں دھما رے ستم نہیں
کیا قہر ہے کہ طاقتِ اظہارِ غم نہیں
باز عشقِ سر دہے جس دن سے ہم نہیں
کافر تری حیا میں ستم ہی ستم نہیں

یہ تو نہیں کہ شوگر بیداد ہم نہیں
اب آہ کے لئے بھی مرے دل میں دم نہیں
دل بیچ کر کوئی بھی خریدارِ غم نہیں
کیا کیا ہے اِہیں ادویہ میری نظر سے پوچھ

کیا میں تمھاری بزم میں تصویرِ غم بنیں؟
 دل بھی مرے لئے مرے قاتل سے کم نہیں
 کہنے کو آپ کیہئے کہ ناراض ہسم نہیں
 ہم ناتواں ہیں سست ہمارے قدم نہیں
 کیا توبہ توبہ آپ خدا ہیں! صنف نہیں
 تم دل سے کم نہیں ہو۔ کہ دل تم سے کم نہیں؟
 پرکھیں تو اسکو آپ یہ کھوئی رستم نہیں
 ہم صیدِ تیغِ ناز ہیں۔ صیدِ حُرُم نہیں
 ہو جائیں جو برباد وہ گرفتار ہم نہیں

کیوں پوچھتے ہو غیر سے تم میرے غم کا حال
 لایا ہے مجکو تیغ کے منہ پر ابھار کر
 بدلی ہوئی نگاہ ہے۔ دل ہے بھرا ہوا
 اے ضعف کیوں صبا سے نہیں راہِ شوق میں
 کافر کہا جو میں نے تو ناراض کیوں ہوئے
 یہ تم سے شوخ ہے۔ کہ تم اس سے شریعہ ہو؟
 کیوں نقدِ دل کو ہاتھ میں لیتے ہی رکھ دیا
 کعبے میں کیوں رہیں تری محفل کو چھوڑ کر
 دامِ بلائے عشق سے بچھٹنا محال ہے

لکھتا ہوں قہر میں انھیں حالِ دلِ فکار
 تصویرِ زخمِ دل ہے تیغِ گانِ قلم نہیں

لوگ جاہل کہ یہ انکا ہی کہا کرتے ہیں
 جو بُرا کہتے ہیں ہمو وہ بُرا کرتے ہیں
 آپ کرتے ہیں جفا اپنے یہ کیا کرتے ہیں!
 کچھ فغاں سے نہیں ہوتا۔ تو بھاگتے ہیں
 خود بھی ہوتے ہیں! دل بھی فدا کرتے ہیں
 ہم خطا و ایرِ محبت ہیں خطا کرتے ہیں
 ہاے کس چیز کو مجھ سے وہ جدا کرتے ہیں
 جی میں آتا ہے جو انکے وہ کیا کرتے ہیں
 کہیں بد عہد بھی عہدِ اپنا وفا کرتے ہیں
 اُس نے یہ بھی نہ کہا۔ آپ کیا کرتے ہیں!
 ہم کہا کرتے وہ اسکو سنا کرتے ہیں
 لوگ کیوں روزِ جزا۔ روزِ جزا کرتے ہیں

بوجھ کر اسلئے ہسم پر وہ جفا کرتے ہیں
 ہم تو شکوے کی جگہ شکرِ جفا کرتے ہیں
 جو تم سہ کے بھی ہر وقت وفا کرتے ہیں
 چین سے کب ترے عشاق رہا کرتے ہیں
 اور کیا عشق میں ارباب وفا کرتے ہیں
 اس گیا بخت ہے بختِ نہ بختِ کوئی
 دوسرا دل کبھی مل جائے یہ ممکن ہی نہیں
 ٹھوہریوں کا کوئی ٹوکنے والا ہی نہیں،
 وعدہ وصل سے کیونکر ہوتی محسوس
 شکوہ غم سے تلائی مصیبت کیسی
 حالِ دل۔ حالِ سچول کا۔ کوئی قصہ تو نہیں
 باز آئیں گے نہ وہ ظلم و ستم سے ہرگز

خواہشِ مرگ میں مرم کے جیا کرتے ہیں
رازِ الفت بھی چھپائے سے چھپا کرتے ہیں؟
یہ کسی سے بھی زمانے میں وفا کرتے ہیں
بیٹھتے اٹھتے وہ ہنگامے بسا کرتے ہیں
ہم تو جو دل نے کہا ہے وہ ادا کرتے ہیں

سیکھ لے ہم سے کوئی روزِ کا مزا جیتنا
میں کروں ضبط بھی تو ضبط سے کیا ہوتا ہو
بت ہوئے۔ تیغ ہوئی۔ چرخِ ستمگار ہو
دیکھ کر چپ نہیں بے فکر نہ جانے کوئی
کیوں گہرتے ہو دمِ عرضِ متناہم سے

قہرِ آشفقہ کو بچھڑھو نڈیے کس کے دل میں
سارے معشوق تو بے مہر ہوا کرتے ہیں

داغوں نے اسکے اگ لگا دی بہار میں
صبر و قرار ہی نہیں صبر و قرار میں
دیکھو بہار آ کے دلِ داغدار میں
دل کس شمار میں ہے جگر کس قطار میں
تو بہ تو ہم سے ہونہ سکے گی بہار میں
یہ اختیار میں ہے۔ نہ وہ اختیار میں
اب بھی تو ہے عبا رعد کے غبار میں
آتے ہیں کب گناہِ محبت شمار میں
بیٹھیں جو دو کھڑی بھی مرے انتظار میں
شوخی چھپی تھی کیا نگہِ سرسار میں
بعد فنا بھی ٹوٹھو نڈر ہا ہوں مزار میں
اُجھے جو اپنے ہاتھ گریباں کے تار میں
وہ کام کیوں کریں جو نہ اختیار میں
رکھتا ہے کیا صبا مرے مُشتِ عبا ر میں
اب بیٹھیں آپ میرے دلِ بیقرار میں
ذرتے چُنے ہیں اس نے بہت کوئے یار میں

دل رکھ دیا جو ہم نے کبھی لالہ زار میں
کیا دل میں رہ سکیں یہ شبِ انتظار میں
یہ سیر ہے نئی جینِ روزگار میں ،
بیتاب جان تک ہے یہاں ہجرِ یار میں
پی لیں گے خونِ دل ہی نہ ہوگی اگر شراب
آتے ہیں وہ نہ جان ہی جاتی ہے کیا کریں
دل اُسکا صاف ہم سے پس مرگ بھی نہیں
کیوں انگلیوں پہ گنتے ہو تم ان کو بار بار
گنتی ہے کس طرح شبِ وعدہ وہ جانِ جالیں
جھکنے میں بھی دل اُس نے ہمارا اڑا لیا
اندھے مجھے دلِ گم گشتہ کی تلاش
بہرِ دعا ہے مرگِ مجنوں میں نہ اٹھ سکے
کیوں دل میں تم سے ترکِ محبت کی گھالیں
پھرتی ہے کیوں اڑائے ہوئے اسکو ہر طرف
منظرِ بدکھنی ہوں نہ بیتا بسیاں اگر
چکے گا کیوں نہ اپنی جبین کا بھی انصیب

اک قہر ہی کے دم سے محبت ہو یاد گا
کہیں یہ ہم ہزار میں کیا سو ہزار میں

تم ہو اُنس ل میں تو میں کیوں اُنس ل میں ہوں
مرنے جینے کیلئے میں کو جہ قاتل میں ہوں
باد آؤں اُنکو یح تو میں بھی اُنکے دل میں ہوں
شمعِ محفل میں ہے پروانہ میں محفل میں ہوں
زندہ کہہ میں تو زیرِ آسمان مشکل میں ہوں
برق کو بھی آنسو چہ میں رگِ سبیل میں ہوں
غیر کی حسرت ہی بن گئی تھی رے دل میں ہوں
اور جلنے کیلئے میں آپ کی محفل میں ہوں
ٹھوڑا ہوتا ہے کیونچہ میں قہر ہی کے دل میں ہوں
اور میں نے معج اب تک حسرتِ ساحل میں ہوں
میں نہ مرا ہوں حیات ہوں عجب مشکل میں ہوں

میر دل میں تم ہو اب میں بھی تمہارے دل میں ہوں
زہر ہو آبِ دمِ شمشیر یا آبِ حیات
یہ تو میری ہی خطا ہے یاد اگر آتا نہیں
اور تیری بزم کی زینت کو اب کیا چاہیئے
کیا عجب راحت ملے مدفن میں مرجانی کے بعد
دیکھ کر قاتلِ ظہیر یا اس کا تیرے سامنے
خیر بن جائے نہیں میرا تمہارے دل میں گھر
کیا ستم ہے لطف اٹھانے کیلئے اغیار میں
قیس کی صحرا نور دی پر یہ لیلیٰ نے کہا
تو خدا جانے یہاں سے کب کی جا پہنچی وہاں
جکوب سبیل کر کے قاتل تو گھرا اپنے جلد یا

قہر خالِ رخ کو بھی ہے فخرِ حسنِ یار پر،
کہہ رہا ہے رخِ غنوں لیکن مہِ کامل میں ہوں

زندگی ہو گئی وُبال ہیں
جانِ دینی بھی ہے محال ہیں
اب ترا بھی نہیں خیال ہیں
اب نہیں چاہیئے یہ مال ہیں
وصل بھی ہو گیا وصال ہیں
کیوں نہ ہو غیر سے ملال ہیں
تم کرو چل کے پا مال ہیں
مگر اتنی کہاں مجال ہیں

اگیا آج کیا خیال ہیں
اُن یہ مجبوریاں محبت کی
پہلے تیرا خیال تھا ہر دم
دل مرا پھر کر کہا اُس نے
اُنکے آتے ہی موت بھی آئی
کوئی دشمن کو دوست رکھتا ہو
گردشِ چرخ کیا مٹائے گی
کیوں وہ بگڑے ہیں پوچھتے اُن سے

قہر اپنی ہی تمنا ہے
نظر آئے وہ مہِ جمال ہیں

وہ کریں بھی کچھ مرے واسطے غرض اس سے کیا مجھے کیا کریں
جو گرم نہو تو ستم کریں۔ جو دُشمن نہو تو جفا کریں
رہیں ایک حال پہ کس لئے۔ مجھے لطف دیتی ہیں شوخیاں
کبھی مل کر آپ لڑا کریں۔ کبھی لڑ کر آپ بلا کریں
عبث اس کا اُن کو خیال ہے۔ اسے ہوشِ فایہِ محال ہو
وہ مریضِ عشق کے واسطے نہ دوا کریں نہ دُعا کریں
ہوئی ظلم و جور کی پوچھ گچھ۔ چھپڑے واقعاتِ غم و الم
مجھے خوفِ حشر میں ہے یہ اب۔ کوئی حشر وہ نہ بپا کریں
دلِ زاریہ ہے سوال کیوں۔ یہ خیال کیوں۔ یہ لال کیوں
کبھی ہم سے وعدہ نہ باہ کا۔ نہ کیا ہو تو وہ کیا کریں
ہنیں آتے وہ تو نہیں سہی۔ نہیں ملتے وہ تو یوں نہیں سہی
مگر اس کی ہمسکو ہے آرزو کہ جواب خط کا لکھا کریں
نہیں ظلم و جور کی حد کوئی نہیں رنج و غم کی کچھ انتہا
مگر اُن کے عشق کا حکم ہے۔ انہیں اہلِ عشق نہا کریں
رہے شرم اُنکی نگاہ میں کہ دن آگئے ہیں شباب کے
کسی رُوشناس کا ذکر کیا وہ اب آئینے سے حیا کریں
مری جان جائے کہ اب رہے۔ مجھے جان کا کچھ الم نہیں
جو ہے فرض اُنکے شباب کا وہ ادا نہیں اُنکی ادا کریں
وہ فنا نہ عشق و فراق کا ابھی یا داہلِ وفا کو ہے
جو نہ تم سُنو تو یہ کیا کہیں۔ جو سنا کر و تو کہا کریں
کوئی بار بار کہے گا کیا کہ بگڑ کر اُس نے یہ کہہ دیا

کبھی ہم نے تھرکا جبراجوٹا نہ تو سنا کر سن

کیا کہا۔ میری فغاں میں کچھ اثر ہے کہ نہیں؟
میں نے دیکھا نہیں۔ تو نے نہیں دیکھا ہے
جسکو دیکھو وہی سبل وہی کشتہ اس کا
تو دکھا دے ہیں اب تک نہیں دیکھا ہنہ
میں تو دل کیلئے روتا ہوں وہ یہ دیکھتے ہیں
زخم اسکا کبھی بھرتے ہوئے دیکھا تم نے
پڑ گیا کیا مری آنکھوں سے وہ آنسو بنکر
بدگماں۔ دیکھ لیا۔ جاتج لیا۔ جان لیا؟
اُنکا جلوہ نظر آیا تو گیا ہاتھ سے دل
سیکڑوں داغ ستم آپ نے دیکھے ہونگے
ہے ادھر ختم شب وصل۔ ادھر جاتے ہو
سُن کے آپس مری حیرت وہ یہ پوچھتے ہیں
جب یہ صورت ہو تو کیوں ل کوئی اپنا دیدے
پہلے تھا دل ہی نگاہوں سے لٹا نا منظور
پھل گیا آپ کا خنجر جو مجھے قتل کیا
بُھپے جب ظلم کئے تم نے تو سوچا یہ بھی
میری بیتابی دل پر وہ خفا ہوتے ہیں
دیکھتے کیا ہو تم اب تیر نظر۔ یہ دیکھو
دل چڑا لے گئی پہلو سے بھری محفل میں
رات بھر جاگے ہیں دن بھر وہ پریشاں رہے
دوست دشمن کی نگاہوں کا پڑ کھٹا کیسا
خون رو رو کے مراد دل تو جلا لیا تو نے

سنگدل تم بھی ہو۔ یہ تنگو خبر ہے کہ نہیں
تیر اتانی کہیں اسے رشک مہر ہے کہ نہیں؟
اب بتاؤ تمہیں قاتل یہ نظر ہے کہ نہیں
! غباں نخل محبت میں مٹ رہے کہ نہیں
دیدہ تر میں کوئی نخت جگر ہے کہ نہیں
تیغ و خنجر سے سوا تیر نظر ہے کہ نہیں
چیر کر دیکھئے پہلو کو جگر ہے کہ نہیں
میرے لیں تری ایک ایک نظر ہے کہ نہیں؟
نفع کے ساتھ محبت میں ضرر ہے کہ نہیں
دل میں رہ کر بھی مرے دل کی خبر ہے کہ نہیں
تمہیں کہد وہ یہ قیامت کی سحر ہے کہ نہیں
ان میں بیتابی دل کا بھی اثر ہے کہ نہیں
بیوفا۔ تجھ میں وفا۔ گسکو خبر ہے کہ نہیں
اب کچھ اور اس کے سوا نظر ہے کہ نہیں
دیکھئے سوز محبت میں اثر ہے کہ نہیں
اس کے دل ہے کہ نہیں۔ اس کے گہرے کہ نہیں
اپنی بھی شوخ نگاہی پہ نظر ہے کہ نہیں
تکڑے تکڑے مرے پہلوں جگر ہے کہ نہیں
کیئے اب چور یہ دیدہ نظر ہے کہ نہیں
یہ مری آؤ شبِ عنس کا اثر ہے کہ نہیں
پہلے یہ دیکھو تمہیں اتنی نظر ہے کہ نہیں
اُگ تجھ میں بھی الکی دیدہ تر ہے کہ نہیں

مٹکو اپنی ہی نگاہوں کی قسم۔ سچ کہنا
قہر پر اب وہ محبت کی نظر ہے کہ نہیں؟

ردیفِ واو

یہاں تو وہاں تو نہاں تو عیاں تو
نہیں کہیں تجکو آنکھیں ہی۔ وژ
ترا تو رہوں پھر بھی کیا تجھ سے نسبت
پتا تجکو ملتا ہے منزل بہ منزل
جدا ہو گیا ورنہ کیسی جدا ئی
تفاؤل سے کچھ اور مطلب نہیں ہے
ترے عشق کا لطف ملتا کہاں پھر
کھلائے ہوئے ہیں یہ پھول تیرے
نہ طالب ہی ہوتا نہ مطلوب ہوتا

جگمگہ کوئی ہے نہیں ہو جہاں تو
جہاں ہی نہاں تو وہاں ہی عیاں تو
کہاں تو کہاں میں کہاں میں کہاں تو
نہیں جاوہ عشق میں بے نشان تو
جہاں تو وہاں ہی جہاں میں وہاں تو
فقط کر رہا ہے مرا امتحاں تو
جو تجکو عدم سے نہ لاتا یہاں تو
جہاں غم ہے۔ اور ہر باغباں تو
اگر اپنے جلوے کو رکھتا نہاں تو

یہی آرزو ہے۔ نہیں اور حسرت
رہے قہر پر یہ گھڑی ہر باں تو

ایذا ہی کیوں نہو مگر اُس میں کمی نہو
وہ عرضِ حال پر کہیں ناراض ہو نجائیں
کیا خارِ آرزو کی خلش کا یقین آئے
میں جی رہا ہوں صرف کسی کے خیال میں
آئیں گے کیا فلک سے فرشتے زمین پر
لکنت بھی ہے زبان میں آنکھیں بھی سرخ ہیں
کوئی سوالِ وصل یہ یہ ککے چلے یا
اے قہرِ ذوقِ عشق کے دم سے ہر لطفِ عشق

یہ کیا کہ دل میں درو بھی ہو۔ کبھی نہو
ڈرتا ہوں مدعا بھی مرا مدعی نہو
اُس ناز میں کو پھانس بھی جسکے چٹھی نہو
یہ بھی اگر نہو تو مری زندگی نہو
غنجِ ار آدمی کا اگر آدمی نہو
میں شرط باندھتا ہوں جو داغِ نپنی نہو
تیری خوشی ہو اور ہمارے خوشی نہو!

دل کا لگا دیکھا ہو جو دل کو لگی نہو

اس محبت کی خوشی کیا دل شیدا مجھ کو،
جب نکلتی ہوئی دیکھی نہ تمنا کوئی
جس کا دل مجھ سے بے جس مراد دل ہلکا
وہی جھڑکی وہی دھکی۔ وہی غصہ ہر دم
یوں ہوا دشت نور دی کا تصور دل میں
میں نے چاہا جنہیں ایسے تو بے مجھ کو بہت
وہ تو اس غم میں پریشان نظر آتے ہیں
کعبہ و دیریں کیوں خاک اڑاؤں جا کر
دل گرفتاروں سے ہنسی کوئی ہنسی کھیل نہیں
قابل داد ہے قسام ازل کی تقسیم

غیر کی ضد سے شکر گار نے چاہا مجھ کو
حسرت آئی دل ناکام پہ کیا کیا مجھ کو
نہیں ملتا کوئی ایسا نہیں ملتا مجھ کو
یہ تو فرمائے کیا آپ نے سمجھا مجھ کو
گھر بھی اپنا نظر آنے لگا صحرا مجھ کو
نہ ملا کوئی مرا چاہنے والا مجھ کو
مرگ دشمن یہ مسرت ہو بھلا کیا مجھ کو
اُس شکر نے کہیں کا بھی نہ کھا مجھ کو
بس بس اب آپ ہی جانیں گے چھڑا مجھ کو
حسن اُس شوخ کو بخشا۔ دل شیدا مجھ کو

قہر جلوے سے بھلے غش تو کسی نے یہ کہا
تو نے اسے دیکھنے والے مرے۔ دیکھا مجھ کو!

تو لکھا کہ نہ دل تم مر بجان جاؤ
نہیں جانتے تم۔ اگر جان جاؤ
یہ ہم جانتے ہیں نہ آؤ گے جا کر
زمانہ بڑا ہے نگاہیں بڑی ہیں
یہ صبح شب وصل کیونکر کو نہیں
اسی میں بے گان نشان محبت
یہ کیا آنا۔ جانا تری بزم کا ہے
تھکا را اگر جا کے آنا ہے مشکل
نہ جائیں گے ہم غیر کی انجمن میں
بچھے در سے اُس نے یہ کہہ اٹھایا
فلک کو بھی بیدار کہنا ہے مشکل

یہ کہنا کر دیہ کہا مان جاؤ
ہماری محبت کے قربان جاؤ
اگر جاؤ تو کر کے پیمان جاؤ
جہاں جاؤ لے کر نگہبان جاؤ
ہنیں بکویں بل میں رمان جاؤ
مرے دل کو اچھی طرح چھان جاؤ
پریشان آؤ۔ پشیمان جاؤ
اجل کا تو آنا ہے آسان جاؤ
تھیں کس نے روکا ہو۔ ہمان جاؤ
ہنیں تم سے کچھ جان پہچان جاؤ
کہیں تم نہ اس پر بُرا مان جاؤ

چلے قہر پھر ایک بے ہر کے گھر
خدا ہے تمہارا نگہبان جاؤ

اُس پہ گزری ہے جو کچھ کان میں کہہ لینے دو
ابھی دریا مری آنکھوں سے تو یہ لینے دو
آگئی ہے جو زباں پر اُس سے کہہ لینے دو
کوئی دن اور مری جہان کو وہ لینے دو
کوئی دن ہجر کے صدمے اُسے نہ لینے دو
موجودیدار کو محاورا ابھی... رہ لینے دو
ایک ہی بار نہ کیوں چاند کو کہہ لینے دو
جو رہنے کے جو ہیں وہ ابھی نہ لینے دو

دل کو دم بھر تو خم زلف میں رہ لینے دو
ضبطِ گریہ کی ہے تاکید ابھی سے کیسی
ہاتھ رکھو نہ دم عسریٰ متنا منہ پر
کوئی دن اور بھی نہان اُسے میں رکھ لوں
وصل کی قدر نہ کچھ یوں تو وعدہ کو ہوگی
کیوں ہٹے جاتے ہو تم جلد مرے آگے سے
کیا ضرورت ہے کھلیں رخ پہ دوبارہ لہریں
جنگ میں نہ سکوں تم وہ ستم پھر کرنا

قہر کہنے سے کسی کے کوئی ہوتا ہے بُرا
تم کو کہتا ہے بُرا کوئی تو کہہ لینے دو

دل تو ملتا ہی نہیں آنکھ ملائے کیوں ہو
قہر کہنے میں دل زار کے آنے کیوں ہو
ایسے نازک ہو تو آنکھ نہیں سماتے کیوں ہو
اُس نے یہ بھی نہ کہا روٹھ کھاتے کیوں ہو
ہدفِ ناوکِ بیدار او بناتے کیوں ہو
اپنے بیمار سے تم ہاتھ اٹھاتے کیوں ہو
اور پھر لو پچھتے ہیں تہا جاتے کیوں ہو؟
عرصہ حشر میں تم مجھ کو ڈراتے کیوں ہو
جو تانا نہیں تم اُس کو ستاتے کیوں ہو
طنعِ دیدے کے مجھے اور جلاتے کیوں ہو

تم یہ منہ دیکھے کی اُلفت بھی جتاتے کیوں ہو
آپے جانے کو اُس بزم میں جاتے کیوں ہو
دل میں رہنے کے لئے ہے تمہیں آنا مشکل
ہو کے ناراض چلا میں تو مٹانا کیسا
تم کو حسرت ہے مرنے ل کی تو دل کو میرے
کوئی دم میں دُہی دُنیا سے اٹھا جاتا ہے
کیا تاشا ہے مری جان بھی وہ لینے ہیں
یہ بھی کیا گھر پہنچا را کہ گزرجائے کوئی
دل کرے آہ تو دل پر ہیں جفا ئیں لازم
میں نہیں اُفتش اُلفت میں جلا جاتا ہوں

قہر فقر و نیست پھر اُس فسخ کے آئے کیوں ہو

جب یہ تم جانتے ہو ایک ہی عیار ہے وہ

بزم میں جانبِ اغیار نہ دیکھو۔ دیکھو
اس سے آتا ہے تھاری نگہِ ناز پر حرف
بیٹھ جاؤ نہ کہیں آپ ہی دل تھام کے تم
چشمِ مشتاق نہ رکھ دی ہو کسی نے اسیں
بھوٹے بسر کے بھی اُلفت کی نظر بھی ہو جائے
ہے جو حالِ دل مضطر کا دکھانا مشکل

دیکھو ہو جائے گی تکرار نہ دیکھو۔ دیکھو
دیکھ کر تم مجھے .. تلوار نہ دیکھو۔ دیکھو
چال اپنی دمِ رفتار نہ دیکھو۔ دیکھو
جانبِ روزنِ دیوار نہ دیکھو۔ دیکھو
قہر کی آنکھ سے ہر بار نہ دیکھو۔ دیکھو
دیکھنا بھی تو ہے دشوار نہ دیکھو۔ دیکھو

تاب دیدار ہوا ہے قہر تو دیکھو بھی اُسے
کون کتنا ہے رُخِ یار نہ دیکھو۔ دیکھو،

بلائے کا قیامت میں یہ کیونکر ہو لیں ہکو،
جنوں کا پردہ رکھنا تھا اگر اے ہنشیں ہکو
بٹھایا درد نے غم نے کیا زار و حزیں ہکو
وفا کیا چیز ہے۔ یہ جان اپنی دیکے سمجھاتے
نہ ملنا تھا اکہی تو نہ ملتا اور کچھ۔ لیکن
فراقِ ناز میں دل سے لب تک آئیں سکتی
نہ تو ہے عہد کا سچا۔ نہ تو ہے قول کا پورا
ہماری اے میں بلِ میٹھنے کا لطف تو جب ہے
متھیں کیا مہ جیں ہو۔ ناز میں ہو۔ بل ہی جائینگے
یہ کیا معلوم تھا بلِ جائینگے ہم تیرے کو چے میں
جو اُن سے پوچھتا ہوں میں کہ تم کو بھی محبت ہے
اسی کے پاس ہو گا وہ اسی کے پاس نکلے گا
سنا ہے تھا راخِ جس دن سے ٹکا ہوں میں
اُسے معلوم ہو جائے۔ ہمارا مرتبہ کیا ہے
یہ ابنا تو کہے گا نامہ بر جو تو نے دیکھا ہے

ہیں اللہ نے رکھا کہیں نکو۔ کہیں ہکو
بنانی تھی گریباں میں بھی کوئی آستیں ہکو
اٹھائے ناز پھر ناز آفریں کے۔ آفریں ہکو
مگر ہم کیا کریں وہ کچھ سمجھتے ہی نہیں ہکو
نہو تا آسمان جس پر وہ دلجباتی نہیں ہکو
اب آؤ نا تو اں بھی ہو گئی ہے ناز میں ہکو
تری باتوں کا آئے بھی تو کیا آئے ہیں ہکو
کہ ہم اُنکے قریں بیٹھیں۔ بیٹھائیں قریں ہکو
ہزاروں ناز میں ہکو۔ ہزاروں مہ جیں ہکو
یہ کیا معلوم تھا کھا جائیگی اسکی زین ہکو
تو کہتے ہیں محبت ہے۔ مگر تجھ سے نہیں ہکو
نظر آتی ہے دل کی چور زلفِ عنبریں ہکو
زمانے میں نظر آتا نہیں کوئی حسیں ہکو
جو دیکھے خاک کوئے یار پر عرشِ برس ہکو
مگر آئے یقین اُنکو۔ نہیں اسکا یقین ہکو

نہ کرنے کی جو باتیں تھیں وہ سب کرنی پڑیں ہکو
بتائے تو کوئی دنیا میں ایسی سسر نہیں ہکو
جو ہوتی۔ تو نکلتی۔ کوئی حسرت ہی نہیں ہکو
بلائے گا کبھی جب اُسے رُب العالمیں ہکو

اُٹھائے رنج۔ دکھیا رنجک دشمن بھی محبت میں
جہاں پیدا نہوتے ہوں کسی کے چاہنے والے
یہ اپنی روز کی ناکامیوں سے ہو گیا باور
ہوا کیا دل کا عالم جہیں یہ بھی بتا دیں گے

یہ پوچھا تہر سے اُس نے محبت کی شکایت پر
محبت کیوں نہیں ہکو۔ بتاؤ یہ تھیں ہکو

اس گھر میں یہ وہاں ہے ایسا کہ نہ پوچھو
سُریہ مرے احسان ہے ایسا کہ نہ پوچھو
مر جانے کا ارمان ہے ایسا کہ نہ پوچھو
آئینہ تو حیران ہے ایسا کہ نہ پوچھو
یہ درد مری جان ہے ایسا کہ نہ پوچھو
اس پر بھی یہ دیران ہے ایسا کہ نہ پوچھو
ناصح بھی تو نادان ہے ایسا کہ نہ پوچھو
اُس در پہ یہ دربان ہے ایسا کہ نہ پوچھو
یہ قتل کا سامان ہے ایسا کہ نہ پوچھو
دل اُسے پریشان ہے ایسا کہ نہ پوچھو
لیکن اُنھیں آسان ہے ایسا کہ نہ پوچھو
محشر میں پشیمان ہے ایسا کہ نہ پوچھو

دل میں مرے پیکان ہے ایسا کہ نہ پوچھو
کیا سجدہ شکر اذالفت سے اُٹھاؤں
دل دینے پر آمادہ ہوں۔ جی کھونے کو تیار
گوا د بھی حیرت سے تمھیں دیکھ رہے ہیں
دشمن کو بھی اُمید نہ دے درِ محبت
ارمان ہزاروں ہیں مرے خانہ دل میں
سمجھاتا ہے اُسکو جو نہ سمجھائے سے سمجھے
پونے گا وہاں کیا کوئی دشمن کے سبب سے
ماتھے پہ بل۔ ابرو پہ شکن۔ تہر نظریں
اُچھی ہوئی زلفیں جو نہ سلجھیں تو وہ بولے
دُشوار ہے پہلو سے مرے دل کا اڑانا
دنیا میں بہت ناز تھا ظالم کو جھٹایا پر

سب جھوٹ ہے جو تم نے سنا تہر کی نسبت

والند وہ انسان ہے ایسا کہ نہ پوچھو

وہ جس خوش ہل سے نانوشتی ہو بھی تو کیونکر ہو
دل آزاروں سے ایسی دل لگی ہو بھی تو کیونکر ہو
ہماری در اس کی دوستی ہو بھی تو کیونکر ہو

نگاہِ تہر دشمن پر بھی ہو بھی تو کیونکر ہو
بے گاجی مرا کیونکر کسی کے موے مرگاں سے
وہ دشمن ہم سے ملتا ہے نہ دشمن سے ملتے ہیں

مزا کیا زندگی کا دل نہیں جب میرے ہلو میں
 مٹے چین جیس بھی زلف کے بل بھی نکال جائیں
 خوشی جب قتل کی مرے نہیں دیتی تو جیتے ہیں
 خدا کی بندگی جب زاہدوں سے کچھ نہیں سکتی
 بنے تیری گلی میں قبر دشمن ہم نہ مانیں گے
 نہ یانی چشم گریاں دے نہ گرمی آہ سوزاں
 یقین کیا اسکا آئے اُنکے دشمن مجھ میرے ہیں

کہ غم ہو بھی تو کیونکر ہو خوشی ہو بھی تو کیونکر ہو
 مگر سیدھی مقد ر کی کبھی ہو بھی تو کیونکر ہو
 ہمیں اس مرنے جینے کی خوشی ہو بھی تو کیونکر ہو
 پھر ایسوں بتوں کی بندگی ہو بھی تو کیونکر ہو
 کہ جو ہو دوزخی وہ جنتی ہو بھی تو کیونکر ہو
 مری شاخ تنہا پھر سہری ہو بھی تو کیونکر ہو
 جو ہو عشق اُسے عاشقی ہو بھی تو کیونکر ہو

مری خاطر سے چھیلی قہر زحمت لشکر آنے کی
 ادائے شکر فوجِ ناروی ہو بھی تو کیونکر ہو

نظر میں اپنی رکھو یا دل روشن میں تم رکھو
 مجھے صحنِ چین یا دشت کے دامن میں تم رکھو
 جلا ڈالے گی مجھ کو برقی رشکِ غیر دم بھر میں
 مسل جاؤ مرادل پہلے اگر میرے پہلو میں
 جو ہوں عشقے کرے صرف کر دودہ میرے دل پر
 دل بنا دے چکے ہم اب تمہیں ہو اختیار اس کا
 جو آئے ہو تو ہر فاتحِ تاب ہاتھ اٹھاؤ بھی
 رفو میرا دل صد چاک بھر بجنیہ گرد کرنا
 وہ مضطربا ہر آئے کو یہاں بھی شوقِ نظارہ
 گلے کا ہا میرے کیوں نہ تیغِ رشک ہو جائے
 تمہارے ہاتھ میں خنجر ہے میں مرنے کو حاضر ہوں
 ابھی تو جان نکلی ہو اُنھیں آئے دوست پر
 اگر ڈرتے ہوں میں قہر کی فریاد دوزاری

رہو نگاہیں اہی سکن میں جس مسکن میں تم رکھو
 جہاں کھو دہاں یادِ رخ روشن میں تم رکھو
 یہ چنگاری نہ میری جان خرم میں تم رکھو
 قدم اپنا پے گلشتِ پھر گلشن میں تم رکھو
 جو فتنے ہوں وہ اپنے دیدہ فزون میں تم رکھو
 اُسے برباد کر دیا اُسے دامن میں تم رکھو
 فنا کر کے مجھے بیتاب کیوں فن میں تم رکھو
 رگِ جاں پہلا اپنی دیدہ سوزن میں تم رکھو
 بھلا دیکھیں تو ہم جلوے کو اب چلن میں تم رکھو
 حاملِ غیر کے ہاتھوں کو جب گردن میں تم رکھو
 قسم ہے ایچ میری جان میرے تن میں تم رکھو
 ابھی سے تو نہ اے یار مجھے مدفن میں تم رکھو
 تو اسکو رات کیوں لالہ و شبنم میں تم رکھو

لے غم لشکرِ باہر تختِ ریاست گویا رستہ تاجِ اشعرا ناخدا نے سخنِ جانشینِ حضرتِ آغا دہلویؒ سے متعلقہ دارنا و شمع الکبک

جو ہو پوشیدہ پردوں میں وہ کیوں عالم میں رہا ہو
جسے ارمان ہو تیرا جسے تیسری متنا ہو
خدا نے دیکھنے کے واسطے جن کو بنا یا ہو
کیسے ایسا نہ ہو پھر یہ نہ میرا ہو نہ تیرا ہو
مری وحشت کو تم بھی دیکھ کر محوِ شاہو
ابھی سے اُنکایہ عالم ہے آگے دیکھ لیا ہو
اُسی پر آنکھ پڑتی ہے جو سوا اچھوٹیں اچھا ہو
”بلا جانے ہماری کوئی جیتا ہو کہ مرنا ہو“
اکہی نازل میں اثر اتنا تو پیدا ہو
تمہیں ہم جانتے ہیں اس سے تم بھی ایسے چاہو

مجھے حسرت ہے اُسکے حُسن کا گھر نہ چرچا ہو
مرے پہلو میں یا رب دل اگر بھی تو ایسا ہو
غضب ہے بیٹھنا پرے میں چھپ کر اُن حسینوں کا
دل مضطرب کو لے کر چاہیے کچھ دلتوازی بھی
مزا جب ہے جُبُونِ فتنہ سماں کی ترگوں کا
وہ محکوم سنی میں سیکڑوں آزاد دیتے ہیں
نکاح میں حُسن کے جلوے کو فوراً مٹا دیتی ہیں
وہ حالِ زارِ عاشق سُنکے بولے بھی تو یہ بولے
عُدو کے گھر نہ جائیں وہ ہمارے گھر چلے آئیں
ہمیں نے نگو چاہا تو مزہ اس چاہ کا کیا ہے

یہ انا تھری سب دھیلیں سختیاں لیکن
ترا ملنا رقیبوں سے اُسے کیونکر گوارا ہو،

ردیفِ ہائے ہوز

خیالِ عارض میں خاک دیکھوں ترا گلِ نو بہارِ جلوہ
کہاں وہ جلوہ - کہاں یہ جلوہ - دکھائے یوں تو ہزارِ جلوہ
ستم کیا پردہ حیا نے بہت رہا ہے مگر جلوہ
اُٹھا داب تم نقابِ رُخ سے دکھائے اپنی بہارِ جلوہ
جلا کے دل جان کی کسی کسی کو بیتاب کر کے مارا
بنے ہیں قاتل وہ مُنہ دکھا کر ترے ستم کے غارِ جلوہ
دفا کریں گے نبھائیں گے ہم اُٹھائیں گے سب تم تعالیٰ
کریں گے قربان جان تم پر - دکھا بھی دو ایک بارِ جلوہ
وہ پیچھے چلن کے بیٹھے اگر اسی نظر سے - اسی سبب سے

کہ کھلے ٹٹی کی آڑ سے اب ہمارے دل کا شکار جلوہ
 جمالِ عارض دکھانے والو بہارِ داغِ جگر بھی دیکھو
 دکھا رہا ہے ہمارے سینے میں کھل کے کیا لالہ زار جلوہ
 تمہیں جہاں میں نہیں ہونا ظالم جو ہے وہی نہیں ہو مگر
 نگاہِ غمزہ ادا کرشمہ حیا شرارت شعاعِ جلوہ
 طرح طرح کے حسین ہیں زاہد جو انکو دیکھو وہ انکو جانے
 کسی میں ہے شانِ دلربائی کسی کا ہے شانِ دارِ جلوہ
 نہیں یہ زیبا نہیں یہ شایاں کہ تو نظر سے نہاں ہوتا
 کسی کے مشتاق دید کو ہے ترا بہت انتظارِ جلوہ

یہ بات کیا ہے جو قہرِ صاحبِ عیش ایک ہی جھلک میں
 انھیں تو ارمان تھا کہ دیکھیں کسی کا ہم بار بار جلوہ

ہر وقت رہا مائل بیداد و جفا وہ
 کب عیش میں وہ لطف ہے کب غم میں مزا وہ
 سن لیں گے اگر انکو تو ہو جائیں گے بے چین
 مرجائیں گے ہمسٹوخی و انداز و ادب پر
 ہے بعد ہمارے انھیں اب جسکی ضرورت
 الفت میں تری ہر کس و ناکس کی دباں سے
 تو نام نہ لے اور مرا حال سنا دے
 کس طرح نظر انکی لگا ہوں سے بلاؤں
 بیتاب جو کر دے ہیں بے چین جو کر دے
 کہتا تھا پیامی یہ کہو نکا۔ وہ کہو نکا !
 ہم پہلے تو دے بیٹھے انھیں دل بھی بیکر بھی
 یوں تو نظر آئے ہیں ترے سیکڑوں انداز

ملتا کوئی کیا اُس سے کسی سے نہ ملا وہ
 اگلی نہ وہ دُنیا ہے نہ دُنیا کی ہوا وہ
 سمجھتے ہیں مرے نالہ و فریاد کو کیسا وہ
 کم سن ہیں ابھی ہوں تو بچواں نامزد وہ
 ملتی نہیں ڈھونڈے سے دو اکو بھی فادہ
 اب تک نہ سنا تھا جو کبھی ہم نے سنا وہ
 اے نامہ رسائے گارن میں بھلا وہ
 ملتیں ہی نہیں اور سے دشمن کے ہوا وہ
 شوخی میں ہ شوخی ہے حیا میں ہے حیا وہ
 جب سامنے آنے گیا کچھ کہہ نہ سکا وہ
 اب پوچھتے ہیں یہ تمہیں درکار ہے یا وہ ؟
 جو ب سے نرالی ہوا دہم کو دکھا وہ

جب قہر کے اشارے قہر کو دیکھا
بیجان گیا۔ جان گیا۔ ان گیا وہ

وہ کہیں گے کہ ہم سوتے نہیں ہر دم کا افسانہ
لکھا ہے میں نے اپنے خط میں اپنے غم کا افسانہ
بڑا ہے میرے قصے سے مرے ہر دم کا افسانہ
سنا کر آج مجھ کو عیسیٰ مریم کا افسانہ
ہوا پر اڑ کے پہنچے گا مرے اغم کا افسانہ
زباں پر چارہ گر کی ہے مگر مریم کا افسانہ
بلا اب انہی سنتی ہے کسی کے غم کا افسانہ
سنا کرتے ہیں وہ تورات بھر شبنم کا افسانہ

کہوں کیا بار بار اُن سے دل پر غم کا افسانہ
یہ کاغذ ہی کے کاٹو نہ کہنا اُن سے اے قاصد
ہزاروں آفتیں گزری ہیں اُس کی نگاہ میں
دلائی یاد و اعظا اُس لب جان بخش کی تو نے
پیامی کی ضرورت کیا خبر ایسی نہیں چھپتی
ہمارے خم دل تو اد بھی رسنے لگے سن کر
جوانی کی انگلیں ہیں سسرت کا زمانہ ہو
گلوں کو داستانِ الفت لیلیٰ سے کیا مطلب

جو کھا کر کھو کریں اے قہر نکلے کوئے جاناں سے
تو ہم کو یاد آیا حضرت آدم کا افسانہ

اور پھر بات بنا دیتے ہوا اللہ اللہ!
تم وفا پر بھی دعا دیتے ہوا اللہ اللہ!
اک اشارے میں لٹا دیتے ہوا اللہ اللہ!
خاک میں پہلے ملا دیتے ہوا اللہ اللہ!
بات مطلب کی اڑا دیتے ہوا اللہ اللہ!
جیتے جی اُن کو مٹا دیتے ہوا اللہ اللہ!
دھکیاں روز جزا دیتے ہوا اللہ اللہ!
تم یہ کیا لیتے ہو۔ کیا دیتے ہوا اللہ اللہ!

گالیاں ہو کے خفا دیتے ہوا اللہ اللہ!
ہم جفا پر بھی دعا تم کو دیا کرتے ہیں
تیغ کھینچتی بھی نہیں اور ہزاروں گھمیں
بعد کو طالبِ دیدار سے ملتی ہے نظر
بات کرنے کا طریقہ کوئی تم سے سیکھے
تکو میٹ کر بھی جو جینے کی دعا دیتے ہیں
کیا یہ دنیا ہے جو ڈر جائے گا تم سے کوئی
چھین کر دل مجھے تم داغ جگر دیتے ہو

یہ وفا قہر کریں ہم نے نہ دیکھی نہ سنی
بے وفاؤں کو دعا دیتے ہوا اللہ اللہ!



ردیفِ ہائے مخلوط

ایکنا خواندہ بھی ہمان ہے ہمان کے ساتھ
ہو جو ایمان کی کڑو تمہیں ایمان کے ساتھ
یہ تو جایہِ کامر نے ل سے مری جان کے ساتھ
عہد کے۔ قول کے۔ اقرار کچھ جان کے ساتھ
کیوں محبت نہوا انسان کو انسان کے ساتھ
میرا ارمان بھی نکلا ترے ارمان کے ساتھ
نئی ترکیب نئی وضع۔ نئی شان کے ساتھ
دیکھتے ہیں تجھے کس شوق کس لہران کے ساتھ
کہیں ارمان نکل جائے نہ پیکان کے ساتھ

رشکِ اغیار مرے دل میں ہو پیکان کے ساتھ
وعدہ دل لیکے کیا تم نے کہ احسان کے ساتھ
جیتے جی وصل کا ارمان نکلتا ہے کہیں،
تم جو آئے نہیں تو آنے کو کیوں کہتے ہو،
شکوہِ عشقِ عُدِ دیر یہ دیا اُس نے جو آ
قتل تو نے جو کیا تو یہ بہت خوب کیا
ہم نے جب دیکھا ہے وہ تمہکو نظر آیا ہے
تجھ کو معلوم بھی ہے دیکھنے والے تیرے
تیر دل سے مرے کھینچیں گے نہ ہن جو کچھ وہ

اُن سے کب قہر نکالے کوئی ارمان ل کے
خواب میں بھی تو وہ آتے ہیں نگہبان کے ساتھ

میری جُدا سمجھ ہے تمہاری جُدا سمجھ
اتنی کساں سمجھ ہے ابھی ہیں وہاں سمجھ
آیا شباب اور نہ آئی ذرا سمجھ
ابنی خطا نہ مان تو میری خطا سمجھ
سمجھے ہوئے ہو کیا ہمیں تم کوئی نا سمجھ
رکتے ہیں مجھ سے حدتِ ہر نامہ سمجھ
اچھا بھی میں کہوں تو وہ جائیں برا سمجھ
بیجا اُسے سمجھ کہ اُسے تو مجباً سمجھ

اپس کی رسمِ دراہ میں کام آئے کیا سمجھ
وعدہ اگر کریں تو سمجھ سوچ کر کریں
اب بھی تری ضدیں ہیں وہی بات بات
سمجھاؤں کس طرح تجھے اے دل نہیں ہی
جو ہے تمہا رنے ل میں سمجھتے ہیں اُس کو ہم
سمجھا بچھا کے دل کو وہی اُس سے بھر دیں
یہ انقلابِ حُسن و محبت کا دس سمجھتے
کچھ خود ہی شوق میں اُنھ سے نکل گیا

معتوق کو خدا کے برابر سمجھ لیا،
اے قہر آپ کی بھی ہے دانش کیا سمجھ،

باخوشی تھی۔ یا خوشی تھی کچھ نہ کچھ
تکو بھی اُلفت مری تھی کچھ نہ کچھ
ذبح کیوں کرتے وہ خوش ہو کر مجھے
ہو وہ قتل غیر یا ہو وصل غیہ
تکو وہ اپنا زانا یاد ہے
میں دراز بی شب غم کیا کہوں
تم نہ آتے یہ بھی کوئی بات تھی
نزع میں دیکھا کئے ہم انکی راہ

اب نہیں تو کیا کبھی تھی کچھ نہ کچھ
دل لگی میں دل لگی تھی کچھ نہ کچھ
اس میں میری بھی خوشی تھی کچھ نہ کچھ
آپ کے دل میں تھی کچھ نہ کچھ
دشمنوں سے دوستی تھی کچھ نہ کچھ
تیری زلفوں سے بڑی تھی کچھ نہ کچھ
جذبہ لہی میں کمی تھی کچھ نہ کچھ
یاس میں اُسد بھی تھی کچھ نہ کچھ

قہر دل آزار کو دل کیوں دیا
سوچنی اچھی بُری تھی کچھ نہ کچھ

تم کہے ہیں اُٹھائے ہیں جو کیا کیا کچھ
تری نگاہ نے سیکھے ہیں طور کیا کیا کچھ
ہمارے دل کا کوئی آج فیصلہ ہو گا
تری نگاہ کی گردش فلک کی گردش ہے
جو نامراد ہی کہتے تو کوئی بات بھی تھی،
وہ تم کہ تم نے اُٹھائے نہ اپنے جو سے ہاتھ
کبھی حجاب ہے مجھ سے کبھی حجاب نہیں
ہمارے دل میں خدنگ نظر تو ڈھونڈ لیا
دوائے بھی نہ کیا کچھ دے سانس بھی نہ کیا
اُٹھائے گردش چشم سیاہست کے لطف
نظر بھی تم سے تو اٹھتی نہیں۔ رادھر دیکھو

اکہی ہیں مری قسمت میں اور کیا کیا کچھ
غضب کے قہر کے غصے کے اور کیا کیا کچھ
ابھی تو اس میں کریں گے وہ جو کیا کیا کچھ
دکھائے دیکھئے ہمکو یہ دور کیا کیا کچھ
وہ کہہ گئے مجھے کیا جانے اور کیا کیا کچھ
وہ ہم کہ ہم نے اُٹھائے ہیں جو کیا کیا کچھ
بدلتے رہتے ہیں وہ اپنے طور کیا کیا کچھ
بھلا بتاؤ تو ہے اس میں اور کیا کیا کچھ
مریض غم کی ہوئی ورنہ غور کیا کیا کچھ
چلے ہیں بادہ گلگوں کے دور کیا کیا کچھ
تھارے ہم نے اُٹھائے ہیں جو کیا کیا کچھ

لیا ہے دل ہی ابھی مہر کا ابھی کیا ہے
کسے خبر وہ کریں غم اور کیا کیا کچھ

ردیف یاے معروف

لیتے ہیں کب وہ ہاتھ اٹھا کر سلام بھی
جو اپنے دل کی کرنہ سکے روک تھام بھی
پہلے نہ جانتا تھا یہ اُلفت کا نام بھی
لایا کبھی یہاں تو نہ قاصد پیام بھی
ہوگی وہ صبح بھی کبھی ہوگی وہ شام بھی؟
ایسوں سے ہم تو کر نہیں سکتے کلام بھی
ساتی بھی ماہوس ہو چھلکتا ہو جام بھی
یا کوئی دن کریں گے مرے گھر قیام بھی؟
ہوگا کبھی یہ آپکا جھب گڑا متام بھی
اب تم سنو تو عرض کرے کچھ غلام بھی

اللہ رے ناز کی نہیں ہوتا یہ کام بھی
کیونکر وہ روک لے تجھے دامن کو تھام کر
اب دل ہے اور رات دن اُلفت کے گد کرے
پہونچائے ہونگے اُس نے غد کو کسی کے خط
آؤ گے میرے گھر۔ مرے پہلو سے جاؤ گے
وہ اور میں جو کہتے ہیں ناصح سے حالِ دل
یوں میکشی اگر ہو تو ہے میکشی کا لطف
اے نامہ بر یہاں سے وہ آتے ہی جا لیں گے
جھنجلا کے اُس نے شکوہ دشمن یہ کہدیا
اغیار کہہ چکے ہیں بہت میرے برخلاف

وہ مجھیں دکھائے گا جلوہ نہ قہر کو
یہ جانتے جو ہم تو نہ رکھتے یہ نام بھی

تصویر بھی تو انکی۔ تصویرِ نظر آئی
آنے میں اگر اُنکے ناخیزِ نظر آئی
شمیرِ توجہ دیکھی شمشیرِ نظر آئی
تقریرِ سنی اُسکی۔ تحریرِ نظر آئی
جو تیسری نظر دیکھنی نظر آئی
ہر بات میں جب تیری تصویرِ نظر آئی
یہ خواب پریشاں کی تعبیرِ نظر آئی
خاکِ درمخسانہ کی تصویرِ نظر آئی
دل میں تو نظر تیری اک تصویرِ نظر آئی

کیا حُسن کے جلوے میں تاثیرِ نظر آئی
کچھ دیر اجل کو بھی ہم نزع میں لیتے
قاتل کی نظرِ کلی قاتل سے برآ قاتل
ہر بات میں پہلو ہے ہر لفظ میں جاؤ
دل اُس سے اگر چتا۔ تو اُس سے نہ بچ سکتا
کس بات کا پھرے دل ہم اُس کا گہرے
دل اپنا نظر آیا اُس زلف پریشاں میں
جب چاک دیکھی جزا ہر نے عقیدت سے
اب نیٹھے یہ باہر کیا ہم کو نظر آئے

کیا تھر سے دیکھا ہو گروں کو سنگر نے جب کچھ مرے ناؤنیں تاثیر نظر آئی

جب تھر کا دل دیکھا تو انہیں ہنس گیا
تیرے رُخ روشن کی تنویر نظر آئی

تکو عہدِ وصل پر چھوٹی قسم کھانی نہ تھی
میں تو دیوانہ تھا۔ میری عقل دیوانی نہ تھی
بات جب تک ل کی میں نے عشق میں مانی نہ تھی
ایک نالے پر قیامت آپکو ڈھانی نہ تھی
میری آسانی میں کیا غیر دکنی آسانی نہ تھی
لیکن اسکی شکل میری جانی پہچانی نہ تھی
غیر کے قبضے میں کچھ مہر سلیمانی نہ تھی
آتش سوزِ محبت آگ تھی۔ پانی نہ تھی
قیس صحرائی نہ تھا۔ لیلیٰ بیابانی نہ تھی
غیر کے گھر میں تو یہ مَن مانی گھر جانی نہ تھی
کب تھا رسی مہربانی ظلم کی بانی نہ تھی
اسکی دیرانی میں کیا انکی پریشانی نہ تھی
میرے سر پر تو فلک یہ آگ برسانی نہ تھی

یہ اگر بیچ ہے مری شکل میں آسانی نہ تھی
اس نے کیوں جانا محبت دشمن جانی نہ تھی
کوئی حیرانی نہ تھی کوئی پریشانی نہ تھی،
چار سچ۔ دس بیس آہوں سے بگڑنا تھا بچا
کیوں نہ دیتے مشورہ شکل میں مرنے کا مجھے
ڈھونڈتا میں ہی کہیں اپنی اجل کو ہر میں
غیر کے قابو میں وہ رشک پری کیوں آگیا
جل کے ٹھنڈے جو ہوتے بھی تو ہوتے کس طرح
عشق نے جیسا بنایا جسکو وہ دیا بنا،
میرے گھر سے تم نے جیسا باگھر اپنے چل دیے
جب ہوئے تم ہر باں دل کو لایا خاک میں
کیوں مرے دل سے نکلتے کیوں وہ پھرتے جایا
غیر کے دل پر گرانی تھیں تم کی بجلیاں

موت ہی اے مہر آجانی مجھے روزِ فراق
وصل کی شب میری قسمت سے اگر آئی نہ تھی

وہ کہتے ہیں کہ تجھ سے اٹھ نہیں سکتی جفا میری
ابھی کیا ہے۔ ابھی تو رنگ لائے گی وفا میری
دھرمی تھی ایسی کیا قاتل کی تھی میں قضا میری
تو بولے اب غرض تجھ سے آپائے گی بلا میری
اُسے معلوم کیا پُر درد کسی ہے صدا میری

بتا اے ناتوانی رہ گئی اب بات کیا میری
سنو گے بعدِ غنہ جو ردل سے التجا میری
کئی کیوں جانِ خیر تھا متے ہی کچھ نہیں کھلتا
وہ دل لے کر چلے تھے جس جب پوچھا کب آؤ گے
جو اسکے مننے والے ہیں کلیجا تھام لیتے ہیں،

کسی کا نام لو۔ آخر یہ خنجر کیوں سنبھالا ہے
 دھواں آہوں کا زیرِ آسمان کیوں ٹھم رہا جا کر
 علاجِ دردِ فرقتِ حضرتِ عیسیٰ سے مشکل ہو
 یہاں تو سر نہیں اٹھتا ہے نادم دیکھ کر اُنکو
 اٹھائیں آپ پہلے تیغ پھر میں جان دینے سے
 ابھی اخفائے رازِ عشق کی تاکید تھی مجھ کو
 کسی کے عشق و اُلفت میں یہ کیسا رنج پھیلا ہو
 دعائیں کیوں نہ دوں میں قتل ہو کر تیغِ قاتل کو
 اُٹھا لو ابھی۔ مجھے نیم جان میں جان ہی کیا ہے
 کوئی پتھر کا دل تو اپنے پہلو میں نہیں رکھتا
 یہ اک پرسانِ حالِ ہجر ہے اسکو خدا رکھتے
 کوئی سُکر یہ اُنکی گفتگو کیوں کرنے مر جائے
 کہاں ہے لے اہلِ مجھ سے تو یہ دیکھا جائیگا
 وہ میرا دل تو کیا لیتے ہیں مری جان لیتے ہیں

قتلا آئی ہے دشمن کی کہ آئی ہو قضا میری
 اُکی کیا ڈبوائے گی زمیں کو یہ گھٹا میری
 عیادت کو تم آجاؤ تو ہو جائے دوامِ میری
 وہ یہ سمجھیں اس نے بھی اڑائی ہے حیا میری
 چراؤں جان تو جو چور کی ہو وہ سزا میری
 ابھی دشمن سے ہوتی ہے شکایتِ برلا میری
 کہ دل بھی مجھ سے ناخوش جان بھی مجھ سے
 یہ کام آئی ہو میرے۔ ہر ہی حاجت و امیرِ میری
 بہانہ ڈھونڈتی ہے ابتو اے قاتلِ قضا میری
 تڑپ اُٹھتا ہے سُن سُن کر جھٹکتا ہو بکا میری
 خبر لیتی ہے اُس کو چے سے آکر صبا میری
 ادا سے دیکھ کر کہتے ہیں وہ۔ دیکھی ادا میری
 کہ دیکھے آسمان کا منہ شبِ فرقتِ عامِ میری
 کہ حیاتِ دل ہو پہلو میں جھی تک ہو قبا میری

عُدو بھی تھر اٹھ اٹھ کر مجھے تعظیم دیتے ہیں،
 بندھی ہے اک جگہ یہ اُسکی محفل میں ہوا میری،

یوں ختمِ حسنِ عشق کی تکرار ہو گئی
 میری دعا جو حجبِ میں بیکار ہو گئی
 یہ کہہ کے جلدِ ہمرے آگے سے ہٹ گئے
 اک بار بھی نہ آئی قیامت ہمارے گھر
 اُسکی نگاہ سے نہ لڑی خودی میں آگہ
 ہر روز کوئی رنج ہو ہرقت کوئی غم
 میری نگاہِ شوق نے شورِ راح کو دیئے

اُنکے ہمارے بیچ میں تلوار ہو گئی
 ایسی جلی کہ آہِ شرر بار ہو گئی
 پوری ہتھاری حسرتِ دید ہو گئی
 لیکن تری گلی میں ہ سو بار ہو گئی
 بیہوش میں ہوا تو یہ ہنسیار ہو گئی
 اُلفت ہماری جان کا آذر ہو گئی
 جھلنی تمام آپ کی دیوار ہو گئی

ابن تو قارِ عشق میں دل کو لگا دیا یہ کیا غضبِ دل سے ابھی دل نہیں ہلا ہوتا نہیں کبھی مری فریاد کا اثر	یا جیت ہو گئی مری یا ہار ہو گئی تیری نگاہ لڑنے کو تیار ہو گئی یہ تیری بات ناصح غصہ خوار ہو گئی
--	--

اے قہر اب فغاں سے محبت میں فائدہ
ہونی جو کچھ تھی وہ تو مرے یار ہو گئی

جھگو کیا خیر ہوئی یا نہ ہوئی جانوں کی دل کے چرچے تو حینونینِ شب دروز رہے جان پر کھیل کر اُس بزم میں جانا ہو گا سر مرا جھک کے غم بھر میں جب اٹھتا ہے جوش و حرارتِ نشانِ درد و دیوار کہاں اور پھر کون رہے اسیں جو ارماں نہ ہیں آئینے کو دلِ عشاق سے نسبت کیا ہے دشت پر ہی نہیں موقوف تماشے جڑوں وعدہ ہر دو فار و زکماں تک ہو سکے ہم ترے پاس تصور میں بھی آسکتے ہیں دل کے دو حرف بھی تو جمع نہیں ایک جگہ میں کدھر سے تجھے ہشیار سمجھ لوں ناصح دیکھیں صورتِ تری کیونکر ترا شکوہ کر کے	رہ گئی بات تو قاتل ترے پیکانوں کی بات پوچھی نہ کسی نے مرے ارمانوں کی ہر نگہ تیغ سے بڑھ کر ہے نگہبانوں کی یا د آتی ہے مجھے وصل کے احسانوں کی خاک اُڑتی ہے مرے گھر میں بیابانوں کی خانہ دل تو ہے منزل انھیں ہماؤں کی تم نے دیکھی نہیں صورت ابھی حیرانوں کی سیر گلشن میں بھی ہر چاک گریبانوں کی کوئی حد بھی ہے شکر ترے پیانوں کی روک لیں ہلکویہ طاقت نہیں دربانوں کی اُف پریشانی دل تیرے پریشانوں کی تیری جو بات ہو وہ بات ہو نوانوں کی اتھکھیل پختیس نہیں مختار میں پشیمانوں کی
---	---

اُس نے کب تم پہ دھرے ظلم و جفا کے الزام
قہر پر کس لئے بوجھاڑے پشیمانوں کی؟

جیسی صورتِ تری حسین دیکھی دلِ شیدا جیساں نہ پیدا بات جو دیکھنی ہے اُلفت میں	تو جفا۔ تو نے بھی کہیں دیکھی؟ کوئی ایسی بھی سرزمین دیکھی؟ سچ تو یہ ہے کہیں نہیں دیکھی
---	---

فتنے اُٹھتے ہیں اُنکے کوچے سے
 واہ رے صبر! اُن رے ضبطِ مہرا
 خوش نہودل۔ یہ ہے نگاہِ کرم
 جو کہنی تو نے جُھک گئی دل میں
 کب شبِ غم ہمارے نالوں سے
 اُن۔ وہ کافر نگاہِ سحر آگیاں
 تھیں کد کہ دل سی شے تم کو
 صاف ہے دل ترا۔ کسے معلوم
 آئینہ دیکھ کر وہ کہتے ہیں +
 ماہ نے جب وہ ماہوش دیکھا
 دل دکھا کر اُنھیں کہا میں نے
 کیا تصور ہے ہم نے وہ صورت
 حسرتِ دل نے گھر بنانے کو

اس قیامت کی بھی نہیں دیکھی!
 اُنکے لب پر بھی آفسریں دیکھی
 ابھی ہیں جسیں ہنسیں دیکھی
 تیری ہر بات دلنشیں دیکھی
 آسماں نے زمیں نہیں دیکھی
 ناز میں ناز آفسریں دیکھی
 کہیں آئی نظر! کہیں دیکھی
 بات میں تو چُناں چُنیں دیکھی
 ایسی صورت کہیں نہیں دیکھی
 اپنی چسکی ہوئی جیسے دیکھی
 اب بھی دل کی لگی نہیں دیکھی!
 دُور رہ کر بھی تو قسریں دیکھی
 میرے سینے ہی میں ہیں دیکھی

قہر کی سی وفا زمانے میں
 نہیں دیکھی کہیں نہیں دیکھی

قضا ہی جب نہیں قسمت میں تو شفا کیسی
 جھکی ہے اُٹھ کے تری چشمِ فتنہ زاکسی
 ملے نگاہ کے ملتے ہی آپ دشمن سے
 جو دل رہا تھے اُنھیں بھی خیالِ دل نہ رہا
 تری زباں تو خوشاد سے آشنا ہی نہیں
 بُتوں کے عجب نے یوں بُت بتا دیا ہکو
 نہ اب تم ہے۔ نہ اب جو رہے۔ نہ اب جفا
 جو ہے علاج ہی کرنا۔ تو کر علاج اپنا

تجھے وہ نہ بھی دیتے نہیں دوا کیسی
 جو شوخیوں ہی کی ٹھہری تو پھر جاکسی
 طبیعت آپ کی ہے زود آشنا کیسی
 بدل گئی ہے زمانے کی اب ہوا کیسی
 یہ دُور پارِ قیبوں کی انتخاب کیسی
 زبان ہی نہ کھلی۔ عرضِ مدعا کیسی
 یہ کیا تم ہے۔ یہ کیا جو رہے۔ یہ جفا کیسی
 مریضِ عشق کی اے چارہ گر دوا کیسی

وہ کہہ رہے ہیں کہ ہے آپکی بلا کیسی؟
رسا ہوئی مری اب آؤ نارسا کیسی؟
کہ اسنے جھانک ہی ہے تجھے قضا کیسی
یہ کر کے میں نے خطا اور کی خطا کیسی

مزاج پوچھنے کا یہ نیا طبع ہے
ستم کے بعد جھکا مجھ سے آسماں کیسا
دکھا کے آنکھیں مجھے کوئی یہ دکھانا ہے
لیا ہے جرمِ محبت کا اپنے سر الزام

جو کچھ لگاؤ ہو تجھ کو تو قہر یہ ہے بجا
بتوں سے لاگ مگر بندہ خدا کیسی

صبح ہوتے ہی بلائے شبِ فرقت آئی
”ہم نہ کیوں مر گئے“ یہ حضر کو حسرت آئی
لو۔ یہ اک اور قیامت میں قیامت آئی
”گئی۔ اب جان گئی۔ آئی۔ اب آنت آئی“
دم ہی خنجر میں نہ تھا جب مری نوبت آئی
پھر گئی پھر گئی۔ جب آئی طبیعت آئی
یا جب کوئی مجھے اپنی مصیبت آئی
آئی۔ وہ آئی۔ وہ آنکھوں میں شمرات آئی
اُونگ پر اُونگ مجھے صبحِ قیامت آئی
تیری آئی بھی۔ تو غیروں طبیعت آئی
لب پہ جس وقت یہ آئی۔ تو قیامت آئی

جب کھلی آنکھ نظر رنج کی صورت آئی
تیرے کشتوں کو دمِ دنج وہ لذت آئی
دواِ حشر کی بھی اُس پہ طبیعت آئی
وہ جو ہو پئے تو اٹھا حشر میں ہر سمت یہ غل
حسرتِ قتل کا مقتل میں نکلنا کیسا
یہ مرے بس کی نہیں۔ یہ مرے قابو کی نہیں
مخفی عیش میں بھی مُنہ کو کلیجہ آیا
اُٹھیں وہ اُٹھیں۔ وہ پھر شمعِ نگاہیں اُٹھیں
میں نے آنکھوں میں جو کاٹی تھی کبھی بحر کی شب
جسکو دیکھا اُسے اپنوں ہی پہ مرتے دیکھا
دل میں جب تک ہے فناں خیرِ جہی تک سمجھو

اگر اے قہر وہ جب اُڑ گئے دل لینے پر
کام پھر کوئی نہ مرث نہ سماجت آئی

وہ بچن آئیں گے جب ہوگی ضرورت دل کی
دل میں رہ کے بھی ہوتی ہے شکایت دل کی
سامنے میرے کھڑی ہو گئی حسرت دل کی
بیٹا لوں کا جو دل جلے گی قیمت دل کی

ابھی کم سن ہیں انھیں کچھ نہیں الفت دل کی
وہ عداوت سے چھپاتے ہیں محبت دل کی
جلوہ گریں بھی وہ جلوہ نظر آیا نہ مجھے
اسکے گاہ میں بہت۔ آپنیں ہیں۔ تو انہوں

خواب میں کیا نظر آئی انھیں صورت دل کی
ابتوائے زلف تیرے ہاتھ ہے عزت دل کی
اک موصیبت سی موصیبت تھی موصیبت دل کی
نہ سہایا تیری آنکھوں میں تو قسمت دل کی
ملتی خلعتی ہو جو کچھ اُن سے شہادت دل کی
نہیں چھپتی نہیں چھپتی کبھی اُلفت دل کی
جُز و دل بنے رہی دل ہی میں حشر دل کی
دیکھنے والوں نے دیکھی جوازیت دل کی

دفعۂ چونک اُٹھے چونک کے بیتاب ہوئے
اسکو یا بندہ ادا رکھ کہ گرفتار بلا
یہ نہ ہو چھو کہ شب بھر گزار سی کیونکر
کھٹ گیا تیری نظر میں تو مقدر دل کا
باغ میں غنچہ و گل کو وہ مُسل دیتے ہیں
لاکھ تدبیر کروں لاکھ چھپاؤں لیکن
ہو گیا دم کی طرح اس کا نکلتا مشکل
آپ کیا جانیں اُسے۔ آپ کو معلوم نہیں

تا کہ میں تھی مکملہ شوخ کسی کی اسے تہر
اپنے پہلو میں خبر لیجئے حضرت دل کی

وہ عنایت نہ کریں گے تو عنایت ہوگی
جب مجھے چشمِ تغافل بھی غنیمت ہوگی
نالہ کر لیں گے جو فریاد سے فرصت ہوگی
اب جو قسمت ہے دُہی جب ہی قسمت ہوگی
اور کیا اس سے زیادہ تری غفلت ہوگی
یہ فقط اک نگہ ناز کی قیمت ہوگی
میری دشت بھی نئے رنگ کی حشرت ہوگی
کچھ نہ کچھ اسیں بھی اللہ کی حکمت ہوگی
جس کلی میں بھی لا بُوئے محبت ہوگی
کس پہ گزرے گی قیامتِ قیامت ہوگی
میں تو بھاتا تھا کہ کچھ محب کو نصیحت ہوگی
مجھ سے خالی نہ بھی آپ کی خلوت ہوگی
دیکھنا آپ کو آخر میں ندامت ہوگی

مہربانی بھی مرے حق میں عداوت ہوگی
کم نگاہی کی تری خاک شکایت ہوگی
تیسری کیا شبِ غم شغل کی صورت ہوگی
رنج کے بعد مجھے کون سی راحت ہوگی
خیر سے اپنی خبر بھی نہیں سب کو ظالم
میں خریدار رہوں جان سے تیرا کیونکر
گل مجھے دیکھ کے پھاڑیں گے گریباں اپنا
حسنِ بخشا نہیں بیکار رہوں کو ذرا ہر
کوہ پر ہو کہ چین میں وہ مراد دل ہوگا
تم سے ہوگی کہ وہاں مجھے ستم کی پریشانی
رو دئے دیکھ کے ناصح بھی مرا حال زبوں
مجبور رکھے گا وہاں میرا تصور ہر دم
مہرباں جو رکھا انجامِ پشیمانی ہے

قہر تو دل میں تجھے دیکھ لیا کرتے ہیں
جسکو ہوگی۔ ترے دیدار کی حسرت ہوگی

اب ایسے میں تو لول سے خبر مجھ زار و مضطر کی
بناؤں کیا کسی کسل میں گھر صورت بھی ہو گھر کی
غضب دھعایا یہ طوفان اور میری جہنم پر خم نے
سیاہی سب سمٹ کر آگئی میرے تقدیر میں
ہماری حسرتیں چلیں نہیں ہم کیا تری داعظ
اٹھائی دولت غم دل نے روزِ ہجر سے پہلے
پلانی ہوا اگر ساقی۔ تو خم کا خم پلا ہم کو
زمانے بھریں کیوں ہوتی ہیں حُسن عشق کی تہیں
وہ کہتے ہیں ہمارے قد سے نسبت کیا قیامت کو
ہزاروں سجدہ کرتے ہیں۔ ہزاروں حُجُم لیتے ہیں
وہ تیرا دھچھڑیں میرے دل پر۔ دل کر لے لیں
صبا نے اُنکے رُخ سے زلفِ سر کاٹی بہت لیکن
دم سبل نہیں اک میں ہی محو جلوہ قاتل

کہ دم آیا لبوں پر۔ جان ہے نہان دم بھر کی
ٹھہرنے ہی نہیں دینی کہیں گردشِ مقدر کی
مرا دامن تو تری تھا۔ تری بھی آئیں ترکی
انھیں بھی کچھ خبر ہے۔ لیں خبر زلفِ عنبر کی
ہیاں نہنگامہ برپا ہے۔ پڑی ہو چکو معشر کی
جو باقی رہ گئی تھی۔ اب وہ کھاپی کر برابر کی
ہماری پیاس بھی ہو کیا کوئی دو چاساف کی؟
مرے گھر ہوں تمسے گھر کی۔ ترے گھر ہوں تمسے گھر کی
نہ وہ اسکے برابر ہے۔ نہ وہ اسکے برابر کی
ترا دہل گیا اُنکو۔ یہ ہے تقدیرِ پتھر کی
مزا ہو۔ یوں چلیں چوٹیں برابر سے۔ برابر کی
نہیں سر کی نہیں سر کی نہیں سر کی نہیں سر کی
غضب نے کیو کہ مُڑ کر دکھتی ہے دھارِ خبر کی

نہ دیکھا قہر سا بھی تیرا روا و محبت میں،
فلک ہے ایک گردش کا۔ تیرے ہو ایک چکر کی

لوٹ کر نوک نہ اُس تیر نظر کی نکلی
تھی بہت مجھ کو دعائے شبِ غم سے اُسید
خجستہ زاد سے دونوں کا ہوا کام تمام
زلفِ پچیاں پہ مجھے دم تھا دل لینے کا
میں سمجھتا تھا شب وصل رہے گی برسوں
سب اُٹھو جس لیا کیا ترے بیگانوں نے؟

نہ نکلی تھی۔ نہ یہ پھاس جگر کی نکلی
وہ بھی تقدیر سے محتاج اثر کی نکلی
آرزو دل کی۔ تنہا بھی جگر کی نکلی
اور چوری تری دزدویدہ نظر کی نکلی
یہ تو نہان فقط چار پسر کی نکلی
بو جگر میں نہ ذرا خونِ جگر کی نکلی

وصل کی شب مری قسمت کا ستارہ چمکا
شوقِ دل نے تو کیا بھوکسی کے گھر تک
کچھ تو دنیا میں رہا حسن کا جلوہ کسباب
یونہی سو بارہلی یہ بھی ہوا سے لیسن
ہم نے جنت میں بھی زاہد سے دیکھا بھالا
انکے کوپے کی صبا ان سے سوا نازک ہے
دل ہمارا جو نہ بسمل ہوا تو کچھ نہ ہوا
سرخ و راحت کا لیا جائزہ جب اُلفت میں

وہ یہ سمجھے کہ سفیدنی یہ سحر کی نکلی
کوئی صورت نہ وہاں اپنے گزری نکلی
کچھ کمی دیکھنے والوں کی نظر کی نکلی
شاخِ گل میں نہ چک تیری کسر کی نکلی
حُور کی آنکھ نہ نکلی جو بشر کی نکلی
شام کو گھر مرے آئی ہے سحر کی نکلی
کیا ادا اس میں تری تیغِ نظر کی نکلی
غم مرے گھر کا خوشی آپ کے گھر کی نکلی

قہر طوفاں تو شبِ ہجر اٹھائے اس نے
پھر بھی حسرت نہ مرے دیدہ تری نکلی

ہجر میں جب یاد آتی ہے گھٹا برسات کی
اس طرف میں ہوں جُدائی میں کسی کی ہنسنا
ساتی بھوش نہیں تو لطف کیا برسات کا
چالِ ستارہ کسی کی یاد آتی ہے مجھے
آپ ہی جلتا ہوں میں سوزِ فراقِ یار میں
اسکو کیا دیکھوں کہ اُس زلفِ سید کے سامنے
عاشقِ بھور مر بیٹے ہیں اسکو دیکھ کر
میرے سینے میں بھی ہو جاتے ہیں زخمِ دل ہر
طالعِ خفہ مرا بیدار ہو ممکن نہیں
خار سے میری نظریں کم نہیں بے چار
دیدہ تر کے مقابل آئے تو معلوم ہو
تازہ کرتی ہے مرے داغِ جنوں اسکی ہنار
قہر ساون میں دلا کر یاد وہ برقی نگاہ

آہ دل اٹھ کر دکھاتی ہے گھٹا برسات کی
اُس طرف آنسو بہاتی ہے گھٹا برسات کی
اٹھنے زحمت کیوں اٹھاتی ہے گھٹا برسات کی
جھوم کر جس وقت آتی ہے گھٹا برسات کی
نچو آ کر کیوں جسدِ لاتی ہے گھٹا برسات کی
کب نگاہوں میں سُماتی ہے گھٹا برسات کی
موت آتی ہے کہ آتی ہے گھٹا برسات کی
زنگ جب اپنا جاتی ہے گھٹا برسات کی
ورنہ سوتوں کو جگاتی ہے گھٹا برسات کی
گو بہا را پنی دکھاتی ہے گھٹا برسات کی
کس طرح دریا بہاتی ہے گھٹا برسات کی
نچو دیوانہ سناتی ہے گھٹا برسات کی
بجلیاں دل پر گراتی ہے گھٹا برسات کی

کسی طرح توہیں تجھ سے گفتگو کرنی
کہ آگئی تھیں ہر وقت تم سے جو کرنی
بچے ابھی تو ہے اپنی ہی جستجو کرنی
تجھے بھی آئے نہیں میری آرزو کرنی
شکایت اُنکی خدا کے بھی رُو کر کرنی
کہ مجھ کو آتی نہیں جیب بھی رُو کر کرنی
وہی کراہ جو تجھ ہو۔ مرے رُو کر کرنی
کہ ہے اُسے تو یہ شہو و حیا رُو کر کرنی
جب آرزو کی بھی ہو مجھ کو آرزو کرنی

خیال ہی سے ترے عرضِ آرزو کرنی
یہ بت کو کس نے سکھائی ہے گفتگو کرنی
جو آؤں آپ میں تو میں کو کسی کی تلاش
یہ آرزو ہے فقط۔ اور آرزو کیا ہے
سہوگی پاس و فنا سے محال کیوں مجھ کو
جگر کا چاک تو کیا بچہ گر رُو کر ہو سکا
بلا سے تو جو نہیں مانتا۔ نہ ان ازل
چھپا لے غیر محبت چھپا نہیں سکتا
پھر آرزو کے نکلنے کی کوئی امتداد

تجھے جو پھر سے ترکِ وفا کا شکوہ ہے
تجھے بھی یاد ہے کچھ اپنی بکینہ جو کرنی

مٹی خراب ہوگی کسی پامال کی
تیر پر پھٹا ہوں عُدو سے وصال کی
تجھ کو بڑی ہے ناصح ناداں مال کی
دجہ وصال ہو گئی حسرت وصال کی
اند کو خبر ہے غریبوں کے حال کی
آنکھ تو ہے خوشی مرے غمزدن وصال کی
کیا بات چشمِ پارتری دیکھ بھال کی
کیونکر رہے گی دل میں تنہا وصال کی
لیکن ہے کوئی وجہ بھی اُنکے ملال کی؟
مُڑ مڑ کے دیکھتے ہیں روشِ اپنی چال کی
تکو قسم ہے اپنے ہی حُسن و جمال کی
بیوجہ مجھے آپ نے کیوں آنکھ لال کی

بدلو قدم قدم پہ روشِ تم نہ بجال کی
البتہ رے بخودی دل آشفقہ حال کی
اُلفت میں رُو جھتی نہیں مجھ کو تو حال کی
منا پڑا ہے فکرِ ملاقات میں مجھے
جو کچھ دلوں پر عشق میں گزری نہ پوچھئے
کیا شاد ہو گئے مجھ کو وہ دل شاد دیکھ کر
دیکھا یہ دیکھ کر کہ کوئی دیکھتا نہ ہو
سپنوں دل کا چین سے رہنا محال ہے
یہ مانتا ہوں مجھ سے وہ برہم ہیں نامہ بر
طرزِ خرام ناز پہ وہ بھی نشا رہیں
پھر شرمیں نگاہ سے دیکھو مری طرف
آنکھیں اٹھا کے دیکھو تو آنکھیں نکال لے

طرزِ نگاہِ یار سے پہچانتے ہیں ہم
نکلے جو آہ بھی تو بگڑا کر وہ یہ کہیں
یہ آنکھ شرم کی ہے۔ یہ ہے انفعال کی
”پھر تم نے مجھ سے چھپر کی بھرتے جال کی؟“

چھلکی میں دل کو کل کے کسا اُس نے قہر سے
آباد اس میں کیوں رہے حسرت وصال کی

جو وہ ہم سے محبت ہی تھا کر کھیلتے ہو لی
جدا رہ کر ہی کیوں ہم آج ہو لی کی طرح جلتے
جو ہوتا وصل ہو لی میں جو ملتا کوئی ہو لی میں
گلّال اُس کو بھی ہو لی کا سمجھتے اُنکے دیوانے
یہ ہو لی کا زمانہ ہے نہ چلتی اُنکی کچھ اس میں
جو ہو لی کھیلتا ہے کوئی تو فیصل میں آتی ہے
نکل جاتی مری دیدار کی حسرت بھی ہو لی میں
اگر نکو حیا آتی تھی آنے میں کھلے بندوں
جنہیں دل توڑنا بھی مقصد تھا توڑ دینا ہے

نہ پینا بھی تھرا رہا قہر ہو لی میں نہیں اچھا
اگر بیٹے۔ تو اُن سے پی بلا کر کھیلتے ہو لی

یہ دل ہے! تو دفائن ل سے ہو گی
رواں وہ تیغ بھید شکل سے ہو گی
دل بسل کہیں گے حال تیرا
بڑی شکل سے وہ ہم سے کھینکے
تمہیں سوچو کسی کے دل کو کیونکر
کرے کیا کوئی جنت کی تمنا
گلہ مجھ نا تو اں سے خاک ہو گا
مراد لے کے کوئی پوچھتا ہے
جفا بھی آپ سے شکل سے ہو گی
جو بسل حسرت بسل سے ہو گی
اگر کچھ گفتگو تامل سے ہو گی
یہ شکل حل بڑی شکل سے ہو گی
تسلی وعدہ باطل سے ہو گی
وہ کب اچھی تری محفل سے ہو گی
فناں بھی صنعت میں شکل سے ہو گی
طلبان دل کی اب کس ل سے ہو گی

رہے گی جان جب تک میرے دل میں
جو پوری ہوگی میری کوئی حسرت
جفا پر بھی وفا قاتل سے ہوگی
بڑی دقت - بڑی مشکل سے ہوگی

دکھایا قہر نے دل - تو وہ بولے
اجی - توبہ! و فاسل سے ہوگی

یہ بڑا ہے واراد چھاپھر بھی یہ صورت ہے سہل کی
بچھے تصدیق ہو کیونکر تھا رے عہدِ باطل کی
جو آسانی نظر آئی کچھ اُس کو میری مشکل کی
یہ مانا غرق دیا ہے غمِ الفت ہوں میں یہ سن
جو اپنی شکل دیکھی تھی تو یہ بھی دیکھ لیست تھا
مکا لو تم اگر تو کیا بھلنا اس کا مشکل ہے
خدا جانے اثر کیا تھا نگاہِ یاسِ سہل میں
مقابل ہو کے تابِ رُخ سے ڈالے داغِ پھر پھر
یہ آتے آتے آئے گی - یہ آتے آتے آتی ہے
پڑیگا سابق اُس روز کتنے داد خواہوں سے
بتاؤ کون ہو کس نے تھیں میری طرح چاہا
شبِ غم جان دیکر بھی نہ ٹھسکا راہِ اِلا غم سے
اسی کو دیکھ کر سہلائے گا دل قبر میں مجھوں
یہی گردش اگر قائم ہے دُنیا نے محبت میں
سوال وصل پر بھجلا کر اُس نے کمدیا مجھے
پہنچنا قبر تک مشکل تھا مگر تو - مگر تامل
جگہ دیتا ہے کوئی یوں نظر میں شرم و شوخی کو

تڑپ کر لے رہا ہو وہ بلائیں دستِ قاتل کی
کھالی ہے کبھی تم نے تنہا بھی مرے دل کی
دیں گردن پہ فوراً گر گئی تلوار قاتل کی
لگی رہتی ہے سیر دم قدم سے خاکِ ساحل کی
کہ آئینہ میں کیا صورت ہوئی مُقابل کی
تنائیں تنہا ہے تنہا بھی کوئی دل کی
بڑھی - بڑھ کر چلی چل کر رُک کر قاتل کی
نری صورت نے کیا صورت بگاڑی وہ کمال کی
ہنیں ہے آپ کو بچاں ابھی اچھے بکول کی
کہیں محشر نیچے ہوں نہ آنکھیں میرے قاتل کی
وہس نے بات حاصل کی؛ جو یہ بات حاصل کی
بڑھی اک اور یہ حسرت کہ دل میں نہ گئی دل کی
کوئی رکھ دے کفن میں کھینچ کر تصویرِ محفل کی
رہے گی آسمانِ بکر زین بھی کوئے قاتل کی
کبھی پوری نہ ہوگی یہ تنہا آپ کے دل کی
ترے شجر نے کی تو راہ آسمان پہلی منزل کی
کبھی یہ اُس میں اگل کی کبھی وہ پیش ل کی

جہاں ہو مہرِ غیروں پر وہاں ہم قہرِ کھوں جائیں
جسے ہوگی اُسے ہوگی تنہا اسی محفل کی

یو نہیں جو مری شورش فریاد رہے گی
 تم بھول کے بھی مجکو نہ بھولو گے۔ بجا ہے
 دنیا نہ مٹے گی اسے ہم مان لیں کیوں کر
 سرکاٹ کے قاتل نے یہ احسان جتایا
 کیا غم ہے جوناووں سے فلک ٹوٹ پڑیگا
 تم قتل مجھے کر کے بہت یاد کرو گے
 رنج جلے گی شوخی بھی کسی شوخ کی جس میں
 تنہا نہ لڑیں گی سرِ محفل وہ ہنگامیں
 وہ کہتے ہیں محشر میں اسے کون سنے گا
 تم حشر میں سنا اسے اللہ کے آگے

آگے ترے اگر تری بیداد رہے گی
 کچھ یاد رہی ہے مری کچھ یاد رہے گی
 کیا وہ تری محفل ہے آباد رہے گی
 اب جان تری رنج سے آزاد رہے گی
 مشہور تو دنیا میں یہ افتاد رہے گی
 جب میں نہ رہونگا تو مری یاد رہے گی
 کاغذ پہ وہ تصویر نہ بہزاد رہے گی
 کچھ ناز کی۔ انداز کی امداد رہے گی
 تجھ کو ہی مبارک تری فریاد رہے گی
 دلچسپ نہایت مری رُوداد رہے گی

لو۔ قہر کو اتنی بھی نہیں جہان کی پروا
 یہ شاد رہے گی۔ کہ یہ ناشاد رہے گی

نہ بھی لطف و عنایت ستم و جور رہی
 وعدہ قتل کو کیوں کل پہ اٹھا رکھا ہے
 خوگر غم کے لئے غم ہی کی تخصیص نہیں
 شاد و ناشاد اٹھایا غم دل۔ دردِ فراق
 ماجراے غمِ فرقت پہ وہ فرماتے ہیں
 نکو آجا جو نہیں لطف و عنایت میں مرا
 لے دغا کرنے کی اب ہم بھی قسم کھاتے ہیں

اور جو یہ بھی ہو تم سے۔ تو کچھ اور رہی
 جان لینی ہے۔ تو لے لو۔ ابھی فی الفو رہی
 کوئی آزار رہی۔ رنج سہی۔ جور رہی
 جو پڑی مجھے مصیبت وہ بہت طور رہی
 سن چکے ہم یہ کہانی۔ کوئی ابا و رہی
 پھر وہی ظلم سہی مجھ پر۔ وہی جو رہی
 جو ترا ڈھنگ ہے۔ اپنا بھی وہی طور رہی

قہر موجود ہے سودل سے اٹھانے کے لئے
 روزِ اک تازہ ستم۔ روزِ نیا جور رہی،

یوں بھی پردے سے جھلک تم سے دکھائی گئی
 اور تو آپ کی رفتار سے بھی کیا امید

آتشِ حُسن سے آگ اُسکو لگائی نہ گئی
 میرے کپے میں قیامت بھی اٹھائی نہ گئی

مچکویا نفع ہوا روزِ جزا سے یا رب
کچھ کہا میں نے تو بلی تم نے جیس پر ڈالے
نہیں معشوق کو عاشق بھی سزا دیتے ہیں
کوئی نالہ نہ کیا۔ کی یہ بھلائی میں نے
میری تربت پہ تو اگر وہ چڑھاتے چادر
دل ملا لیتے ہیں کیونکر ترے دل سے دشمن
وہ نہ آتے مری تسکین تو کچھ کر جاتے
ہم تو دیدیتے اُسے ایک ہی غمزدگی کی عوض
سوزشِ داغِ محبت نہ مٹی رونے سے
یونہی معشوق ہزاروں نظر آئے ہم کو

میرا جگر طائفہ مچکا۔ اُن کی لڑائی نہ گئی
ناک بھوں غیر کی باتوں پہ پڑھائی نہ گئی
شمعِ محفل میں پتنگوں سے جھپٹائی نہ گئی
پھر بھی اسے چرخِ ترے ل سے بُرائی نہ گئی
راتنی مکلیف مگر اُسے اٹھائی نہ گئی
ہم سے تو آنکھ سے بھی آنکھ ملائی نہ گئی
اُسے جھوٹی بھبی قسم عہد یہ کھائی نہ گئی
جنسِ دل آئینے والے سے چھپائی نہ گئی
دیدہ تر سے لگی دل کی بھپائی نہ گئی
تجھ میں جو بات ہے وہ ایک پس پائی نہ گئی

قہر کے آگے اُسے دیتے ہو کیوں جامِ شراب
سنگھیا گھول کے دشمن کو پلائی نہ گئی

ڈھبٹ پھر ڈھبٹ بھی ایسی کہ جب آئی نہ گئی
لب پہ حسرتِ دل بیتاب کی لائی نہ گئی
جو مصیبتِ دل غمیدہ پہ گزری شبِ غم
جب ہوا سامنا۔ تو ہوش اُڑائے تو نے
تم نے محفل میں مراد دل تو چمڑایا سوبار
کچھ نہ ہو پچھے تو یہ گر پڑ کے فلک تک پہنچے
بحر میں گرم تھی کیا موت کے آنے کی خبر
قتل ہونے کے لئے ہم تو مرے بیٹھے تھے
آنکھ لگتی ہے تو کیا نیند بھی اُڑ جاتی ہے
لے گئی دل کو اڑا کر کسی ظالم کی نگاہ
ہو کے برا دہی ہم وضع کے پابند رہے

ٹل کے آگے سے مرے شامِ جہدائی نہ گئی
جو سنا تھی وہی اُن کو سنائی نہ گئی
اُن سے دیکھی نہ گئی ہم سے دکھائی نہ گئی
کبھی بیکا رتری جلوہ منائی نہ گئی
آنکھ لیکن کبھی غمزدگی سے چسپائی نہ گئی
نار سائی میں بھی نالوں کی رسائی نہ گئی
میں تو سمجھا کہ اب آئی۔ مگر آئی نہ گئی
قتل پر آپ سے تلوار اٹھائی نہ گئی
آنکھ جس دن سے لگی۔ آنکھ لگائی نہ گئی
ہم سے دور وز بھی خیر اپنی منائی نہ گئی
اڑ گئی خاک۔ مگر خاک اڑائی نہ گئی

ہوش لاکھوں کے اُڑے پھڑپھڑی جلوہ ہوتا ہوش کے ساتھ کبھی ہو شرابی نہ گئی

یوں تو ہیں مہر بڑے بات بنانے والے
جب وہ بگڑا تو کوئی بات بنائی نہ گئی

وصل کا دن ہے۔ مگر رنجِ شبِ غم ہے دُہی
اور مرنے کے لئے دل چڑھتی دم ہے دُہی
دل بُرغم ہے دُہی۔ دیدہ بُرغم ہے دُہی
نچکوابتک دل مر محوم کا ماتم ہے دُہی
پھر بھی قاتل تیری تلوار کا دم خم ہے دُہی
آدمی جس میں نہو جنتِ آدم ہے دُہی
آپ کو جسکی ضرورت ہے ہوا کم ہے دُہی
نام ہے جس کا دوا حق میں مرے م ہے دُہی
جو مرے دل سے مجدا ہو نہ کبھی تم ہے دُہی
تشنہ سے جو رہے تشنہِ زہم ہے دُہی
لوگ روتے ہیں۔ تو کہتا ہے یتیم ہے دُہی
مے و معشوقِ یسر ہو جسے جسم ہے دُہی
آپ کی بات بھی اے قبلہ عالم ہے دُہی
خندہ گل ہے دُہی۔ گریہِ شبنم ہے دُہی
تیری تصویر میں بھی حُسن کا عالم ہے دُہی
دُہی تیرا ب ہے اسکے لئے مروت ہے دُہی

عیش میں بھی دل منوم کا عالم ہے دُہی
نا تو اں وہ ہوں کہ چونا بھی ہے دشوار مجھے
جو ترے درد سے بھر آئے۔ جو ہو درد بھرا
رنج کے بعد زمانے کو خوشی ہوتی ہے
سیکڑوں قتل کئے اس نے ہزاروں سبل
خُلد کیونکر نہ انہوں کوئے بُتاں کو دعا عطا
بادشاہ ایک ہزاروں میں ہوا کرتا ہے
چارہ گر درِ محبت نہ مٹے گا ہرگز
عمر بھر جس کو کیلجے سے لگائے رکھوں،
اپنا ایمان تو اے حضرت زاہد یہ ہے
جھوٹ بیچ کوئی اُڑا کر مرے مرنے کی خبر
عیش کے واسطے تخصیص کسی کی کیا ہے
آپ زندوں سے اُلجھ پڑتے ہیں اعظا عافی
کب بٹا گردشِ افلاک سے ہنسنا۔ رونا
کھپ گئی آنکھوں میں کیا نوک پلک ٹائی ہو
چارہ دُخِ محبت کوئی ہو سکتا ہے

مہرِ با کوئی نہیں تیرے وفادار نہیں
دمِ غنیمت جو کسی کا ہے۔ تو اک دم ہے دُہی

اور کہتا ہوا دھڑا اپنی تنہا کوئی
پرے پرے ہی میں ہو جائے جو ہوا کوئی

اُف۔ وہ عالم کہ ہو منہ بھیر کے بیٹھا کوئی
پردہ داری کا پھر اے عشقِ نتیجہ کوئی

بزمِ دشمن کا تصور ہے جو تنہائی میں
نگہِ شوق کو یہ ہے دمِ نظارہ تلاش
یہ تو معلوم نہیں مجھ کو جُتوں ہے۔ کیا ہے
ہے یہ حسرت اسی حسرت میں نکالوں اراں
سارے بازار میں اک تو بھی نظر آتا ہے
ہم تو مجھیں گے ہوئی عشق کی معراج نصیب
یوں سنوں خسرو و حبشید کے قصے کیا خاک
غیر کے واسطے ارمان تمہیں کیوں دیدوں
دیکھنے کو مری آنکھوں نے بہت دیکھا ہے
موت آجائے آہی مرے اس مرنے کو
گل جو بلبل کے ہیں۔ تو سنے کے پروانے ہیں
تم سے کہتا جو نہیں کچھ یہ تھا ارمانہ ہے
اے فلک دے مجھے آزادانہ بھر کے
جلوہِ حسن میں کیوں انجن آرائی ہو

حسرتِ ناز میں ہے انجن آرا کوئی
کہ نظر آئے اُسے تم سے بھی اچھا کوئی
لے جاتا ہے مگر جانبِ صحران کوئی
دل میں رکھنے کی نکل آئے تنہا کوئی
ہوں جو دس ہیں تو لے چھانٹ کر اچھا کوئی
آسمان تک جو پہنچ جائے گا نالا کوئی
سامنے رکھ دے مرے سا غرو میں کوئی
اپنی دولت کو اٹھاتا نہیں بیبا کوئی
ہیں دیکھا نہیں دیکھا مگر اُن سا کوئی
دوش نازک پر اٹھاتا ہے جنازا کوئی
ہے ترا بھی کہ نہیں اسے دلِ شیدا کوئی
ورنہ کیا منہ میں زباں بھی نہیں رکھتا کوئی
دیکھ رہا ہے نہ باقی تری ایدہ کوئی
اپنا دیدار دکھائے ہیں تنہا کوئی

دے مجھے قہر اُسے دل تو تقاضا کیسا
دی ہوئی چیز کو واپس نہیں لیتا کوئی

رولت یا بے محمول

ان مہوں کا جو مجھے شیوہ بیدا آئے
اپنے آزار گزشتہ جو ہیں یاد آئے
ظلم کی لٹکے یہ شہرت ہے جدھر جاتے ہیں
جی کے بہلانے کو جنت میں تو جاؤں لیکن
کیوں نہ بے چین ہو دل کیوں نہ ہو بیتاب مگر

یوں انہیں میں بھی شاؤں کہ خدا یاد آئے
شاد ہو کر کبھی کسی بزم سے ناشاد آئے
انگلیاں اٹھتی ہیں وہ بانی بیدا آئے
کیا کرونگا جو وہاں بھی مجھے تم یاد آئے
انگھ کے سامنے جب حسنِ خدا داد آئے

سخت جانوں سے کبھی چل نہیں سکتی اسکی
وہ یہ کہہ کر مرے دل کو مرے گھر پھینک گیا
چاہئے دل کو ترے ظلم کا اتنا تو خیال
کھو دیا میں نے خدا جانے کہاں دل اپنا
تھام لینا مجھے اے حضرت دل آپ ہیں
قابلِ رحم ہے وہ جو گرا آزار و ستم

ہو جو کچھ دم تو ترا خنجرِ فولاد آئے
ان نشانی سے بھی کیوں کوئی مجھ یاد آئے
تذکرہ کوئی ہو لب پر وہی روداد آئے
کوئی کچھ یاد دل آئے تو مجھے یاد آئے
یا جب کوئی رہِ عشق کی اُفتاد آئے
نہ فغاں آئے جسے اور نہ فریاد آئے

وہ فغاں کر کے کرے کیوں نہ قیامت برپا
یا جب گھر کو تجھ سا ستم ایجا د آئے

وہم ہوتا ہے۔ نکلنے کا گماں ہوتا ہے
حالِ فرقت میں ہمارا چہاں ہوتا ہے
کیوں گرا انبارِ نوزندہ گنہگار ہے دل
بد گماں تیری محبت نے کیا ہے ایسا
دیکھ کر حسن کسی کا مری حیرانی سے
نہیں ممکن کہ وہ قاتل ہو سیما میرا
دل ویراں میں وہ اس سے نہیں آتے پس
تجھ میں کیا دیکھ لیا اسکو کہ کیا کوئی

جو نکلتا ہے وہ ارمان کہاں ہوتا ہے
کہے باج کے وہ قاصدِ بیاں ہوتا ہے
جب گنہگار کا مڑوہ بھی گراں ہوتا ہے
دوست پر بھی مجھے دشمن کا گماں ہوتا ہے
جو بیاں ہو نہیں سکتا وہ بیاں ہوتا ہے
آفتِ جاں بھی کہیں احتِ جاں ہوتا ہے
جو نہ آباد ہو بھارسی وہ مکاں ہوتا ہے
کہیں یہ رازِ بیاں سے بھی بیاں ہوتا ہے

گھر کو آپ سمجھتے ہیں جو بندہ اپنا
شکر اس بندہ نوازی کا کہاں ہوتا ہے

شبِ غم میں بھی دیکھوں کیا مری تقدیر پھرتی
پھر ہے ہمے جو تیری آنکھ جریخ پر پھرتی ہے
یہ ہے کس کام کی اس نے اگر جو ہر کانے میں
رہو خاموش تم ذکرِ عُدو پر۔ رہ نہیں سکتے
دکھائے تو مجھے بہزاد وہ اپنے مرقع میں

دُہائی تو تری اے نالہ شکیر پھرتی ہے
اب اپنی آہ سے بل کر کہیں تاثیر پھرتی ہے
کبھی میرے گلے پر بھی تری شکر پھرتی ہے
دہن میں تو تھامے شوخیِ تقریر پھرتی ہے
مے ل میں مری آنکھوں میں جو تصویر پھرتی ہے

محبت میں بھی ہیں اچھے بُرے دن ایدل مضطر
بتا اے بندگو میرا کلیجا کیوں چھین جائے
قیامت ہے کوئی دیوانہ جیتا ہی نہیں اُنکا
رہی تھی جیتے جی ظالم اٹھانی کیا یہی گردش؟
کوئی جب ذکر کرتا ہے کسی کی اچھی صورت کا
کہیں ہے خون حسرت کا کہیں ہے غولِ رمان کا
لگا کر تیر تو پھیرتا ہے تو پھرنے سے کیا حاصل
آہی آج ناکہ کس دل مضطر سے نکلے گا
ستم تو دیکھ میرے دل میں اُنکا گھر بنائے کو
وہ پیش کس طرح آخر نوشتہ میری قسمت کا
بلاؤ تیرہ غم میں یہ تیرے خاکساروں کو
سیرِ محفل اُدھر وہ بار بار اُنکھیں بدلتے ہیں
کہوں کیونکر تم سے دُور سے لب تک نہیں آتی
دُم رفتار کیوں چلتا ہوں گم کروٹے دشمن میں
مری تقدیر سیدھی ہو تو کیا تو پھیرے اُنکھیں
یہ اکئی ہے کسی جاننا زکے پھولوں سے کیا پھر کر

کبھی قسمت اُلٹتی ہے کبھی تقدیر پھرتی ہے
جو تیرنی بات ہو وہ دل میں نہ کر تیر پھرتی ہے
اُدھر وہ مول لیتے ہیں اُدھر زنجیر پھرتی ہے
جو میری لاش اب گم گھر پہ نشہ پھرتی ہے
مری اُنکھوں کے آگے آپ کی تصویر پھرتی ہے
مرے چکھتی مرے دل میں زبانِ تیر پھرتی ہے
کہیں سنا داس سے قسمتِ نچیر پھرتی ہے
کہ گھبرائی ہوئی زیرِ فلک تاثیر پھرتی ہے
ترے تیروں کے شاملِ حسرت تعمیر پھرتی ہے
کیس لکھا بدلتا ہے کہیں تحریر پھرتی ہے؟
قدم لیتی ہوئی ہر گام پر تو تیر پھرتی ہے
کلچہ پر اُدھر شمشیر پر شمشیر پھرتی ہے
جو کہنی ہے زباں پر ہی دم تصویر پھرتی ہے
یہ تیرے ساتھ کس کی خاک اس گھر پھرتی ہے
ترا دل بھی جی بھی پھیرتا ہے جب تقدیر پھرتی ہے
صبا تیری گلی میں آج کیوں دلگیر پھرتی ہے؟

مقدر کی کجی کب پھر بدلتی ہے بٹائے سے

کہیں تقدیر بھی اے بندہ تیر پھرتی ہے

کیوں اثر چھپتا ہے میرے نالہ تنگیر سے
کیا تماشا ہے کہ جذبِ شوق کی تاثیر سے
قہر ہے ابروئے بُرخم ہے غضبِ صحنی نگاہ
اپنے سائے پر بھی اُنکو نامہ بر کا وہم ہے
لب بھی ہلکتے نہیں نظر میں بھی اٹھ سکتیں نہیں

بکے جائے گا کہاں اس آسمانی تیر سے
تیر آلتا ہے اُڑ کر سینہٴ سخنیر سے
جان لینی ہے تو لو اس تیغ سے اس تیر سے
راہ میں چلتے ہیں ہنچ نچ کے ہر راہیر سے
نا توانی میری ظاہر ہے مری تصویر سے

دل لگی ابھی نہیں یہ عاشقِ دلگیر سے
وہ نہ آئے ہیں نہ آئیں گے کسی تدبیر سے
تیری صورت اب نہیں ملتی تری تصویر سے
جلدیئے وہ دم چرا کر آپ کی شمشیر سے
مکجود پہچان جائیں گے مری تحریر سے

تذکرہ میرے عُدو کا اور میرے رُوبرو
اے دل بیتاب نالے کر کہ تو فریاد کر
حُسنِ روز افزوں نے جکڑ لیا ہے کیا کچھ کر دیا
دشمنوں کو اور جاں بازی کا دعویٰ ہو بیخیز
نام لکھتوں یا نہ لکھتوں خط میں بھر بھی نامہ بر

دل میں باقی کیوں رہے پھر تھر کوئی آرزو
اٹکا جلوہ ہی نظر آئے اگر تقدیر سے

پھر بھی پہلو میں اسے دیکھ لیا رہا ہے
بیقرار نہ لکھی کچھ آخر کار آتا ہے
کس خطا دار کا اب یہ کھٹے وار آتا ہے
کہ فلک یہ فرشتوں کو کیا کرتا ہے
ٹال دیتے ہیں یہ بکر کہ بنجار آتا ہے
یا تجھے اور بھی کچھ جوش بہا آتا ہے
تو یہ جانوں کہ محبت میں قرار آتا ہے
میں توں داورِ محشر کو بھی سارا آتا ہے
ہر طرف ہکو نظر روئے نگار آتا ہے
تو سن عمر تو منزل پہ آتا رہا آتا ہے

دل بیتاب پُغٹھتہ تو ہزار آتا ہے
صبر آتا ہے الہی نہ قرار آتا ہے
آج مُسنے ہیں سنبھالی ہو پھر اس تلوار
نالہ اتنا تو شب بھر رہا ہے میرا
پوچھتا ہے جو کوئی حال تب غم سے
جاک کر ما فقط آتا ہے گریباؤں کا
کوئی دم بھی مرے قابو میں طبع سے
اس طرح غلم سے ہوتا ہے پشیاں کوئی
بر تو حُسن میں یہ جلوہ گری کا عالم
مرنے والوں کی حقیقت اپنے غم میں

اور تو قہر کے آنے کا سبب کیا ہوگا
تو نئے کو تری محفل کی بہار آتا ہو

ہم سے وہ بات بھی نہیں کرتے
جو مُد ارات بھی نہیں کرتے
لے کے دل بات بھی نہیں کرتے
دن یوں رات بھی نہیں کرتے

اب ملاقات بھی نہیں کرتے
خاک ہو اُن سے لُطف کی اُمید
اپنے مطلب کے خو برو سب ہیں
رُخ کو کا کل سے کیوں چھپاتے ہو

سیدھے منہ بات بھی نہیں کرتے
پانچ - چھ سات بھی نہیں کرتے
وہ لگے بات بھی نہیں کرتے
رنج کی بات بھی نہیں کرتے
رات کی رات بھی نہیں کرتے
اُن سے ہم بات بھی نہیں کرتے
مفت خیرات بھی نہیں کرتے
گھر کی برسات بھی نہیں کرتے
چال بھی - گھات بھی نہیں کرتے

حُسن پر ہیں وہ اس قدر مغرور
کیا وہ دوتیں چار دن میں عہد
دوسرا وار اپنے بسمل پر
آپ خوش تو ہیں کریں گے کیا
کیا غضب ہے وہ میرے گھر آرم
جو نہیں پوچھتے ہمارے بات
گالیاں دیتے ہیں وہ دل لے کر
نہیں رہتے وہ ویدہ تریں
ابھی نادان ہیں وہ کیا جانیں

وقت ہر کام کے لئے پھر
نالے دن رات بھی نہیں کرتے

رہ گئی ہے اک یہی تدبیر پھر تقدیر ہے
پہلے یہ تو دیکھ زندہ بھی کوئی پھر ہے
مجلو تو اپنی تھنا سے شکوہ تاخیر ہے
یہ عجب تقریر ہے اُنکی عجب تحریر ہے
عاشقوں پر جو بلا ہے زیرِ چرخِ پیر ہے
وہ اُسے بھی دیکھ کر کہیں یہ کیا تصور ہے
خاک کی ہے خاک یہ - اکیسری اکیس ہے
یہ ہوائی تیر ہے - وہ آسمانی تیر ہے
نامہ بر جھوٹا ہے تو - باطل تری تقریر ہے
جو ہے اُنکا تیر وہ میرے لئے رنجیر ہے
وہ سمجھتے ہیں کہ میری خاک دانگیر ہے
صبح جس کا نام ہے وہ رنگ کی تغیر ہے

آہ بھی کر لوں شبِ غم - آہیں تا شیر ہے
پھر چلا کر پوچھ لینا تیسر - کیسا تیر ہے
وہ نہ آئے میری بالیں پر گلہ اسکا نہیں
کچھ کہا قاصد سے - کچھ لکھا مرے خط کا جواب
خوب تھا بتی اگر اُنکے لئے اُد پر زمیں
رشتک دیکھو اُنسے بہتر ہو اگر اُنکی شبیہ
خاک رکھ چھوڑ دو دلِ ناکام کی کام آئے گی
برق کو روکے گی مرغِ آشاں کی آہ کیا
مُن گیا وہ فتنہ گر کیونکر اسے سچ مان لوں
تیری نظریں ہو گئیں دیوانگی کی چارہ ساز
نازکی تو راہیں چلنے نہیں دیتی اُنھیں
ختم بھی ہو رات تو فرقت میں دل کیا شاد ہو

ہر دعا ہے بے اثر۔ ہر آہ بے تاثیر ہے
اُس سے بٹنے کی اگر ہے۔ تو یہی تدبیر ہے

دشمنوں کی جان پر کیونکر گراؤں آسمان
خاک میں دل کو بلا دیں خاک میں لہجائیں ہم

ذرتے ذرتے سے عیاں ہو جلوہ برقی جلال
حُسن کی بھی قہر کیا چمکی ہوئی تقدیر ہے

قتل کے سامان جو چاہے کرے
وصل کا ارمان جو چاہے کرے
بُچھہ یہ احسان جو چاہے کرے
عہد یا پیمان جو چاہے کرے
یار ہے حیران جو چاہے کرے
آدمی ارمان جو چاہے کرے
آپکا انسیان جو چاہے کرے
آکے وہ ہمان جو چاہے کرے

یہ ادا بہہ شان جو چاہے کرے
آپ بھلے یا بھلوائے ہیں
جان میری آپ لیں یا لے اہل
اُس کے بٹنے کا یقین آتا نہیں
یا جمال یار دیکھیے۔ آئینہ
وصل کی ہے عشق میں تحفہ کیا
وعدہ فردا نہیں عشر میں یاد
خود رہے دل میں نہ رکھے دل مارا

قہر اب اس در سے اٹھ کر جا چکا
آپکا در بان جو چاہے کرے

وہ اب سے دُور بُرا اپنا حال ہوتا ہے
ہزار قسم کا دل کو خیال ہوتا ہے
ادھر ادھر سے برا سوال ہوتا ہے
کہ دل ہی میں تو خیال وصال ہوتا ہے
نظر گزر کے لئے رُخ پہ خیال ہوتا ہے
جواب دینے سے پہلے سوال ہوتا ہے
یہاں تو اپنا پینا بھی لال ہوتا ہے
کہ کس طرح کوئی اب پامال ہوتا ہے
کسی کا وصل کسی کا وصال ہوتا ہے

عُدو کو بھی جسے سُکر لال ہوتا ہے
گلہ بھی عشق میں کرنا محال ہوتا ہے
ہیں بھی آرزوئے وصل انھیں بھی حسرت دل
وہ کس لئے نہ جلا لیں فراق میں دل کو
بھگا پڑے لئے یہ ذرا سی بات نہیں
وہ دل کو مانگتے ہیں مجھ سے عرضِ مطلب پر
سرسُک سُرُخ پہ عشاق ناز کرتے ہیں
اداسے چلتے ہیں وہ۔ یہ بھی دیکھتے جائیں
عُدو سے مل کے ملاتے ہیں خاک میں وہ ہیں

وہ آکے قہر کی بالیں پہ غیر سے بوے
جو ہم یہ مرتے ہیں اُنکا یہ حال ہوتا ہے

ذرا تڑپے ذرا کھڑے ذرا اُٹھے ذرا بیٹھے
وہ بیمارِ محبتِ صنعت سے کیا اُٹھے کیا بیٹھے
ہم اب سوئے کو جاتے ہیں جسے ہونٹنا بیٹھے
ترہی مغل میں جب بیٹھے ہیں اربابِ وفا بیٹھے
کسی کا مال جب بیٹھی میں آیا تم دریا بیٹھے
جو اُٹھے تو الگ اُٹھے جو بیٹھے تو جدا بیٹھے

ترے کو پیسے میں لے کر ٹھیکیاں ہم جا بیٹھے
سُربِ سترِ نفاں کے ساتھ جسکو عشقِ غیش نہیں
عُدو سے لے کر انگڑائی کہا میرے جلالے کو
خدا جانے انڑکیوں انکی صحبت کا نہیں ہوتا
ہمارا دل نہیں دید وہ اچھی سینہ زوری ہو
یہ اُٹھنا بیٹھنا ہے کوئی اُٹھنا بیٹھنا اُنکا

جنابِ قہر جو شِ عشق میں یہ کیا تھیں سو بھی
تغافل سے کسی کے تنگ آکر زہر کھا بیٹھے

رہ گئے وہ بھی کلیجا تھام کے
یہ ہوئے دو کام ہم سے کام کے
صبح سے لالے پڑے پیشام کے
ہیں نظریں جسکی جلوے بام کے
گھونٹ پی کر اُسکے چھوٹا کام کے
کیا نرا لے ڈھنگ ہر پیغام کے
دل بھی بدلے میں لیا پیغام کے
کٹ گئے دن گردشِ ایام کے
نامہ برطالب ہیں کیوں انجام کے؟
یہ تکتے ہیں ترے کس کام کے
پھول ہستے ہیں چراغِ شام کے

جب مئے نالے دلِ ناکام کے
حالِ دل اُنسے کہا دل تھام کے
ہجر کا دن ہو نہیں چکتا تمام
آنکھ کیا چپکے گی اُسکی طور پر
حضرت زاہد ہوئے مستِ است
نامہ بر کے ساتھ میں بھی ہو لیا
مُفت کا سودا وہ کرتے ہی نہیں
چلتے پھرتے غم سے ٹھٹھکا را ہلا
پاس میرے جذبِ لالیا اُنھیں
دل کو لے کر کیوں جگر پر ہنے نگاہ
وصل سے ہونگے کسی کے شاد کام

قہر کب ہیں مہرِ درد مہرِ ہمیں

یہ تو دشمن ہیں تمہارے نام کے

ابھی تو جلوہ دیدار ہی کی حسرت ہے
ہماری جان پر آفت ہے یا مصیبت ہے
بگڑ کے بیٹھے ہیں وہ کیوں بگڑ کے اٹھتے ہیں
بلا سے انکی ہے ظلم کوئی یا نہ ہے
یہ کیا کہا کہ سوا میرے کس پر آئے گی
میٹے ہوئے کا نشان اور پوچھتے کیا ہو
عُدو کے قتل کا بیڑا بھی اٹھ نہیں سکتا
دل اگیا جو ہمارا بتوں پر اسے زاہد
تمہیں نبھاؤ اگر مجھ سے نبھ نہیں سکتی
عُدو کو لطف و عنایت کی قدر کیا ہوگی
مرا رقیب تو کوئی نہیں زمانے میں
کچھ آپ ہی پہ نہیں طرزِ دلبری موقوف
دُمِ اخیر بھی مخمور خیالِ یار ہیں ہسم

وہ سامنے چلے آئیں تو پھر قیامت ہے
جو کچھ ہے حضرتِ دل آہنگی بدولت ہے
یہ پوچھ کون اب اسے یہ کسی طاقت ہے
کریم کریں وہ انہیں اسکی کیا ضرورت ہے
کسی پر آئے تمہیں کیا مری طبیعت ہے
بٹی مٹی سی یہ کس کی ہے ہمیری تربت ہے
یہ ناز کی ہے کوئی یہ کوئی نزاکت ہے
خدا کی شان ہے یہ بھی خدا کی قدرت ہے
مجھے نہیں ہے تمہیں تو مری محبت ہے
مجھے تو جو رہی تیرا ہزار نعمت ہے
زمانہ جس پہ فدا ہے وہ کس کی صفت ہے
میں گے سیکڑوں دلِ جو دلِ سلامت ہے
نہ آئے موت کہ مرنے کی کسو فرصت ہے

ستم ہے ترے اتنا بھی پھر نہیں کوئی
حنابِ قہر کا دنیا میں دمِ غنیمت ہے

آہ میری نگہ یار کے ٹکڑے کر دے
ہم اسیروں کے بھی حصے میں کچھ آجائے بہار
نگہِ شوق سے بیٹھیں گے کہاں وہ چھپکر
انکھ تم غصے میں نرگس پہ نہالو۔ دیکھو
انکی تیغِ نگہِ ناز جو اٹھ جائے کہیں
ٹکڑے ٹکڑے کیا غربت میں انھیں نے دین
عکسِ رخ پر ترے پڑ جائے جو شوق کی آنکھ
یا اسے چھوڑ دے لیجا کے چین میں صیاد

یہ وہ تلوار ہے تلوار کے ٹکڑے کر دے
اے صبا کھبتِ گلزار کے ٹکڑے کر دے
پردہ کیسا یہ تو دیوار کے ٹکڑے کر دے
کیس بیار نہ بیمار کے ٹکڑے کر دے
ایک ہی وار میں دوچار کے ٹکڑے کر دے
ہمت اے آبلہ خزل کے ٹکڑے کر دے
آنکھ نہ چشمِ خریدار کے ٹکڑے کر دے
یا یہیں مرغِ گرفتار کے ٹکڑے کر دے

دل ہے کیا مال جو رکھے گا اُسے قہرِ عزیز
تیرے سر سے وہ ابھی وار کے تکرر کر دے

اور اب اللہ کو کیا جانے کیا منظور ہے
آدمی کیا کر سکے گا۔ آدمی مجبور ہے
دور ہے نہ دل سے۔ اُنکی آنکھ سے جو دور ہے
آپکی توجہ چشمِ میگوں بے پئے منحور ہے
کیا کسی بخت کا یہ بھی دل رنجور ہے؟
میں جو ہوں رسوا بہت۔ تو کیا وہ کم شور ہے؟
آساں پر آج جو تارہ ہے وہ بے نور ہے
جبکو کہتے ہیں وفا وہ تم سے کوسوں دور ہے
ہر جگہ اک زخم ہے۔ ہر زخم میں ناسور ہے
تک جو منظور ہے۔ وہ محکونا منظور ہے
یہ نرالا ہے طریقہ۔ یہ نیا دستور ہے
نفسِ جوشِ جوانی میں وہ اتنا چور ہے

دل بھی ہم سے دور ہے دیر بھی ہم سے دور ہے
عشق میں ہو گا وہی جو عشق کا دستور ہے
آنکھ سے جب دور ہوں تو اُنکے دل سے دور ہوں
اُسکو حاجت ہے نہ سافر کی نہ کی احتیاج
کس لئے کہتے ہو مجھائے ہوئے غیفے کو تم
ایک ہے رسوائی و فحش کی غایت عشق میں
مر گیا یہ کون اُمیدِ سحر میں جاگ کر
اہلِ اُلفت کا کبھی دل رکھ دیا تو کیا کیا
دل کو زخمی کر دیا تیرا نگاہِ ناز نے
پھر کہو ناصح نبھے میری تمھاری کس طرح
کر کے تم غمِ عدم کرتے ہو پھر مجھ پر ستم
اور کی تو کیا اُسے اپنی بھی کچھ عہدِ مدد نہیں

ہم سے پوچھو قہرِ راہِ عشق کی دُشواریاں
منزلیں ملے کر چلے ہیں پھر بھی دلتی دُور ہے

ٹلنے ہوئے یوں سر سے تضا کو کوئی دیکھے
وہ کہتے ہیں اب میری ادا کو کوئی دیکھے
دیکھے کوئی شوخی کو۔ حیا کو کوئی دیکھے
مے دیکھ کے کیا اب بقا کو کوئی دیکھے
مکن نہیں آنکھوں سے غم کو کوئی دیکھے
اب اُٹھتی نہیں آنکھ۔ حیا کو کوئی دیکھے
کس آنکھ سے اُس ماہِ قاف کو کوئی دیکھے؟

شوخی میں تری طرزِ حیا کو کوئی دیکھے
آئینے کو رکھ کر قدِ موزوں کے مقابل
اندازِ نرالا ہے۔ نرالا ہے ترے ناز
بے کیف نہیں زندگیِ خضر بھی اچھی
کس طرح وہ جانیں کہ مری آہِ رسا ہے
پہلے تو لیا آپ نے شوخی سے مراد دل
ہے دیکھنے والا بھی کوئی حُسن کا پیدا

دل دیکھ کے پھر میری وفا کو کوئی دیکھے
بی کر تو ذرا جامِ فنا کو کوئی دیکھے
اُسکے بھی تو نقشِ کعبہ پا کو کوئی دیکھے

صدے بھی اٹھائے ہیں جفائیں بھی یہی ہیں
ملتا ہے محبت کا مزا یا نہیں ملتا
افسوس مرے بیٹنے پر کرتے ہیں سب حباب

کعبے میں نہیں قہر۔ کلیسا میں نہیں قہر
میخانے میں اُس مریخِ خدا کو کوئی دیکھے

کہ جسکے صن کے اعجاز سے دل حُسن کا گھر ہے
الہی کیا ہمارے دل میں آنکھوں کا بند رہے؟
نہیں ہی تجھ سے باہر مڑوں نہ دل ہی تجھ کو رہے
کسی کے دوش پر چھوٹی ہوئی زلفِ منیر ہے
تمہارے پائوں میں بھی کیا مری نعمت کا چکر ہے؟
تمہارے سُن روز افزوں کا شہرہ آج گھر ہے
جویں کیلے سے باہر مڑوں۔ تو وہ جامے سے باہر ہے
کہ نور حُسن سے تو خانہٴ دل تک مُنور ہے
مراد دل آپکا دل ہے۔ مرا کھر آپکا گھر ہے
کہ شمعِ زیست گل ہو۔ نور پھر بھی انکے مُنہ پر ہے

تصور میں خدا جانے یہ کس کا رُوئے انور ہے
برسنے کے لئے ہر دم اُمنڈا آتے ہیں آنکھوں میں
قیامت تو اُٹو اُس پر کہ ڈھکا ظلم و ستم جُھر پر
یہ اُلجھائے نہ کیوں بے ل گرفتار ان اُلفت کے
عُدو کی جستجو میں تم جو یوں ہر وقت پھرتے ہو
بڑھ کیونکر نہ اس کے دیکھنے کا شوق ہر دل میں
اردھر مج کو بھی عشقِ غصہ اُدھر اُس تند خو کو بھی
کہاں بھلائی نہیں یہ روشنی تیری تجلی کی
اسے بجا نیلے پہلو سے۔ اس میں شوق سے رہیے
ترے کشتوں کے چہرے کی بھالی تو کوئی دیکھے

جنابِ قہر راہِ عشق میں چلنا نہیں آساں
یہ وہ رستہ ہے جس میں ہر قدم پر ایک ٹھوکہ ہے

جویدھی ہو تو ناکِ بھوٹیر ٹاھی ہے تو خنجر ہے
وہی ہیں ہوں۔ وہی تم ہو۔ وہی دل ہو وہی اُتر ہے
تمہارا آئینہ بھی اپنی نعمت کا سکندر ہے
وہی اچھے سے اچھا ہے۔ وہی بہتر ہے بہتر ہے
کوئی کہتا ہے ناکِ بھوٹیر کوئی کہتا ہے خنجر ہے
مگر کچھ اپنے بندوں کی بھی فکر اے بند پرور ہے

سنگمر کی نگاہِ ناز بھی کتنی سنگمر ہے
وہی شکوہ۔ وہی دھکی۔ وہی اُلفت۔ وہی سودا
کبھی ہاتھوں میں رہتا ہو کبھی رہتا ہے زانو پر
جو نظروں میں سما جائے طبیعت جس پر آجائے
نگاہِ نازِ قاتل کا مٹا محل نہیں ہوتا
خدا ہونے کا دعویٰ تو خدا ہی بھرتے کرتے ہو

یونہیں ساقی لُٹھائے جا۔ پلائے جا کھجکائے
چھٹکے جاتے ہیں ہم اپنی تپ سوز نہانی سے
وہ ظاہر ہے نتیجہ ہونے والا ہے جو الفت کا
خوشی کہتے ہیں کس کو۔ اور راحت کس کو کہتے ہیں
نہ بد لا آج تک عالم نگاہِ نازِ جاناں کا
نہیں ہیں خواہ گاہیں بھی تو حسنِ عشق کی کیا

ترے ہاتھوں میں مینا ہر مرے ہاتھوں میں سلخ ہے
جو دل میں داغ ہے وہ آفتابِ روزِ محشر ہے
ہزاروں رنجِ غم میں ایک میری جان مضطرب ہے
نہ وہ بکھوئی ستر ہے۔ نہ یہ بکھوئی ستر ہے
فُٹو ٹکڑی فُٹو ٹکڑی ہے۔ ستر ٹکڑی ستر ٹکڑی ہے
یہاں کانٹوں کا ستر ہے۔ وہاں بھولوں کا ستر ہے

اسے میں کیا بتاؤں قہرِ دل ٹکڑے کیا کس نے
مرے حق میں تو اسکی ہر نگاہِ نازِ خجہ ہے

مٹھیں اک دھٹنے والے نرالے ہوزمانے سے
نہ بارِ غم اٹھا سر سے۔ نہ سر اٹھا ہے شانے سے
نہ آنا اے اجلِ سقوت وہ یہ کہہ کے بیٹھے ہیں
پتا اپنا دیا تھا بزمِ دشمن کا کہ موت آئی
ابھی دل صاف ہوتا ہے اگر غمِ حفا کر لو
گلی کو کل کے دل سلنے کی یاد اُنکو دلاتا ہوں
ہمارے دل کو ناحق دیکھ کر آنکھیں چراتے ہو
وہ کہتے ہیں کہ عشقِ حوریں ہی تھنے جان اپنی
وفا کیسی۔ کہاں کی دوستی فرصت نہیں ملتی
قیامت ہو گئی۔ اے دیدہ تر و دوب مر جا کر
جو سننے ہوں تو ہم سے چار حرفِ آرزو سن لو

نہ ملتے ہو ملانے سے۔ نہ مٹنے ہو مٹانے سے
بڑی شکل میں رہ گیا ہوں دل کے آنے سے
نہ دم نکلے گا جب تک ہم نہ اٹھیں گے سرانے سے
ٹھکانے ہی لگا یا عجوبوں نے اس ٹھکانے سے
بٹاؤ تو کدورت میٹ ہی جاتی ہے بٹانے سے
وہ بیٹھیں مرے پہلو میں شاید اس بٹانے سے
ادھر دیکھو تھکے تیر بیٹھے ہیں نشانے سے
دھری یہ ایسی تھمتھمت ہیں اٹھتی اٹھانے سے
ہیں رونے زلزلے سے۔ ایں ہنسنے ہنسانے سے
وہ کہتے ہیں حال کچھ نہیں اُنسو بہانے سے
یہی ہے مختصر کیا فائدہ قصہ پڑھانے سے

مجھے بزمِ غم میں قہرِ مضطر کر کے چھوڑے گا
ذرا ڈراے سترِ دل تلے کے دل جلانے سے

ہم سے کب سے تمہارے گیسو بے پر خم رہے
وہ میں جب تک م رہے۔ تجھ پر ہی عالم رہے

روزِ بک کھاتے رہے۔ پیڑھے رہے۔ بزمِ ہم رہے
یہ تر حسنِ شباب اتنا تو کم سے کم رہے

خون رونے میں جو تھا ضبطِ محبت کا خیال
دُم نکلنے کا تماشہ دیکھنے آتے ہیں وہ
جان دیدوں میں اگر اُنکے لبِ جاں بخش پر
ہم کو آزار دی بھی بخشی تو پردوں کو نوج کر
قتل ہو کر بھی ترے کشتوں کو ہے یہ آرزو
وصل و فرقت میں خوش و ناخوش بسر کی زندگی
جان دے کر بھی حسینوں پر جیسے ہم عشق میں

دامنِ مژگاں پر کچھ قطرے لہو کے جم رہے
دُم مری آنکھوں میں یارب اور کوئی دم رہے
حشر تک زندہ رہوں۔ پھر حشر تک ماتم رہے
ہاتھ لا۔ پھر کا دیا۔ صتاوتیسا دم رہے
رات دن چلتی رہے تلوار۔ گردنِ خسم رہے
جس طرح رکھتا ہمیں تو نے سنگمر۔ ہم رہے
جانستاں ہو کر بھی یہ ظالم مسیحا دم رہے

واقع و فرماؤ کی تقریف کیوں کرتے ہیں آپ
جان دینے میں جنابِ ہر کس سے کم رہے؟

یوں مرادِ لائلِ حسنِ رُخ جانا نہ ہے
کر دیا بیمارِ اک عالم کو آنکھوں نے تری
جسہ مرتا ہوں نہیں اسکو ہی میری کچھ خبر
تے نہیں دیتا۔ نہ دے میری طرف ہی دیکھو
اشک بیتا ہوں چین کی یاد میں کھانا ہوں غم
ہر جگہ ہی یادِ ساقی میں رہا کرتے ہیں مست
ہوش کھوئے ہیں جہاں کے اسکی تو پیداوے

شمع وہ محفل میں ہے۔ یہ شمع کا پروانہ ہے
جسکو دیکھو وہ مریضِ نرسِ ستانہ ہے
کیا قیامت ہے کہ مجھ سے آشنا بگناہ ہے
آنکھ بھی ساقی تری میرے لئے بیانا ہے
اب نفس میں یہ میٹرِ کوا آب و دانہ ہے
ہکوا اس سے کیا غرض مسجد ہے یا مینا ہے
اسماں چکر میں ہے۔ گردش میں یا بیانا ہے

دیکھنی ہے اُنکو تو دیکھیں وفا وہ قہر کی
اب وفائے واقع و فرماؤ راکِ انسانہ ہے

فراق میں ہم فنا کریں گے۔ فنا نہ ہوگی دعا کریں گے
جو یہ نہ ہوگی تو وہ کریں گے۔ جو وہ نہ ہوگی تو کیا کریں گے
کہ کچھ اب تک وفا اُنھوں نے۔ کچھ اب وہ آگے وفا کریں گے
پہنچے ایسے جُتے ہیں وعدے۔ بہت سے ایسے ہوا کریں گے
یہ آپ کیا پوچھتے ہیں ہم سے۔ کہ آپ اُلفت میں کیا کریں گے

وفا کے سائل۔ وفا کے طالب۔ وفا کے بندے وفا کریں گے
 کہیں تو کہنے کو کہہ بھی دیں ہم۔ مگر کہیں بھی تو کیوں کہیں ہم
 ہمیں یہ اُمید ہی نہیں ہے کہ وہ ہمارا کہا کریں گے
 شباب آیا تو شرم کیسی۔ یہ ہے زمانہ شرارتوں کا
 کریں گے شوخی سے اب وہ شوخی۔ جیسا سے اب وہ جیا کریں گے
 جو اب کہیں کچھ رقیب تم سے۔ تو اُنکے تم کاں کھول دینا
 بُرا کہیں گے جو وہ کسی کو۔ تو اپنے حق میں بُرا کریں گے
 وہ اُٹھا دشمن کے گھر سے آنا۔ یہ چال چل کر مجھے منانا
 تمہارا دل تو ہے گھر ہمارا۔ تمہارے دل میں ہا کریں گے
 پیامبر ہیں یہ اُنکی گھاتیں۔ مثنیٰ ہیں ایسی ہزار باتیں
 نہ اب کسی سے خفا وہ ہو گئے۔ نہ اب کسی کو خفا کریں گے
 یہ دھکیاں کیا ہیں کیوں ڈریں ہم۔ جو اُنکو کرنا ہو کر چکیں اب
 غضب کریں گے بستم کریں گے۔ پھر اور آگے وہ کیا کریں گے
 کہا جو اُن سے جفا نہ کرنا۔ تو بولے کیوں مانیں تیرا کہنا
 جفا کریں گے۔ جفا کریں گے جفا کریں گے۔ جفا کریں گے
 کرم کی اُمید کیا ہوا اُن سے۔ ستم بھی کرتے نہیں وہ پورا
 جفا میں بھی جو کمی کریں گے۔ وفا کسی سے وہ کیا کریں گے
 ہزار کوئی کرے وفا میں۔ ہزار اُسے نبا ہے کوئی
 مگر وہ ہیں ایک ہی جفا جو۔ کریں گے جب وہ جفا کریں گے

نہیں ہے قہر اسکی ہکو پروا۔ دیا ہے دل تو ہم نے اُنکو
 بھلا کہیں یا بُرا کہیں وہ جو کچھ کہیں گے سنا کریں گے

خزاں میں بھی دُہی لاسکی پھار باقی ہے
 میٹا میٹا سا کسی کا مزار باقی ہے

پس فنا بھی دلِ داغدار باقی ہے
 یہ اک نشانیِ رفتاریار باقی ہے

لا کے خاک میں مجھ کو ستم کے کیا معنی
سُفید ہو گئیں آنکھیں سحر نہیں ہوتی
مزارِ عاشقِ ناشاد کیوں بٹاتے ہو
جلا ہے دل کو اڑا کر کدھر خدنگِ نگاہ
جہاں بھی ہیں نے اٹھائی ستم بھی میں نے سہ
خرامِ ناز سے چل کر نکل گیا ہے کوئی
جگر میں شدتِ گریہ سے خون رونے کو
بڑا ہے دل کا جلانا بڑی ہے دل کی ٹھنڈ
جو دل مٹا تو مٹا غم بھی آرزو بھی مٹ
غضب ہے عہد و فاکے وفا ہونے پر

تمہارے دل میں ابھی تک غبارِ باقی ہے
اکہی کتنی شبِ انتظارِ باقی ہے
مٹے ہوئے کی یہی یاد گارِ باقی ہے
ابھی جگر بھی تو اُسکا شکارِ باقی ہے
اب اور کیا مرے پروردگارِ باقی ہے
قیامت ایک سدرِ گہرا رہا باقی ہے
لو کہیں مرثیہ اشکبارِ باقی ہے
جتا دیا تمہیں اب اختیارِ باقی ہے
نہ سوگ ہے نہ کوئی سوگوارِ باقی ہے
تری ستم کا دُہی اعتبارِ باقی ہے

بنے گی جان دے تجھ پر یا میں اے قہر
جو ہے کوئی تو یہی چہارہ کارِ باقی ہے

جب اُس بُتِ ترسا کا دل اسکے لئے ترسے
ایسا نہو لڑ جائے نظر اپنی نظر سے
جو اشک نکلتے ہیں۔ نکلتے ہیں شر سے
وہ صبحِ شبِ وعدہ تو دیں آکے تسلی
کیا غم ہے اگر مجھ پر فلک کوٹ پڑے گا
سرباز بھی لمبائیں گے دنیا میں ہزاروں
جانتا نہیں کہے کو یہ میں سوچ سمجھ کر
کیونکر وہ بُری آنکھ تری آنکھ پہ ڈالیں
وہ کہتے ہیں ایسا تو کبھی ہو نہیں سکتا
نالہ جو کیا میں نے تو کیوں مجھ سے خفا ہو
کرتے ہیں جواب آپ یہ یوں کی باتیں

کیوں دل کو لگائے نہ رہوں اپنے جگر سے
آئینہ نہ دکھیا کبھی اُس نے اسی ڈر سے
کیا آگ برستی ہے مرے دیدہ تر سے
سوچیں تو تڑپتا ہے کوئی چارہ تر سے
واقعہ تو وہ ہو جائیں گے نالوں کے تر سے
باندھے تو کوئی قتل پہ تلوار کمر سے
آتا نہیں پھر کر کوئی اللہ کے گھر سے
دشمن کو کبھی دیکھیں جو نہ دشمن کی نظر سے
ہم ترک کریں مشقِ ستم آپ کے ڈر سے
انسان سے ہوتی ہے خطا چوکِ بشر سے
کیا آنکھ لڑی قہر کسی رشکِ قمر سے؟

جس وقت گزرتی ہے وہ اس راگداز سے
پیدا ہوئی یہ بات محبت کے اثر سے
پہلے ہی بجایا تھا اسے تیر نظر سے
ہر اشک یہ کہتا ہے مرے دیدہ تر سے
ہو جائیں گے سروے کے سبکدوش کبھی ہم
گلزار میں دیکھا ہے کبھی بزمِ عُدو میں
ہے وعدہ فردا سے یہاں سُنوئے کا مطلب
ہوگی تو بیا ہوگی قیامت ترے گھر میں
کیا کام ہے دنیا میں۔ یہی کام ہے آنکو
آنے کا نہیں ہے۔ کبھی جانے کی نہیں ہے

چلتی ہے دبے پاؤں قیامت ترے دُور سے
دل ملیا لڑتے ہی نظر اُن کی نظر سے
اب فائدہ کیا ہائے جگر۔ ہائے جگر سے
چڑھتے ہیں جو نظروں پر وہ کرتے ہیں نظر سے
اک روز اتر جائے گا یہ بوجھ بھی سر سے
اب پاؤں نکالے ہیں بہت آپ نے گھر سے
بلنے کو مرے آٹھ پہر تو کوئی تر سے
جب حشر اٹھے گا تو اٹھے گا ترے دُور سے
ناراض ہوئے مجھ سے کبھی غیر یہ بر سے
وہ محفل دشمن سے۔ شبِ غم مرے گھر سے

اے فہر جسے زلف کی ناگن نے ڈسا ہے
بولتا ہے نہ وہ سُٹھ سے نہ کھیلا ہے وہ سر سے

اس ستانے کا اٹھاؤ گے مزایا در ہے
نہ رہے یاد وفا اور حقا یاد رہے
چاہئے ساتھ تغافل کے لگاؤ بھی نہیں
دل کو جب یاد رہے بھولنے والا تجھ سا
اک ہیں شکوہ بیدار نہیں کرتے ہیں
دیکھنا ٹھیل نہیں ہے مری بے ہوشی کا
آپ کہتے ہیں ہیں آپ نے سمجھا کیا ہے
اس لئے ہنسکے وہ منہ پھیر لیا کرتے ہیں
میں تو کیا بعدِ فنا یاد رہو نگا مت کو
حسرتِ وصل بڑی ہوتی ہے اے حشرِ نل
نہ یقین آتا ہے مجھ کو نہ یقین ہوتا ہے

کہہ دیتے ہیں یہ ہم تم سے بھلا یاد رہے
بندہ پرور یہ نئی بھول ذرا یاد رہے!
اک ادا بھولے مجھے ایک ادا یاد رہے
پھر کسے یاد کرے وہ۔ اُسے کیا یاد رہے
غیر بھی آپ سے رکھتے ہیں گلا یاد رہے
ہوش اڑ جائیں گے اسے ہوش یاد رہے
آپ کو سمجھیں گے ہم روزِ جزا یاد رہے
نہ رہے یا جو شوخی تو حیا یاد رہے
ہاں رہے یاد تو کچھ میری وفا یاد رہے
کدیا ہم نے۔ یہاں یہ کہا یاد رہے
کہ قیامت میں کچھ عہدِ ترا یاد رہے

بھول کر بھی جو مرے آگے وہ مبت آئے کبھی
نہ خودی یاد رہے پھر نہ خدا یاد رہے

قہر کو اُسکی جفا۔ اُسکا عتاب۔ اُسکے ستم
غم بھرا یاد رہی۔ یاد رہا۔ یاد رہے

ترمی کھوں میں کھیں کی کیا اے فتنہ گر ڈالے
ذرا دیکھیں تو کس کی آنکھ کس پر کیا اثر ڈالے
ہوا سے بھی زمانے میں کہیں پتھر پیسے ہیں
تمھارے گوشہ دہن میں لاکھوں دل ہو کمال تک
نگاہیں بھی لڑتے ہیں نہ لڑتے بھی ہیں یہ کہہ کر
گر لے دل پہ بجلی یا جگر پر۔ دونوں حاضر ہیں
اگر اُسکو محبت کی نظر کرنی نہیں آتی
ابھی آغازِ الفت ہے ابھی سے دل دھڑکتا ہے
نگاہِ شوق سے اُنکو کوئی دیکھے بھی تو کیونکر
کبھی تیر نظر کی چوٹ اچھی ہو نہیں سکتی
جُرا ہے عشق کرنا تو خدا سے بھی نہ کرنا تھا۔
الودہ اُسکا بدلے کیوں۔ مری تقدیر لپیٹے کیوں

یہ وہ کافر نظر ہے دل کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے
کسی پر ہم نظر ڈالیں۔ کوئی ہم پر نظر ڈالے
فناں بے اثر اُس سنگدل پر کیا اثر ڈالے
کہاں پیٹے۔ کدھر کھوئے۔ کہاں پھینکے۔ کدھر ڈالے
کسی کو کوئی کیوں دیکھے کسی پر کیوں نظر ڈالے
نگاہِ ناز اب جو فیصلہ کرنا ہو۔ کر ڈالے
بلا سے وہ نگاہِ قہری ڈالے۔ مگر ڈالے
خدا جانے یہ کیا آفت ہماری جان پر ڈالے
وہ فراتے ہیں اندھا ہوا اگر ہم پر نظر ڈالے
ہمارے زخم دل پر ہاتھ کیونکر جا رہے کر ڈالے
ذرا اپنے گریباں میں تو زائدا پنا سر ڈالے
جو ہونا ہو وہ ہو جائے جو کرنا ہو وہ کر ڈالے

ہزاروں ہیں دنیا میں یا رب قہر حیراں ہے
جائے آنکھ کس کس پر وہ کس کس پر نظر ڈالے

یونٹو آنے میں یہاں آپ کی رسوائی ہے
کوئی عاشق ہے ترا کوئی تمسائی ہے
آئے کیا کوئی جہاں ہو یہہ ہجومِ اراں
مرنے والے کو جب اراں نہ مرنے کا رہا
آنکھ کھلنے بھی نہ پائی تھی کہ ہم قید ہوئے
قل وہ ہوتا ہے صحت نہیں ہوتی جیسکو

کیا قصور میں بھی ملنے کی قسم کھائی ہے
تو وہ معشوق ہے دنیا تری شدائی ہے
خانہ دل میں نہ خلوت ہے نہ تنہائی ہے
موت کجخت بھی آئی ہے تو کب آئی ہے
کس نے صیّا و گستاں کی ہوا کھائی ہے
یہ علاج اچھا ہے۔ یہاں سبھی سیحانی ہے

جان جاتے ہی مری جان میں جان آئی ہے
آپ تو مجھ کو سمجھتے ہیں کہ سودا ئی ہے
پھر بھی دنیا ترے جلوے کی نمنا ئی ہے
طعنے دے دے کے ترے عشق میں بن آئی ہے
تیرے بیمار نے تو مر کے شفا پائی ہے
کبھی نرس کو بھی دیکھا ہے تو آنکھ آئی ہے
یا تو اک میں ہوں یہاں یا مری تہائی ہے
وہی آئے گا یہاں جسکی قضا آئی ہے

جان جب تک تھی ترے ہجر میں، بچان رہا
جب کیا شکوہ دشمن تو بُرا کیوں مانا
جہنمِ عالم نے نہ دیکھا کبھی عالم تیرا
پوچھتا کوں یہاں تجھ کو مگر اسے ناصح
بل گئی صدمہ درخ و غم بہم سے نجات
ایسے نازک ہیں وہ ایسی ہے نزاکت انکی
تیسرا کون شبہ ہجر میں غمخوار بنے
لکھ گیا کوچہ قاتل پہ یہ مصرع کوئی

غیر سے قہر کوئی ملتا ہے میرے آگے
اسکو کہتے ہیں ستم - یہ ستم آرا ئی ہے

ارماں نکالے کسی حسرت آب کے
نامِ خدا شباب ہے۔ دن ہیں شباب کے
تیرے عتاب کے کہ خدا کے عتاب کے؛
سااں سمائیں آنکھیں کیا بزمِ خواب کے
قربان جائیے ترے اس انتخاب کے
قائل نہیں جو لوگ عذاب و ثواب کے
دیکھو کیا ب رکھکے برابر کیا ب کے
اب منتظر رہیں نہ سوال و جواب کے
ہم پینے والے ہیں کوئی ہلکی شراب کے؛
میں کیا کہوں جو مجھ پہ کرم ہیں جناب کے

آلفت میں اور کیا ہیں طریقہ ثواب کے
پتیلے نہیں وہ کس لئے مشرم و حجاب کے
شکوے اگر کریں بھی تو کس کس کے ہم کریں
دیکھوں بہارِ خاک جہاں خراب کی
چھا نٹا ہے تو نے لاکھ میں عاشق کا اکیل ل
وصل و فراق یار کے کچھ دن مرے اٹھائیں
سو زرد دل و حیکر جو ہواک ساتھ دیکھنا
بہتر یہ ہے کہ ہم بھی چلیں اسے پیامبر
کیوں آئینے میں ہنکود کھاتے جو چشم مست
دیتے ہیں مجھ کو رنج بھی ناصح ملا ل بھی

بے قہر ورنہ منہ پہ کہیں کیوں وہ قہر کو
سب یہ شلوگ ہیں دلِ خانہ خراب کے

جان لینے کو مری اور قضا کو نسی ہے

تیری شوخی جو نہیں تو وہ ادا کو نسی ہے

دل میں حسرت تری حسرت کے سوا کونسی ہے
 نہیں معلوم مرے حق کی دُعا کونسی ہے
 زہر کا کام جو دے ایسی دوا کونسی ہے
 بیوفا تو ہی بتا ان میں دُعا کونسی ہے
 کیا خبر ہم کو زمانے کی ہو کونسی ہے
 میں خطا وارہوں جب کا وہ خطا کونسی ہے؟
 ہے یہی اسکی سزا اور سزا کونسی ہے
 میری آہ شبِ فرقت ہی رسا کونسی ہے
 یہ حیا کیا ہے تمھاری یہ حیا کونسی ہے؟

دیکھ لے۔ جانچ لے یہ لوئیں ہمارے آکر
 وقتِ رخصت وہ خدا کو کہ قضا کو سنیں
 چارہ گر سے ترے بیمار کا درماں کیا ہو
 دل کا دینا ہے محبت میں کہ دل کا لینا
 ہم تو اب تک ہیں اُسی حال میں جہاں میں تھے
 ہے وفا یا ہے محبت۔ یہ بتا دو محبت کو
 دام کیسویں نہ کیوں ہو دل مضطرب بند
 آسمان سے جو کروں بھی تو کروں کیا اُتے
 پنچی نظروں سے بھی دل چھین لیا کرتے ہو

جب کہا قہر نے اک بات سنو۔ تو یہ کہا
 بات کچھ اور شکایت کے سوا کونسی ہے

تو ہی نہ تو خاک طبعیت یہاں لگے
 دل سے سناں لگاؤ تو دل پر سناں لگے
 یہ آگ ہے جہاں کی آہی وہاں لگے
 کوئی گھڑی تو آنکھ تری پاسباں لگے
 دل پر نہ اسکی چوٹ لگے تو کہاں لگے
 کیا ہوز میں جو پاؤ کو اے آسمان لگے
 بھکی ترے مریض کو جس دم یہاں لگے

آنکھوں میں اپنی خار نہ کیوں گلستاں لگے
 یہ سوچتے ہو کیا کہ یہ کیوں نہ یہاں لگے
 کیوں ہجر یار میں جلے اہل وفا کا دل
 راتیں سحر ہوئی ہیں اسی انتظار میں
 ہر پھر کے ہے ہر ف یہی تیرے نگاہ کا
 اس جال پر تو فتنے یہ تو نے اٹھائے ہیں
 لائے تجھے بھی حسرت دیدار کھینچ کر

اے قہر کیا جھجائیں گے دل کی لگی کو وہ
 آنکھوں میں جنکی سوزِ جگر کا دھواں لگے

مگر آہ دلِ عشاق بھی تو تیرے ہوتی ہے
 تو چٹکی خاک کی اُسکے لئے اُکیر ہوتی ہے
 جو بختی ہے تری تصویر وہ تصویر ہوتی ہے

یہ مانا خوب رویوں کی نظرِ نمشیر ہوتی ہے
 مریضِ غم کی سیدھی جب کبھی تقدیر ہوتی ہے
 نظرِ آتا ہے مجھ کو نقش میں بھی حسن کا عالم

فقاں میں کیا اثر نہ لے میں کیا تاثیر ہوتی ہے
ترسی تو نامہ بر اُلجھی ہوئی تفریر ہوتی ہے
ہمارے سامنے جب غیر کی توقیر ہوتی ہے
جو یہ بیج ہے کہ اُلٹی خواب کی تعمیر ہوتی ہے
مری تو رات دن اک اک خطا تحریر ہوتی ہے
نہ اب تدبیر کرتے ہیں نہ تابیر ہوتی ہے
وہی تقصیر کرتا ہوں۔ وہی تقصیر ہوتی ہے
ہماری آہ کے بھی پانویں زنجیر ہوتی ہے
محبت بھی کہیں اک شخص کی جاگیر ہوتی ہے!
کہ تنہائی کی مونس اک تری تصویر ہوتی ہے

فلک سے پوچھ لو تم۔ یہ فلک تم کو بتائے گا
اُسے توصف کہتا ہی نہیں جو کچھ وہ کہتے ہیں
جیسے تم کس طرح اے سخت جانی آئرو کھو کر
اُسے ناہرباں دیکھا تو اب وہ ہرباں ہو گا
ستم بھی اُسکے لکھے ہیں کز اُن کا تیس تم نے؟
نکما کر دیا ایسا ہیں نا کا مٹی دل نے
وہ جس پر اپنے ہاتھوں سے مجھے تفریر دیتے ہیں
کسی کے پانویں ہوتی ہے لیکن ضبط کے ہاتھوں
وہ کہتے ہیں سوائیر سے کوئی ہکو نہ کیوں چاہو
اسی سے ات دن خلوت میں ونا دل کا رستے ہیں

عبث اے قہر وصلِ یار کی تدبیر کرتے ہو
یہ ہو جاتی ہے خود۔ پلے یہ جب تقدیر ہوتی ہو

نکلے بھر بھی نہ نکلنے کے برابر نکلے
بزمِ اغیار میں نکلے کہ ترے گھر نکلے
لب پہ جو آنے کے منہ سے وہ کیونکر نکلے
تھیں اچھے رہے رہے تھیں بہتر نکلے
اب تری تیغ کھچے۔ اب ترا خنجر نکلے
جو ہوا کھانے بھی پردے سے نہ باہر نکلے
جامِ نکلے نہ مرے واسطے ساغرِ نکلے
اس طرف سے نہ جنازہ کوئی لے کر نکلے
پہلے دل سے تو کہیں وہ بُتِ کافر نکلے
تم تو دم بھر ہی میں اغیار کا دم بھر نکلے
کیا ترے پانوں نے دل سے نکل کر نکلے

خاک نکلے مرے ارمان جو مر کر نکلے
اب کہیں آرزوئے عاشقِ مضطر نکلے
رازِ الفت کو کہو ہم سے۔ یہ کیا خوب کہی
کر کے انکارِ ستم چھوٹ گئے روزِ جزا
میری حسرت کبھی نکلی نہ اسی حسرت میں
سفرِ اہو کا مری اُس پہ اثر کیونکر ہو
دیکھتے ہی مجھے ساتی نے چرائیں آنکھیں
میرے مرنے کو فنا اُس نے تو یہ حکم دیا
دل میں ہم یادِ خدا کو بھی جگاہ دیں۔ لیکن
ابھی جا بچو۔ ابھی پرکھو۔ ابھی دیکھو آنکو
اب کوئی دم بھی نہیں چین سے رہتا گھر میں

میرے آگے تو وہی قہر کے تیور نکلتے
ہم نکلنے کو تو اُس راہ سے اکثر نکلتے
”اِس طرح جان کسی کی کیسی پر نکلتے“

غیر کے آگے بدل جاتی ہے چتون کیونکر
ایک دن بھی نہ اُنھیں گھر سے نکلتے دیکھا
بولے وہ دیکھ کے میت مری افسوس ساتھ

روز محفل نئی معشوق نئے عیش نیا
اپنی تقدیر کے تم قہر سکندر نکلتے

جان اب جان ہوئی جاتی ہے
یہ بھی احسان ہوئی جاتی ہے
کیوں پریشان ہوئی جاتی ہے؟
مشکل آسان ہوئی جاتی ہے
روز مہمان ہوئی جاتی ہے
ابھی ویران ہوئی جاتی ہے
مسرا ایمان ہوئی جاتی ہے
چو گئی شان ہوئی جاتی ہے
روح ارمان ہوئی جاتی ہے
جان قربان ہوئی جاتی ہے
آنکھ حیران ہوئی جاتی ہے

تجھہ قربان ہوئی جاتی ہے
بات تیری نہیں اُٹھتی ہم سے
دل دے دیتے ہیں جگوائے زلف
میری گردن پہ پھیری تو پھیر و
خانہ دل میں نئی اک حسرت
تم چلے جاؤ تو دل کی بستی
کیا کروں ترک بتوں کی الفت
اُٹیں تو وہ مری محفل کی ابھی
ہجر میں تن سے نکلتی ہی نہیں
دل تو کیا چیز ہے۔ اُس کا فریہ
اُن رے اُن جلوہ نمائی تیری

قہر دل کو غمِ فرقت سے نجات
کوئی آسان ہوئی جاتی ہے؟

نیشن میں نہیں۔ تو مجھ کو مطلب کیا نیشن سے
نکالے جب گریباں کے لئے کچھ تار دامن سے
دبائے پائوڑ مہر کے چھرائی آنکھ رہزن سے
کہ بھر دامن نہ چھوڑے گی اگر لپٹے گی دہن سے
تری تلوار بھی کیا کیا بھی ہے میری گردن سے

جلائے برق یا آندھی اڑائے اُس گلشن سے
خبر مجھ کو بہار آنے کی پہونچی رنگ گلشن سے
اُٹھایا فائدہ ہم نے رو الفت میں ہر فن سے
ذرا بچ کر چلے کوئی ہمارسی خاکِ مدفن سے
رہا کیا مجھ سے اک توہی کشید خاطر اے قاتل

مجھے جوشِ جنوں ہے۔ وقتِ وصلِ بلبلِ گل ہے
کہوں کیا اسکو گزری ہے جو مجھ پر دفن ہو کر بھی
جہاں میں کوئی مجھ سا اشیاءِ برباد بھی دیکھا؟
زانے میں ہوا بے نامُ حسنِ عشق کا روشن
کہیں ایسا نہ چھوٹ جائے اس سے بھی مکاں اسکا
یہ ہے دستِ جنوں کا اور ہے دستِ جنوں اسکا
خبر میرے دلِ آشفستہ کی تو کچھ نہیں تم کو
وہ لے مرگِ محبتِ خارِ حسرت ہیں مرے دل میں
جب لٹکے لٹکے گلگوں کا خیال آیا ہے گلچیں کو
حک کہو نہ کر لے گی آپ کے گشتوں کو محشر میں
کرے گی اور کیا تیری نگاہ تیز کی کبلی
وہ مجھ کو کیوں کریں بیتاب رو کر میری تربت پر
ابھی تو میں نے زخمِ دل نہ کھائے بھی نہیں تمکو
گئے ہیں دیکھ کر وہ یوں ہلے دل کے داغوں کو
اگر اس سے رہا ہو کرواں میں جا نہیں سکتا
چڑھا کر پھول تم نے اور احساں رکھ دیا مجھ پر
تمہارے چاہنے والوں کی مذہب ہی نرالا ہے
ذرا دیر کسی کے آرزوئے دید تو دیکھو
نظر آئے ہیں تکررے دامنِ فراد کے کیا کیا
کہیں چھوٹکا نہ ہو بعدِ اسیری اشیاءِ میرا
بُتانِ ماہوش کے عشق کا انجام کیا ہوگا
زمانہ جان دے اس پر خدائی اسکی شیدا ہو
نہیں معلوم مجھ کو قتل کر کے خوش ہو کیوں قاتل

جدا اب کیوں ہے چاکِ گریباں چاکِ دامن سے
جلا ہوس گھڑی مجھ پھر کر وہ میرے دفن سے
نہ دیکھا پھر نشین میں نے نکلا جب نشین سے
ہماری آہ سوزاں سے تھامے پوئے روشن سے
چھڑاتا ہے مجھے صیاد کیوں میرے نشین سے
گریباں کو کوئی رشتہ نہیں اب میری گزن سے
وہ کیا تھا جو ابھی پھینکا تھا کراپنے امن سے
کہ سبزے کے عوض کائے آگس کاخِ فن سے
تو چھوٹا ہاتھ سے دامن گرے ہو چل دامن سے
جو ساتھ اک ایک سو سو حشریں اٹھیں گی دفن سے
گرے گی دل کے خمرن پر لٹھے گی دل کے خمرن سے
انھیں رہے تڑپ کر نہ بھل آئے نہ دفن سے
ابھی سے تم نے کیوں کھینچ لیں اپنے دامن سے
کہ جیسے کوئی خوش ہو کر جلا ہو سیر گلشن سے
کوئی میرا نفس ہی باندھ دے شائعِ نشین سے
دبا جاتا تھا میں پہلے ہی اپنے سنگِ دفن سے
نہ انکو شیخ سے نفرت نہ الفت ہو برہمن سے
لڑی رہتی جو چشمِ شوق اپنی چشمِ روزن سے
بلا ہے کوہ کا دامن جہاں صحرائے دہن سے
ابھی آج یہ کیسا دھواں اٹھا ہو گلشن سے!
یہ لے دل تجکو پہلے پوچھ لینا تھا برہمن سے
اگر یہ آسماں سیکھ تم اس چشمِ پُر فن سے
لہو روایا ہے خنجر تو لپٹ کر میری گردن سے

<p>ترے گھر کی طرف صیاد کیا ہم آپ آئے ہیں؟ قیامت آپ کے اک ایک قدم پر کیوں نہ ہر پاؤ ابھی شوق اسیری پس گھبراہٹ کہا کی ہے عیث اب ہورہا ہے عشق اس سے قاتل چمکتے ہیں مرے رخ جو نور شید بن کر ترانہ فی یہاں تک شک سے دیکھا نہیں جساما</p>	<p>اسیری کی ہوا ہکوڑا لائی ہے گلشن سے خدار کھتے ہزاروں فتنے وابستہ ہیں دامن سے ابھی رخصت تو ہونے لے مجھے یا گلشن سے یہ دھبہ اب نہیں سکتا تیرے خیر کے دامن سے شب دیو جو غم بھی کم نہیں کچھ روز روشن سے کہ مر کر بھی تو میں جلتا ہوں اپنی شمع دمن سے</p>
--	---

وہ جب تک سامنے تھا اسکے آگے چپ نہ ہونا تھا
 بھلا اے قہر اب کیا فائدہ مالے سے بشیون سے

<p>دم نکلتا ہے لبوں پر جان ہے آج ہے اقرار کل بیمان ہے واہ ایسی چیز ہم دیدیں تھیں دل میں رہنے کو ہزاروں ہو تو کیا کس قدر ہے رشک تیرے عشق میں جسے میرا دل کسی پر ہے فدا مثل سنگ در نہیں ملتا کبھی، آئے ہو دشمن کو لے کر اپنے ساتھ سیکڑوں نکلیں۔ ہزاروں گئیں شکوہ بیدار پر بولا وہ شوخ</p>	<p>پھر بھی مرنے کا مجھے ارمان ہے ٹالنے کا یہ طریق آسان ہے دل نہیں ہے۔ یہ ہمارا جان ہے جو نکل جائے وہی ارمان ہے مدعی انسان کا انسان ہے ناک میں م ہے غضب میں جان ہے کیا کوئی پھر ترا دربان ہے یہ کوئی احسان میں احسان ہے دل ہمارا حسرتوں کی کان ہے جی بجا ہے دل لگی آسان ہے</p>
--	--

قہر کی الفت کو کیا سمجھے ہو تم
 تپہ وہ سو جان سے قربان ہے

<p>خا حسرت کی کھٹک ہر آن ہے دل لگی اے دل کوئی آسان ہے رہ نہیں سکتا کبھی خالی یہ دل</p>	<p>کیا یہ تیرے تیر کا پیکان ہے؟ اس میں پہلے جان کا نقصان ہے تو نہیں ہے تو ترا مان ہے</p>
--	--

افترابے جھوٹ ہے۔ بہتان ہے
انگو میرے قتل کا ارمان ہے
سیکڑوں غم ہیں۔ اکیلی جان ہے
زندگی کا اور کیا سامان ہے
تیرے راحق کا دربان ہے
بندہ پرور آپ کا احسان ہے
اس چمن کا پھول نا فرمان ہے

آپ سے جو کچھ کہا اغیار نے
جن سے خنجر بھی نہ بھل سکتا نہیں
نگہِ دنیا۔ خوفِ عقبی۔ عشقِ یار
اُس لبِ جان بخش پر مر جائیے
مکھلیں اب نالے جگر سے کس طرح
مجھ سے پوچھا میرے دل کا ماجرا
عشق پر چلتا نہیں حکمِ خزاں

آپ بھی ملیے کسی دن قہر سے
سیکڑوں میں ایک ہی انسان ہے

جو خطا کی نہیں جانی وہ خطا کی میں نے
نخیاں بھی تو اٹھائی ہیں بلا کی میں نے
جس طرح تم سے محبت میں وفا کی میں نے
اپنے مرنے کی شبِ غم جو دھاک میں نے
انہیں کی ہے خطا تو کبھی خطا کی میں نے
دلِ بیار کی اچھی یہ دوا کی میں نے
کہ تہ تیغ بھی جینے کی دھاک میں نے
یوں سہی۔ تم نے وفا کی جھٹکا کی میں نے
کوئی چوری تو نہیں کی بھلا کی میں نے
بھر وہ کس مُنہ سے کہتے ہیں "وفا کی میں نے"
شکل دیکھی نہ شبِ بھر قضا کی میں نے
دردِ لدا رہ جب اک جو صد کی میں نے

جان کر تجھ کو جفا کا رونا کی میں نے
عشق میں بیٹھ گیا دل تو تعجب کیا ہے
یوں مرنے ل پہ جفا بھی نہیں تم کرتے ہو
اُن رے ناکامی قسمت نہ ہوئی وہ بھی قبول
آپ خنجر تو اٹھائیں! مجھے تعزیر تو دیں!!
چارہ سازوں سے ہوئی جان چھڑانی مشکل
حسرتِ قتل میں وہ لذتِ آزار ملی
تم نے بیدار نہ کی۔ میں نے ستایا تم کو
آنکھ کیوں عشقِ بتاں کر کے چراوے زاہد
جان لے کر بھی کسی دن مراد ل رکھتا ہے؟
انکی صورت تو بھلا محب کو نظر کیا آتی
مجھ سے درباں نے کہا "اور کوئی گھر دیکھو"

قہر۔ یہ انکی نئی شرم۔ نئی شوخی ہے
کم نگاہی کو وہ کہتے ہیں "حیا کی میں نے"

مری فقاں سے تو ہجر کی شب۔ ادھر کی دنیا ادھر ہوئی ہے
 مگر یہ اُن سے بھی کوئی بوجھ اُنھیں بھی اسکی خبر ہوئی ہے؟
 ڈریں پس مرگ کس لئے اب۔ کہ عشق میں جیتے جی بھی ہم بر
 یہی ستم عمر بھر رہے ہیں۔ یہی جفا عمر بھر ہوئی ہے
 جو مہربان تو رہا عُدو پر۔ تو مجھ پر احسان کیا ہے اسکا
 مرے بھی دل پر کبھی ستمگر۔ تری کرم کی نظر ہوئی ہے؟
 جدھر پڑی یہ جدھر یہ پہنچی۔ ادھر اٹھائے ہیں اسنے فتنے
 ابھی تو اک تو ہی فتنہ گر تھا۔ اب آنکھ بھی فتنہ گر ہوئی ہے
 کہاں نہیں کس طرف نہیں اب۔ ترے ستم میرے غم کی شہرت
 یہاں ہوئی ہے۔ وہاں ہوئی ہے۔ ادھر ہوئی ہو ادھر ہوئی ہے
 اب اور الزام کس کو دیں ہم۔ نہ انھک بہتے نہ راز کھلتا
 ہماری اُلفت کی پردہ در تو۔ ہماری ہی چشم تر ہوئی ہے
 نظر بھی آئی جو دن کی صورت۔ تو یوں شب انتظار آئی
 سفید آنکھیں ہوئیں جب اپنی۔ تو ہم نے جانا سحر ہوئی ہے
 ہمارے آگے جواب جھکی ہے۔ تو کیوں حیا اسکو تم جھلین
 لڑی ہے یہ غیر کی نظر سے۔ تری نظر کو نظر ہوئی ہے
 یہ بوجھتے کیا ہو مجھ سے اب تم۔ کہاں سے آتے ہیں ہم بتاؤ؟
 تمہارے جانے کی غیر کے گھر۔ مجھے خبر پیشتر ہوئی ہے
 کہی بھی کیا ایسی تم سے اسنے۔ جو اس قدر ہے لال تمکو
 بناؤ تو کچھ ہیں بھی آخر عُدو سے کس بات پر ہوئی ہے
 جو میری حسرت۔ عُدو کی خواہش میں فرق سمجھتوں ہیں جانیں
 تمھیں بھی انکی پرکھ ہوئی ہے۔ تمھیں بھی اتنی نظر ہوئی ہے
 کسی کے دیدار کی تمنا ہوئی ہے کیا دل میں آج پیدا

یہاں تو قہر اپنی زندگی ہی۔ اس آرزو میں بسر ہوئی ہے

اس سے ہی مطلب ہے کوئی جو رہ جانے
اب کیا ہے جو تا کا فکر ہوش رہانے
وہ ظلم پڑے ہیں دل شیدا کو اٹھانے
آفت کی محبت نے قیامت کی وفاتے
کیا کر لئے اب اور ہیں اپنے کھٹکانے؟
کیا کچھ ندیا مانگنے والوں کو حسد آنے
جاتے ہو دل غیر میں کیوں خاک اڑانے
کیا عشق کی سرکاریں لٹے ہیں خزانے؟

وہ دل کو چراتے ہی لگے آنکھ چراتے
دل لے ہی لیا اُس بُتِ کافر کی ادا نے
باقی نہ رہی اب اسے اُلفت کی تمنا
دی حشر میں بے جرمی قاتل کی گواہی
آنکھوں میں ہیں دِل میں نہیں گھر میں نہیں تم
امیت تو ہے تو مجھے بلجباے جواگوں
رکھا ہے وہاں میری کدورت کے سرو کیا
عُشاق نے پائے درم داغ ہزاروں

جس شوخ پہ جان اپنی نکلتی ہے اسے قہر
ہم جانتے ہیں۔ وہ ہمیں جانے کہ نہ جانے

کیا ہوش سے لوں کام نہیں ہوش ٹھکانے
مارا ہے بڑا تیسر مری آہِ رسا نے
آگے تری نعمت ہے وہ مانے کہ نہ مانے
شوخی کے تو شوخی نے جیا کے تو جیا نے
جب اُس نے بھلایا تو کیا یاد خدا نے
سونا زکے اپنے مقدر پہ صبا نے
کیا خوب۔ زمانے میں ہی تو ہیں سیا نے
مارا مجھے بے موت اسی شرطِ وفا نے
شوخی نے اُبھارا ہو چھپکایا ہو حیا نے
کھڑو۔ ابھی ہیں ارغ جگر اور دکھانے

نامح مجھے لوطا ہے کسی ہوشِ رُبانے
وہ غیر کے ساتھ آئے ہیں ملنے کے پھانے
چلتے تو ہیں اسے دل تراہم خالِ شنانے
دل ہاتھ پڑا جکے اسی نے اسے لوطا
تھی موت ہماری بُتِ کافر کا تغافل
چھو کر جو چلی باغ میں دامن کو تمھارے
 وعدہ تو نہ لوں و ردل اپنا اُنھیں دیدوں
مر جاؤں اگر میں تو وہ عاشق مجھے جانیں
وہ آنکھ ہو کیا دل کے مقابل جسے ہر بار
جاتے ہو کہاں دیکھ کے زخمِ دل پرتوں

کیا خاک کہ قہرِ شبِ عسَم کا فنا نہ
اُس شوخ سے جنتا نہیں جو ایسے فنا نے

جواب ہے ہلاکی وہ اُس فتنہ گریں ہے
 رکھا ہی کیا اب اور تمھاری نظریں ہے
 کیا جانا نہیں ہوں کہ بد نظر ہے دل
 پاال کر چکے مجھے۔ اب اُسکو رو دے
 میری طرف ہے اور عذوبی طرف ہو اور
 سمجھاؤں کس طرح دل پابندِ عشق کو
 کافر تری نظر بھی کہیں کچھ کہیں ہے کچھ
 اس میں حیا کہاں۔ یہ حیا سے جھکی نہیں
 وہ دن گئے کہ آنکھ سے بہتا تھا خونِ دل
 کیوں پوچھتا ہے دردِ محبت کو بار بار

شوخی نگاہ میں ہے شرارتِ نظریں ہے
 جو تیرے وہ تیسرے ہمارے جگر میں ہے
 جس پر تری نظر ہے وہ میری نظریں ہے
 اک فتنہ خرام ابھی رہ گذر میں ہے
 کیا دوسری نظر بھی تمھاری نظریں ہے؟
 میرے اثر میں ہو کہ وہ اُسکے اثر میں ہے؟
 ناوک اگر ہے دل میں۔ تو بربھی جگر میں ہے
 شرمِ جفا اگر تری نجی نظر میں ہے
 اب بوند بھی ہو کی کہاں چشمِ تریں ہے
 اس کا علاج کیا دہن چارہ گریں ہے

کیا مجھے ہر کوئی کسی کی نگاہ کو
 ہے آنکھ میں نظر کہ قیامتِ نظریں ہو

ہزاروں ہیں آنکھوں میں گھر کرنے والے
 جو کچھ ہو گزری وہ تو نے بھی دیکھی؟
 مُجدائی کی راتیں بسر کر رہے ہیں
 مرے بختِ خفتہ کو کیونکر جگائیں
 ترمپ جاؤ تم بھی جو دل تھا مکرہم
 تم اپنی نزاکت سے ہشیار رہنا
 طوالتِ شبِ جبر کی کم نہ ہو گی
 کبھی تم سے آنکھیں ہلاتے نہیں ہیں
 خدا جانے پورا کریں قولِ کب تک
 معافیِ محبت کی میں چاہتا ہوں
 ادھر بھی گرم کی نظر ہو کسی دن

نہیں ایک دو بھی بسر کرنے والے نظر
 ادھر سے نگاہیں اُدھر کرنے والے
 مُجدائی کی راتیں بسر کرنے والے
 شبِ وصل سو کر بکھر کرنے والے
 کریں چار نا لے اثر کرنے والے
 یہ گُسیو ہیں دُہری کمر کرنے والے
 بسر کر ہی لیں گے بسر کرنے والے
 مرے حالِ دل پر نظر کرنے والے
 یہ دن رات تمام بکھر کرنے والے
 کریں درگزر۔ درگزر کرنے والے
 گرم کی نظر عینِ سر پر کرنے والے

<p>نہ بیٹھیں کبھی صُبح سے اپنے گھر میں بُرے حال سے کبھی۔ بھلے حال سے کبھی کوئی طالبِ دید حاضر ہے دیر پر</p>	<p>ابھی ہیں دُربہ دُر کرنے والے گُزُر کر رہے ہیں گُزُر کرنے والے خبر اُنکو کر دین خبر کرنے والے</p>
<p>بگھے۔ قہر دل دے کے دیتا جگر بھی نظر کیوں چُسرائی نظر کرنے والے</p>	
<p>یہہ ارماں کوئی اُب ناوک نکلن آساں نکلتا ہے محبت میں ہیں اسکی کوششیں بے فائدہ اُتل پٹکتے ہیں کسی کے چہرے کیا ایک دوا آسُو اسے دیکھا ہے ہم نے خوب بچہ ویوہ دل میں نکلتی ہیں عُدو کی حسرتیں تو آئے دن کیا کیا نہ ملتا تھا جسے پانی بھی قاتل تیرے ترکش میں یہہ آخر حال کیا ہے اُنکے بیمار اِن اُلفت کا بھلا کیونکر نہ حیرت ہو وہ صورت دیکھ کر مجھ کو اسے وہ غیر سے پوچھیں یہی اسکو بتائے گا نہ خیر بھی مانگی ہیں دعائیں میں نے جیسے کی اُسے بھی لوگ تو کراہ پراک گل سمجھتے ہیں تری لُغت مجھے اسکا یقین آنے نہیں دیتی</p>	<p>بڑی شکل سے دل میں وہ کس پیمان نکلتا ہے کہیں حسرت نکلتی ہے؟ کہیں ارماں نکلتا ہے؟ یہاں تو چشمِ تر سے رات دن ٹوفاں نکلتا ہے وہ جس گھر سے نکلتے ہیں وہ گھر ویراں نکلتا ہے کبھی بھولے سے میرا بھی کوئی ارماں نکلتا ہے وہ ناوک میرے زخمِ دل سے خونِ مثال نکلتا ہے سمجھتے ہیں زندہ جسکو وہ بے جاں نکلتا ہے کہ آئینے میں جبکا عکس بھی حیراں نکلتا ہے نکلتا ہے تو کس ارماں سے ارماں نکلتا ہے کہیں مجھ سا کوئی بیدا کا خواہاں نکلتا ہے جو دل سے کوئی انگلی خُش بُر نرگاں نکلتا ہے کہ کھڑے ہوئے منہ سے وصل کا پیماں نکلتا ہے</p>
<p>نہ دیکھا قہر نے اک رات بھی وہ چاند سا چہرہ نکلنے کو تو لوں اکشِ نہ تباہ نکلتا ہے</p>	
<p>تمہارے دشمنوں پر یہہ قیامت کیا گُزرتی ہے اشارہ کر کے اب چشمِ سنگھو کیوں جھکرتی ہے ادالیتی ہے دل۔ تیجِ ادا دل میں اُترتی ہے دُباں کیوں شکوہ آزارِ غم کا قصد کرتی ہے</p>	<p>کبھی دامنِ مُنکنا ہے کبھی کا گل کھرتی ہے اُسے آخر ہے ڈر سکنا وہ آخر کس سے ڈرتی ہے یہہ اپنا کام کرتی ہے۔ وہ اپنا کام کرتی ہے بتائے گا اُسے دل ہی جو کچھ دل پر گُزرتی ہے</p>

نبوں پر ایک دمے کر رہیں کیا جان دیتے ہیں
 نہ پچی ہے زباں تیری۔ نہ اچھی ہے نگہ تیری
 مری فریاد کیا دل سے سنے تو۔ سن نہیں سکتا
 تری تصویر تو مفرد تجھ سے بھی سوا نکلی
 کیا وعدہ جو تو نے حشر کا تو حشر ہوں لاکھوں
 تصور ہر گھڑی بکھور ہے گا اچھی صورت کا
 جو دنیا سے نرالی ہے وہ کافر زلف ہے تیری
 کسی کو کیا خبر کیا جانے کس کو دل دیا ہم نے
 ابھی کیوں نہ لکھ دی غیر کی قسمت میں وہ تو نے
 نکلتا بحر غم کی تہ سے شکل ہے دل مخروں
 تمہارے بقیاروں کو سکوں حاصل نہیں ہوتا
 تلوں ہے تری کا گل میں بھی تیری طبیعت کا

زبان اپنی قلم ہے۔ خدائی اپنی مرقی ہے
 یہ وعدے سے کھلتی ہے۔ وہ پیاں سے مکتی ہے
 تری زلف دو تاہر وقت تیرے کان بھرتی ہے
 نہ میری بات سنتی ہے۔ نہ مجھ سے بات کرتی ہے
 کہیں لاکھوں کے بننے سے طبیعت اپنی بھرتی ہے
 لگا ہوا جو گھڑی ہتی ہو کہ بل سے اترتی ہے
 سنو لے سے بھڑکتی ہے۔ بگاڑے سے سنوتی ہے
 یہ نیا کیوں ہماری عاشقی کو نام دھرتی ہے
 تربتے لٹتے جو رات فرقت میں گزرتی ہے
 ارے ناداں کہیں ڈوبی ہوئی کشتی بھرتی ہے؟
 ترب اٹھتا ہے لجنم طبیعت کچھ بھرتی ہے
 گھڑی میں بھرتی ہے۔ گھڑی میں بھرتی ہے

لکھو اے قہر تم بھی لوح کے دام کا سہرا
 خوشی کے وقت اظہارِ خوشی مخلوق کرتی ہے

کیا زمیں بکڑی ہے جھک کر آسمان پیرنے
 کب دیا بنگو سہارا آہ پر تاشیر نے
 شرم کا قبضہ ہوا انکی بنگا و شوخ پر
 معرض ہیں آپ ناحق جذبِ حسن و عشق پر
 ناخن تدبیر کیا کھولے ترے دل کی گرہ
 دل جلوں کی خاک کی تاثیر جاتی ہے کہاں
 اک فقط میں ہی نہیں خاموش اسکو دیکھ کر
 اب خطاؤں کے سوا کرتا نہیں میں اور کام

نالہ کس دل سے کیا تھا عاشق و گیر نے؟
 جو ہوا تقدیر سے۔ جو کچھ کیا تقدیر نے
 مار ڈالا لوگ کر اس جلتی ہوئی شمشیر نے
 تیر کو پھوڑا کبھی دل نے کہ دل کو تیر نے؟
 یہ تو ہے وہ بیچ جو ڈالا مری تقدیر نے
 دل منہ کر لے اس سرمہ تسخیر نے
 کر دیا تصویر تجھ کو بھی تری تصویر نے
 یہ مری عادت بگاڑی لذت تعزیر نے

لے جناب محمد فوج صاحب لوح میں و تعلقہ دارنارہ۔ ضلع الہ آباد۔

مارڈالا جیتے جی مجھ کو تو اس تاخیر نے
آسماں سر پر اٹھایا نالہ زنجیر نے
آپ کی تقریر نے اور آپ کی تحریر نے
کر دیا انسان کو اکیسرا سی اکیسرا

منظر کب تک رہوں تیرا شبِ غم اے اہل
قید ہو کر میں زمین کوئے جاناں سے چلا
بلکران دونوں نے مجھ کو محو حیرت کر دیا
خاکساری کی بدولت کس قدر پایا عروج

قہر وصل یار کی تدبیر تو ممکن نہ تھی
مجھ کو تو اُس سے بلایا ہے مری تقدیر نے

جو اُس سے خوش دل درو آشنا معلوم ہوتا ہے
جو یہ سچ ہے تو اپنا خاتم معلوم ہوتا ہے
جسے دیکھو وہ اُسکا مبتلا معلوم ہوتا ہے
ادھر خبر رادھر خبر کچھ معلوم ہوتا ہے
ترا وعدہ بہت صبر آزمایا معلوم ہوتا ہے
نہیں معلوم ہوتا تھا کہ کیا معلوم ہوتا ہے؟
وہ راہِ عشق سے نا آشنا معلوم ہوتا ہے
خوشی کم اور اس میں غم سو معلوم ہوتا ہے
یہ جتنا جانگزا ہے جانفزا معلوم ہوتا ہے
کہ ایک قصہ ہمارا مدعا معلوم ہوتا ہے
وہ ظالم ہر گھڑی بدلا ہوا معلوم ہوتا ہے
جنہیں تیرا ستم تیری ادا معلوم ہوتا ہے

غمِ اُلفت میں اس کو لطف کیا معلوم ہوتا ہے
لبِ خاموش ناکام دعا معلوم ہوتا ہے
کوئی عاشق کوئی دل سے فدا معلوم ہوتا ہے
جیس پر اس طرف بل اس طرف اب رو بھی تنہا
قیامت جس کو کہتے ہیں ابھی آئی نہیں باقی
نظر آتا ہے میرے دل میں ارماں یا نہیں آتا
خضر کی رہنمائی کیا ہمارے کام آئے گی
مری آنکھوں نے دیکھی بہت کچھ عشق کی دنیا
عزیزِ دل سمجھتے ہیں ہم آنکے درو اُلفت کو
کسی سے عرضِ مطلب بھی ہم اس پہلو سے کرتے ہیں
ابھی خوش۔ ابھی خوش۔ پھر ابھی خوش پھر ابھی خوش
وہی اُلفت میں لطفِ دوستی سے خوب اُفت ہیں

اباحسا اپنے اپنے ستم اٹھواؤ تم اس سے
تمہارے ہاتھ میں دل قہر کا معلوم ہوتا ہے

زمانے کا ورق اٹھا ہوا معلوم ہوتا ہے
ہمارا مدعا کب مدعا معلوم ہوتا ہے
یہی کہنا بڑا۔ جی ہاں بجا معلوم ہوتا ہے

کوئی جس روز سے ہم سے خفا معلوم ہوتا ہے
انھیں کیوں اس کا سُن لینا بُرا معلوم ہوتا ہے
کہا جب اُس نے دشمن با وفا معلوم ہوتا ہے

تیری بیداد پر کچھ تو سمجھ کر جان دیتا ہوں
 نہیں کیونکہ نہ وہ اپنے تم کی داستاں ہم ہے
 کوئی دل سا بھی تو نے سادہ دل دیکھا جنت میں
 نمود اپنی نہ تھی بڑ نظر تو کیوں چھپا کوئی
 مقابل اپنے دل کے رکھ کے تم دیکھو دل بھی
 کروں میں کس طرح اُس سے گلہ اُسکی جُدائی کا
 عُدو میں اور اُن میں تفرقہ پڑنا نہیں مشکل
 جُدائی میں یہاں تک زندگی سے تنگ آیا ہوں
 کوئی کہتا ہے عشر کوئی جنت اُسکے کوچے کو
 سیر عشر دکھائے کس نے اپنے داغ دل اگر
 محبت میں نہ کھائے جب تک اُس کے ہاتھ سے خیر

وگر نہ یوں کسے مرنا بھلا معلوم ہوتا ہے
 رگوں میں لطف شکو و نہیں مرنا معلوم ہوتا ہے
 اسے تیرا سم تیری وفا معلوم ہوتا ہے
 ہیں تو وہ نہایت خود پس معلوم ہوتا ہے
 یہ کیا معلوم ہوتا ہے وہ کیا معلوم ہوتا ہے
 جو ہر دل میں وہ کہے ل سے ہر معلوم ہوتا ہے
 یہ ملنا بھی کوئی دن کی ہوا معلوم ہوتا ہے
 کہ اب اسکا وفا کرنا جفا معلوم ہوتا ہے
 مگر نیکو وہ دونوں سے سوا معلوم ہوتا ہے
 کہ خورشید قیامت ڈوبتا معلوم ہوتا ہے
 تڑپنے کا کہیں لے دل مرنا معلوم ہوتا ہے؟

نہیں معلوم کیونکہ قہر نے تیری اطاعت کی
 بظاہر تو وہ دل کا بادشاہ معلوم ہوتا ہے

وہی اُسکو بتائے گا وہ کیا معلوم ہوتا ہے
 مرا شکر جفا اُن کو بھلا معلوم ہوتا ہے
 بہت دل کا مدد معلوم ہوتا ہے
 عُدو کیا جائے کیوں اُنکو بھلا معلوم ہوتا ہے
 جسے عالم کہے اچھا جسے دنیا کہے بہتر
 اگر جینا نہیں اچھا تو مرنے کیوں نہیں دیتے
 وہ میری آرزو شکر گہڑتے ہیں اکھڑتے ہیں
 نہیں اُلفت عُدو سے تو عُدو کے ذکر اُلفت سے
 اسی ڈر سے کبھی دل کو بھی میں اچھا نہیں کہتا
 عیادت بھی مری کرتے ہیں پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں

جسے اچھا بُرا۔ اچھا بُرا معلوم ہوتا ہے
 وہ اچھے نہیں کہ اچھا بھی بُرا معلوم ہوتا ہے
 نہیں معلوم تمکو کیوں بُرا معلوم ہوتا ہے
 ہیں تو وہ برے سے بھی بُرا معلوم ہوتا ہے
 بُروں کی آنکھ میں وہ بھی بُرا معلوم ہوتا ہے
 مرا مرنا بھی کیا متکو بُرا معلوم ہوتا ہے
 ذرا سی بات پر کیا کیا بُرا معلوم ہوتا ہے
 وہ کیوں چستے ہیں انکو کیوں بُرا معلوم ہوتا ہے
 کہیں تم یہ نہ کہہ بیٹھو۔ بُرا معلوم ہوتا ہے
 ترا جیسے تاواب بھکو بُرا معلوم ہوتا ہے

جو طے کرنے ہوں جھگڑے تو کسی نلکے طے کر لو
وہ مجھ سے پوچھتے ہیں غیر میں آخر بُرائی کیا
ہمارا حال کب اسے چارہ گرا اچھا نظر آیا
وہ اچھا ہے تو اچھا کیوں نہیں دنیا کی نظروں میں
بُرا معلوم ہوتا ہے ستم۔ یہہ سکے وہ بولے
وہ یوں چال دل بیا کر کو اچھا کہے جائیں
بتا صبح بھی سے پوچھتا ہوں کیا علاج اسکا
مرنے ل پر کئے لیتے ہیں قبضہ وہ یہ کہہ کہہ کر
کبھی اپنے کرم کو بھی شریک جو کر کرنا تھا
جو بیچ پوچھو تو دنیا میں کہاں ل کا سا دیر اند
اسی سے تو کسی کو نیم بسل وہ نہیں رکھتے
خلش میں ہم نے نا ا لطف پھر بھی میں ل میں
جو بے ل کا تقاضا تو دوائیں پھر لو اپنی
بظاہر وہ ہیں معلوم ہوتے ہیں بہت اچھے

ہیں یہ روز کا قصہ بُرا معلوم ہوتا ہے
بُرائی اور کیا ہے وہ بُرا معلوم ہوتا ہے
بُرا معلوم ہوتا تھا۔ بُرا معلوم ہوتا ہے
بُرا ہے جو وہی سب کو بُرا معلوم ہوتا ہے
چلو جاؤ بھی بیٹھو بھی بُرا معلوم ہوتا ہے!
نگاہیں تو یہ کہتی ہیں بُرا معلوم ہوتا ہے
جو اچھا مجھ کو ہے مجھ کو بُرا معلوم ہوتا ہے
یہ اچھا گھر ہے یہ خالی بُرا معلوم ہوتا ہے
کہ کیاں حال تو سب کو بُرا معلوم ہوتا ہے
مگر وحشت میں یہ بھی تو بُرا معلوم ہوتا ہے
سڑ پنا۔ لوٹنا اُنکو بُرا معلوم ہوتا ہے
کھلنا خارِ حسرت کا بُرا معلوم ہوتا ہے
مجھے احسان اوچھے بُرا معلوم ہوتا ہے
مگر کچھ ہم سے اُنکا دل بُرا معلوم ہوتا ہے

جناب قہر ہم کب تک بُرا کہنا نہیں آئیں
بس اب خاموش بھی رہئے۔ بُرا معلوم ہوتا ہے

کیا کہیں کیا عشق میں ہم عمر بھر دیکھا کئے
جو زمانے میں زمانے کی نظر دیکھا کئے
یوں کیا ہم نے تصور آپ کا۔ یوں انتظار
ہائے اب اُس ل کو دیراں دیکھتی ہے اپنی آنکھ
چہر کی شب دید کے قابل تھا اپنا اضطراب
میرا حال زار بھی اُنکو تماشا ہو گیا
اور کیا دیکھا کئے ہم آسمان کو دیکھ کر

جو دکھایا دل نے قصہ مختصر دیکھا کئے
دیکھ کر تیری نظر میرا جگر دیکھا کئے
جانب دیوار دیکھا۔ ٹوٹے در دیکھا کئے
جس میں ہم برسوں کسی کو علوہ گر دیکھا کئے
شام سے اُٹھ اُٹھ کے آنا رسم دیکھا کئے
دراغ دل دیکھا کئے۔ داغ جگر دیکھا کئے
آہ کی تاثیر۔ نالوں کا اثر دیکھا کئے

کم نگاہی کی شکایت پر شرارت دیکھنا
ہیں زمانے میں اگر تو ہیں وہی اہل نظر
جب نہ کچھ تدبیر سوجھی جب نہ کچھ دیکھا علاج
دیکھتے رستہ انھیں کام یہ ہم نے کیا کیا
انکو کیا معلوم کیا گزری ہماری جان پر
وہ تو دل ہا کا کئے آنکھیں بجھا کر زمیں

وہ مجھے آنکھوں میں آنکھیں ڈالکر دیکھا کئے
جو نگاہ غور سے تیر سی نظر دیکھا کئے
منہ مرنے خم جسک کا چارہ گر دیکھا کئے
بھیج کر خط ان کو راہ نامہ بر دیکھا کئے
بزم میں جس دم ادھر سے وہ ادھر دیکھا کئے
اور ہم انکی نگاہوں کا ہنر دیکھا کئے

تھا تصویریں جو ان کا روئے روشن رات بھر
قہر اپنے دل میں اک رشک قہر دیکھا کئے

شریر انکی نگاہ شرکین معلوم ہوتی ہے
نہیں انکی یہاں تک نشیں معلوم ہوتی ہے
کہ وہ معلوم تو کھل جائے حسرت اہل الفت کی
کہوں کیا صورت آزار و جفا و جور کی ناصح
منائے کیا خوشی عہد وفا پر عاشق مضطر
چلتی ہے مے دل کی تما میری آنکھوں سے
یہاں تک بمرنے دشمن کی الفت کا اثر پہنچا
جناب خیر کیوں عمر ابد پر جان دیتے ہیں
جلالاکس طرح پھر حسن عالم سوز نے عالم
گزرتی ہے جو بزم غیر میں سب جانتا ہوں میں
کہوں اب کس طرح دعوت خدنگ نازہانا کی

یہ سیدھی ہو کبھی سیدھی نہیں معلوم ہوتی ہے
وہ ہاں کہتے ہیں جب بھی تو نہیں معلوم ہوتی ہے
نہیں معلوم کرتے ہو نہیں معلوم ہوتی ہے
مری صورت سے کیا کچھ نہیں معلوم ہوتی ہے؟
ترجی میں بھی پوشیدہ نہیں معلوم ہوتی ہے
نہیں معلوم ملکہ کیوں نہیں معلوم ہوتی ہے
ترجی رت ترجی صورت نہیں معلوم ہوتی ہے
اتھیں کیا زندگی تھی نہیں معلوم ہوتی ہے
یہ بچکاری سلگتی تو نہیں معلوم ہوتی ہے
نتھیں معلوم ہے عجب نہیں معلوم ہوتی ہے
لہو کی بوند بھی دل میں نہیں معلوم ہوتی ہے

جناب قہر وعدہ تو کیا ظالم نے ملنے کا
مگر ایفا کی صورت کچھ نہیں معلوم ہوتی ہے

وصل کی رات بھی ارمان نکالے نہ گئے
تیز خنجر مے دل پر جو سنبھالے نہ گئے

ہو گئی صبح ترے حیلے حوالے نہ گئے
زخم کیا کیا نگہ ناز سے ڈالے نہ گئے

کبھی خالی دل بیتاب کے نالے نہ گئے
جانب طور ترے دیکھنے والے نہ گئے
قبر پر کبھی دھبہ دل بھی ڈالے نہ گئے
خارج حشر دل مضطر سے نکالے نہ گئے
چشم تر سے مری یہ طفل بھی پالے نہ گئے
جسکے جو کے وہ مگر جیلے حوالے نہ گئے
اڑ گئے جب سے دل پر تو وہ ڈالے نہ گئے
میرے ہمراہ مے بانوئے کئے چھالے نہ گئے

جب مٹا اٹکو جی اُس نے جگر تھام لیا
مثل موسیٰ انھیں ارمان تجلی نہ رہا
داغ ڈالے گئے تم سے مرے دل میں کیونکر
چھہر گئے بانو میں کانٹے تو نکالے لیکن
دل گئے خاک میں سب اشک محبت گر کر
شب وعدہ بھی کٹی۔ روز جزا بھی گزرا
یوں تو دم بھر بھی ٹھہرنا ہے قیامت اٹکو
رہ گئے ٹوٹ کے وہ بھی سر و شب عزت

داغ دل۔ درد جگر۔ شکوہ غم۔ رشک رقیب
قہر اُس انجمن ناز سے کیا لے نہ گئے

بر باد ہی جاں میں ہے ہم جہاں رہے
سو آسماں بھی ہوں تو نہ اک آسماں رہے
مسکھ میں زبان رکھ کے بھی ہم نیلے رہے
حسرت ہے بسملوں پر کہ یہ نیمجاں رہے
مجھ سے یہ پوچھتے ہیں کہ کل تم کہاں رہے؟
میری زبان رہے۔ نہ تمھاری زبان رہے
سُر کاٹ کر بھی جب ہو سں امتحاں رہے
دل میں نہاں ہے۔ کہ جگر میں نہاں رہے
جب مجھے مہرباں کوئی ناہر ہاں رہے
میں لپ ہاتھ رکھ کے یہ کہہ لیں ہاں رہے
کچھ ہو تمھاری تیغ مگر خوں چکاں رہے
یونہی کئی پہاڑ بھی آتش نشاں رہے

بے پر نقش میں۔ باغ میں بے نشان ہو
میں تو وہ ہوں کہ جب کے لبٹ فغاں رہے
اللہ سے جنب غم۔ نہ کھلا را غنم کبھی
لی جان تم نے جنگی ہوئے وہ شہید عشق
کیا چھوڑ ہے۔ ہے تو وہ خود بزم غم میں
اچھا ہو دل کے دام جو دل ہی سے پوچھ لو
پھر کوئی کیا دلائے یقین و فغان نہیں
کس کو خبر ہے اٹھکے یہ بچی نظر تری
آئے گا دور چرخ سے ایسا بھی ایک دن
پوچھیں جو مجھ سے وہ۔ رہے تیر نظر کہاں؟
مگر طے اڑیں جگر کے کہ ہو باطن پاش دل
مکلی جو سو زلزلے سے شب غم وہ آگ تھی

دیتے نہیں جو آپ ہی دل میں اُسے جگہ نہ
پھر کہیے قہر بے سرو ساماں کہاں رہے؟

چلتے ہوئے وہ دل کو نظر میں لئے ہوئے
پھرتی کسی کی راہ گدڑیں لئے ہوئے
ہے کچھ تمھاری آنکھ نظریں لئے ہوئے
میری نظر کو روزِ دریں لئے ہوئے
تا شیرِ زہر ہو جو اثر میں لئے ہوئے
دل میں لئے ہوئے۔ مگر میں لئے ہوئے؟
میری نظر کو اپنی نظر میں لئے ہوئے
پھرتے رہو غمِ در کو نہیں لئے ہوئے

ہم رہ گئے نظر کو جسک میں لئے ہوئے
تھی میری خاک ہی جو اڑانی تو لے مباح
دیکھوں۔ ادھر تو دیکھو مراد دل نہو کہیں
برسوں کسی کا شوقِ نظارہ پھر کیا
تیرے مریضِ عشق کی ہے بس دُہی دُوا
اے دردِ جگولے کے دہاں کس طرح چلوں
دیکھو عُدو کو شوق سے لیکن یہ شرط ہے
تم چلتے وقت پاؤ تو رکھو زینِ بر

کیا بدگمانیاں میں کہ خود بھی چلے ہیں قہر
ہمراہ نامِ بر کو سفر میں لئے ہوئے

کہ طبعی ہیں عائن ہر قدم پر پائالوں سے
اگر پڑتا اے پالا پریشاں کرنے والوں سے
جھکا یا کیوں اے ساقیِ انھیں دہی لوں سے
جگر گڑھے ہو اے ان گلوں کا میرا لوں سے
مُسکے رشک کھا کر تمھارے مرنے والوں سے
پھلے پھلے ہیں ہم بھی اے خونِ توفانِ کھالوں سے
کہ نہوتا، جو اب یہ بھی تو ان کے کب لوں سے
کیجا تو ہر اکھنڈا ہی میرے دل کے کھالوں سے
کہیں نے لے لے توں کے دل میں گھر تو لالوں سے

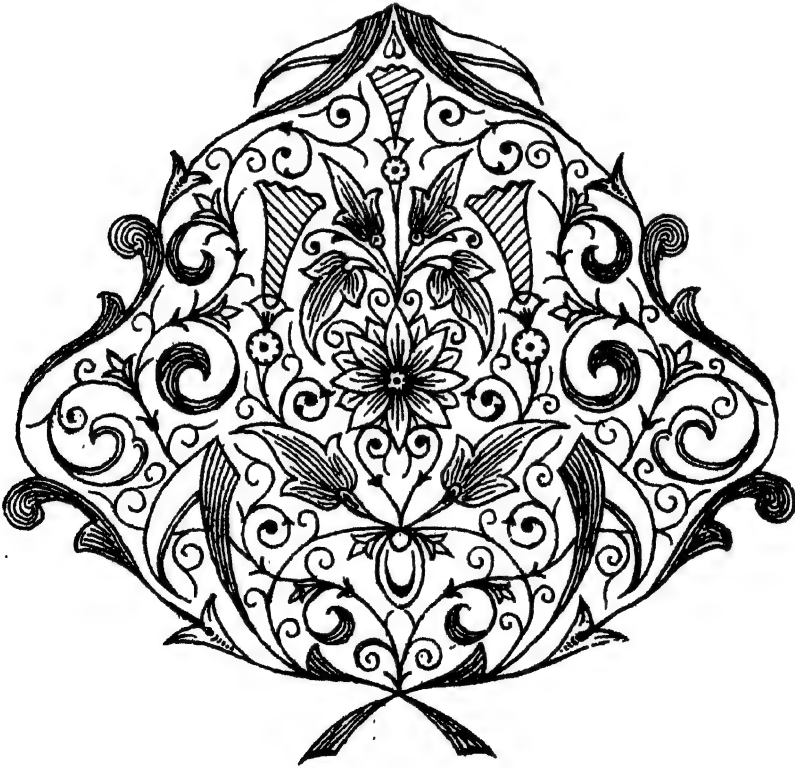
وہ

اٹھائیں وہ قیامت کیوں پھر تانہ چالوں سے
صبا یوں چھپر کرئی پھر نہ ہم آشفہ حالوں سے
چراغیں توئے کیوں محفل میں آگھیں والوں سے
نعلی جاتی ہے کیوں لیں۔ کھلے ہیں کتبائے بٹل
مسح و خضر کے جینے کا یہ انجام ہونا ہے
بہارِ گلِ چین کے رہنے والوں کو مبارک ہو
مراد ل کیوں روئے میرے اشکوئے بکھلنے پر
جلا تا ہے اگر سوزِ دُروں تو غم نہیں محکو
یہ کہتے ہیں رائے سامنے رونے سے کیا حاصل

قیامت تک ہی ٹالے جائیں وہ جیلے حوالوں سے
 سنبھلتا ہے مریضِ عم کوئی ایسے سنبھالوں سے
 وہ دشمن ہے بھلا تم لے تولوں اُسکے جالوں سے
 اُبھتا ہے تمہارا پاساں کیوں یکے بھالوں سے
 لڑا کرتی ہیں نکمیں عاشقوں کی مہ جالوں سے

قیامت کا تو وعدہ اُنکے طالے طل نہیں سکتا
 جو تھم تھم کر ذرا پانی بھی اُس پر پھر گیا تو کیا
 یہ میں ہی تھا کہ دل نفروں میں اگر دید یا مسکو
 ہمیں اس آستاں پر اسٹے پہلے بھی تو دیکھا ہے
 لڑائی بھی محبت کی نہ دیکھی حُسن سے خالی

نہو رشکِ تصنع کس طرح یہ سادگی اپنی
 زباں سیکھی ہے آخر قہرِ مے دئی والوں سے



مُسَدَّات

مُسَدَّس بہ تہنیتِ جشِ تاجپوشی علیحضرتِ قدرِ قدرت شاہِ برطانیہ انگلستان
شہنشاہِ وقیر ہندوستان ملکِ معظم ہریمچسٹی ہنری جارج پنجم دام اقبالہ و ملکہ

پھر یہ نویدِ لبسِ شیدا گئی
پھر یہ دلِ رنگِ سنِ کلی کھل کے پا گئی
پھر ہند میں بہار نئے سر سے آگئی
پھر برقی حکمی پھر دہی بدلی بھی چھا گئی

پھر ہر طرفِ زمین میں ترانے طبر کے ہیں
پھر سب کے دل میں جوشِ پیران سب کے ہیں

موسمِ خزاں کا موسمِ گل سے بدل گیا
اچھی گھڑی اب آئی بڑا وقت ٹل گیا
لبس کے دل سے خارِ تنہا نکل گیا
جنگل میں بھی جو بیٹھ گئے جی بہل گیا

پھر یہ خوشی دکھائی ہے پردہ گار نے
دل کی کلی کھلائی ہے بادِ بہار نے

پھر مرغِ خوشنوا کی ہوئی بانگِ دل کے پار
پھر سبزہ زار میں لب جو بڑ گئی پھو آر
پھر کوئلوں کی کوکِ پیہوں کی ہے چکار
پھر ہر طرف کجہر گئے لوگوئے ابدار

جو بن برس رہے ہیں غضبِ آبشار پر
زنگینوں کے لطف بھی ہیں کوہِ سار پر

اُت رے نمودِ حسنِ نظر جس طرف اٹھتی
کُسا رہو کہ دشت ہو صورتِ ایک سی
آنکھوں میں شکر پھرنے لگی لالزار کی
جنگل تھک رہے ہیں کھلی ہے کلی کلی

باغوں میں لبسِ لوں کی دعا میں قبول ہیں
ایک ایک شاخ پر کئی خوش رنگ پھول ہیں

ہے رشکِ باغِ خلد جو ہے تختہ زمیں
سبزہ نہیں ہے فرشِ زمرد ہے بالیقین

چھڑے صبا جو نکھت گل کو ذرا کہیں خوش ہوا ترسے اُسکے وہیں خاطرِ خدیں

ظاہر ہوا عروسِ چین کی ترنگ سے
لیتی ہے ایک دل کو یہ سوزِ رنگ ڈھنگ سے

دامن پہ تھی جو گردِ کدورت وہ دھو گئی
سج کر زمیں پہ سبزے کی صورت یہ ہو گئی
موتی بھی بالِ بال میں شبنم پر و گئی
گویا سنگار کر کے دُھن کوئی سو گئی

جھو کے نسیم کے اسے جھولا جھلاتے ہیں
جو دیکھتے ہیں بائکی ادا لوٹ جاتے ہیں

جوشِ نو سے جوشِ پہ تھکتا ہوا ہے
آپ اپنے رُوئے صاف کی آئینہ دار ہے
ڈوبا ہوا شباب میں ہر برگِ دبار ہے
جلوہِ فردشِ قدرتِ پروردگار ہے

کیا دفترِ حسن ہے دلکش جمال آج
اک اک نہالِ ہند ہے کیا کیا نہال آج

گھلا ریاں ہوئی ہیں یہ صحران کوہ پر
نہکے جو پھول چھاؤں میں تاروں کی اتھر
رنگیں چمن کھلے ہیں جدھر دیکھئے اُدھر
بھونروں نے اُنکو گھیر لیا ہے دہم خھر

بدست ہو رہے ہیں دہنِ جھوم جھوم کر
رنگِ شباب لوٹتے ہیں جھوم جھوم کر

زنگینیاں ہوئی ہیں چمن میں بھی بے شمار
نرگس کی آنکھ دیکھتی ہے سرو کا نکھار
بیلا کہیں۔ گلاب کہیں ہے کہیں بچار
سوزِ رنگِ روپ ہیں گلِ صد برگ پر شمار

نکلے ہیں شاخِ شاخ سے گلِ رنگِ ڈھنگ کے
کچھ پھول ہند کے ہیں تو کچھ ہیں فزنگ کے

سوئے ہوئے نصیب جو ہندوستان کے تھے
کیونکر کہیں کہ جو کسی ہمسایاں کے تھے
پامالِ ذوق و شوق جو پیرِ دجواں کے تھے
بیچ تو یہ ہے یہ سارے کرمِ آسمان کے تھے

ہے شکر کی جگہ کہ پھرے اب پھر اسکے دن
جیسے پھرے دن اسکے پھرے اور کسے دن

ایسا بہت دنوں میں زمانہ نشاط کا
میکش کوئل گیا ہے بہانہ نشاط کا
مُطرب سے کہہ دھپیرے ترانہ نشاط کا
پڑھتا ہے میسکدے میں دکا نہ نشاط کا

مشہور نام جارج ہے جس کا جہان میں
ہے جشن آج اُسی کا یہ ہندوستان میں

سُن کر نوید جشن کی شاہی پیام سے
معلوم اب ہوا یہ ہیں دورِ جام سے
گہی کے چہ رخ ہم نے جلائے پیغام سے
آئے ہیں شاہ ہند میں جائے قیام سے

مقدم سے آج شاہ کے پھر دھوم ہو گئی
زندہ پھر آج دہلی مرحوم ہو گئی

سڑکوں پہ جا بجا ہیں تاشائیوں کے دُل
بج دھج نثار ہے سج دھج پر آجکل
دیکھا جدھر ادھر نظر آئی پہل پہل
دلی کا ہر مکان بنا ہے پری غل

آنکھوں میں رنگِ روپ کا دریا ایل گیا
دیکھی وہ اُہر نہر کہ اراں نکل گیا

مقدم سے شاہ کے وہ مہانے ہیں مغزاد
کل تک جن یہاں کے تھے نظروں میں غارِ زاد
جی چاہتا ہے جی کو بھی کر دیکھے نثار
صدقے ہیں آج انکی صفائی پہ سنو کھار

بُن بھن کے بُن گئی ہے پُرستان کی پری
دہلی کے آگے مشرم سے کیا آئے گی پری

کیا کثرتِ ہجوم کا دہلی کی ہو سیاں
یلتے نہیں مکان ٹھہرنے کو بھی یہاں
لاکھوں کروڑوں آدمی دھان ہوں جہاں
یہ کال پڑ گیا ہے بچہ کا کہ الاماں

پھر اس پر رنٹراب دل نا صبور کا
دیکھے ہزار آنکھ سے جلوہ ٹھنور کا

اسخند کو بڑھ کے عمر شب تار گھٹ گئی
جس دم نقاب ہر کے رُخ سے اُلٹ گئی
آتا رُجج دیکھ کے غیرت سے کٹ گئی
چکی وہ برق نور کہ ظلمت بھی ہٹ گئی

کچھ اس ادا کے ساتھ ہویدا ہوئی سُحر

اپنی جھلک کی آپ ہی شیدا ہوئی سحر	
لو کیمپ کو جھلکوں میں شہانہ ہوا رواں	ہیں ہند کے رئیس چکوں میں بیخود شاں
دیکھا نہ تھا زمین پر گردوں نے یہ سماں	اُف۔ گرمی بچوم سے جاڑوں میں گرمیاں!
جس لوہ دکھا کے شاہ نے دل شاد کر دیا	
اُجڑے ہوئے دیار کو آباد کر دیا	
لوٹے نظر نے جلوہ دیدار کے مزے	لطفِ جبین لیا۔ لے لُٹسار کے مزے
رفتار کے مزے۔ کبھی گفتار کے مزے	درباریوں کو مل گئے دربار کے مزے
گزرے جو وسطِ شہر سے کلایا بدل گئی	
جو تھا وہ کہہ اٹھا مری حسرت نکل گئی	
برسائے فرقِ شاہ پہ سب نے چمن کے پھول	خورشید نے گرائے فلکِ گرن کے پھول
دل میں سماے جبے چمن کے نہ بن کے پھول	ہم نے کئے تثارِ ریاضِ سخن کے پھول
دیکھو وہ پھول خاک میں سب ہیں ملے ہوئے	
لیکن یہ گل رہیں گے ہمیشہ کھیلے ہوئے	
برسوں کے بعد ہند ہے پھر ہمناءِ عیش،	ہو ہو کے شاد لوٹ رہا ہے بہارِ عیش
اک عمر گزری کرتے ہوئے انتظارِ عیش	اس پر نثارِ عیش تو اب یہ نثارِ عیش
ہیں جلوہ گر جو اس میں شہنشاہِ نخت پر	
دلی کو آج ناز ہے پھر اپنے نخت پر	
دلی میں کیسے عیشِ شہرِ سنتموں کے تھے	دلی میں کیسے پابندوں نے کئے مزے
دلی میں کیسے راج کے پر تھی راج نے	دلی میں کیسے ملے ہوئے مغلوں سے مرلے
کتنے یہاں بگڑ گئے۔ کتنے سنو ر گئے	
جلسے ہزاروں اسکی نظر سے گزر گئے	
اس جشن کی گر تھی بہت اسکو آرزو	اے شاہ جب تک اپنے آئے تھے رُورُو
بخشی جو آکے آپ نے تو قیروا آبرو	اب اسکی آن تان کے چرچے ہیں چارو

	اقبال و بخت نے وہ لگائے ہیں چار چاند	
	ایک ایک چاند پر ہیں نچھاور ہزار چاند	جس دن سے کمپنی کی عملداریاں تھیں
	برطانیہ کا ہند کی خاتمہ پہ بنے گئیں	دجڑیاں بھی ملکہ و کٹوریہ نے کیں
	ہندو دیاں بھی قیصر اڈو روڈ کی رہیں	آئے پیغام لطف بھی اکثر حضور سے
	لیکن عنایتیں تھیں وہ سب دُور دُور سے	
	دُنیا میں ہر بشر کے بھی خواہ آپ ہیں	عالم پناہ آپ ہیں حجام جاہ آپ ہیں
	جتنے ہیں شاہ گنگے شہنشاہ آپ ہیں	مٹوئیں کبھی ہیں ہر کبھی ماہ آپ ہیں
	چھپتا نہیں ہے دُور حکومت میں آفتاب	آٹکھوں پہرے جلوت و خلوت میں آفتاب
	جس وقت تاجپوشی فراقِ حضور تھی	لندن میں جب وہ محفل عیش و مسرور تھی
	ہندوستانیوں کی بھی خاطر ضرور تھی	شوقِ بقا میں سب کی نظر نا صبور تھی
	اسدِ رے مصطفیٰ کہ کیا جشن ہند میں	اسکھوں نے سب کی دیکھ لیا جشن ہند میں
	دن اس قدر گنوائے ہمارے ہی واسطے	تشریف آپ لائے ہمارے ہی واسطے
	تکلیف کر کے آئے ہمارے ہی واسطے	لاکھوں رُپے اٹھائے ہمارے ہی واسطے
	احساں یہ آپ کے نہ کبھی ہسم جھلائیں گے	جاہ و چشم کی حیرتِ منسا ئیں گے
	مُسروہ روحِ عشرت و بہجت سے ہو گئی	انصاف و عدل و جود و عنایت سے ہو گئی
	وابستہ خلقِ دامنِ دولت سے ہو گئی	اُلفت کچھ ایسی شاہ کی صورت سے ہو گئی
	آقا کے ساتھ ان کی عقیدت کو دیکھئے	ہندوستانیوں کی محبت کو دیکھئے
	یہ دید کے لئے ہیں تو دید ان کے واسطے	امید و ابر دید کوئی ان سا ہو تو لے

جلوہ دکھایا شاہ نے لندن میں بام	درشن کیا بھروسے کے میں اب اہل مہنچہ
اکبر کا دور سامنے آنکھوں کے بھروسے گیا	نظروں سے جشنِ عہدِ جہانگیر گزرا گیا
ساقی خیال کس کو ہے شربِ مدام کا	طالب نہیں ہے تجھ سے کوئی چند جام کا
دے پہلے جامِ ملکہِ میری کے نام کا	پھر جامِ صحتِ شہِ عالی مقام کا
پی پی کے گھونٹ بادہِ گلگوں کے بار بار	صدتے ہوں یاد شاہ پر اپنے ہزار بار
دے کر دعائیں شاہ کو با صد نیاز ہم	انکس جنابِ مخمر سے عمرِ دراز ہم
بل کر بہم سب جائیں کوئی بزمِ ناز ہم	پھر قہر اس میں گائیں یہ لے لے کے ساز ہم
جشنِ شہانہ آج مبارک ہو شاہ کو	دلی کا تخت و تاج مبارک ہو شاہ کو

مست و خیر مقدم ہمارا ان برات

خیر مقدم کے لئے مُطرب نے گائی ہے بہار	کُتب گئی ہے آنکھ میں ل میں سمانی ہے بہار
ہر در و دیوار پر خوش رنگ چھائی ہے بہار	غنچہ دل کھل گئے جس سے وہ اکئی ہے بہار
منظرِ نقشِ قدم گل کا نظا را ہو گیا	آپ کے آنے سے گلشن گھر ہا را ہو گیا
مست و بخود ہیں۔ سرور و کیف بے منت ہیں	گو نہیں پیتے ہیں پھر بھی ایک کیفیت میں ہیں
کیا کہیں کس عیش میں ہیں اور کس راحت میں ہیں	جبے دیکھا آپ کو ہم جیتے جی جنت میں ہیں
آپ آنکھوں میں سمائے شاد آنکھیں ہو گئیں	آپ نے آباد کیں۔ آباد آنکھیں ہو گئیں
آپ نے تکلیفِ فزانی لکرم ہم پر کیا	ہم کو ممنونِ عنایتِ لطفِ فرا کر کیا
کیا ہمارے گھر ہی کو فردوس کا منظر کیا	بیچ تو یہ ہے دل میں بھی آکر ہمارے گھر کیا

جو ہو سکتا ہو اُس کو ہم بھلا کیونکر کریں
شکر اس بندہ نوازی کا ادا کیونکر کریں

یہ زبان - یہ بات - یہ شیریں زبانی آپ کی
یہ محبت - یہ وفا - یہ مہربانی آپ کی
یہ خوشی - یہ خوشدلی - یہ خوش بیانی آپ کی
یہ مروت - یہ عطا - یہ قدردانی آپ کی

بھولنے کی ہیں کہیں - یہ بھول جانے کی نہیں
یاد کیا آئیں گی - کیوں یاد آنے کی نہیں

یہ نہ کہیے شوق ہی اب اور کس کا دل میں ہے
پوچھئے تو پھر بتائیں ہم کہ اب کیا دل میں ہے
جلوہ دیدار نے کیا خاک چھوڑا دل میں ہے
آپ کو دل میں بٹھالیں یہ متنا دل میں ہے

خانہ دل میں ہمارے آپ اگر جہان ہوں
پھر تو ہم بھی لاکھ انسانوں کے اک انسان ہوں

دل ہے پُر اماں - مگر خالی ہمارا بات ہے
ہم سے ہو سکتا نہیں کچھ - اپنی کیا اوقات ہے
اس کی کیا خدمت ہو - یہ کہ قابل خدمات ہے
ہاں نبھالیں آپ ہکو تو یہ کتنی بات ہے

آپ کے نزدیک یہ کیا بات ہے - کچھ بھی نہیں
سامنے خورشید کے کیا رات ہے - کچھ بھی نہیں

اب دعا ہے آپ دُنیا میں ہیں باعز و ثناء
کوئی خدمت آپ کو پہنچے نہ زیرِ آسمان
قدردانی آپ کی دل سے کریں سب رواں
آپ کے خادم نہیں ہم - آپ ہم پر ہر ماں

یہ ہمارے آپ کے اخلاص کی صورت رہے
قہر باہم - ربط باہم - باہمی اُلفت رہے

مُسَدِّس مُراۃ منجانبِ ہتیمان ہند بخدمتِ زردارِ ان ہند

اے اہل ہند تمکو اس کی بھی کچھ خبر ہے
یہیں میں سوئے غم ہے اشکوں سے آنکھ تر ہے
اک دلگداز صدر اب جان ہند پر ہے
باقی کہاں وہ دل ہے - باقی نہ گب بگر ہے

پانی ہوئے ہیں غم سے گھل گھل کے آہ و نون

نکلے ہیں اشک بنکر آنکھوں سے آہ دونوں	
اک آگ سی لگی ہے سو زخمِ نہاں سے	خاموش جل با ہے مجبور می فغاں سے
آہا نہیں ہے لب پر کچھ قلبِ ناتواں سے	پھر حالِ غم سنائے کس مُنہ سے کس باں سے
جو ہو بیان اس سے یہ وہ حُسن نہیں ہے یہ کیا کہے کہ اس کو تابِ حُسن نہیں ہے	
اس سے شہیم اس کے پلے نہیں ہیں پالے	بے موت پڑے ہیں جینے کے انکے لالے
ہر وقت ٹھوک سے ہیں ایک ایک تیغِ لالے	کس کے سُپرِ درختے کس کے کرے حوالے
بے باپ ماں کے بچے بے نان بے تک ہیں ان بے کسوں پر کیا کیا صدمے تہ فلک ہیں	
کون انکے پونچھے آنسو کون انکی لے بلائیں	اب ہیں نہ باپ انکے۔ اب ہیں نہ انکی مائیں
ہمدرد ہو جو کوئی تو داغِ دل دکھائیں	جنکو یہ رو چکے ہیں انکو کہاں سے لائیں
کوئی نہیں ہے انکا۔ یہ کہہ رہے ہیں نالے اب کاشن بیکسی ہی ان کو سچلے لگا لے	
ماں باپ کے الم سے سینہ فگایہ ہیں	باغِ خزاں رسیدہ قبل از بہاریہ ہیں
جو رہ گئے ہیں اُن کو کیوں ناگوار یہ ہیں	بجھیں تو جانے والوں کی یادگار یہ ہیں
اُن دورِ آسمانی۔ اُن گردشِ زمانہ تفِ دورِ آسمانی۔ تفِ گردشِ زمانہ	
پھر سو زلزلہ کھائے اے جدّتِ تپِ غم	پھر سیلِ غم بہا دے اے آنکھ ہو کے چرخِ غم
پھر آسماں ہلا دے اے اضطرابِ ماتم	پھر راقعِ ستارے اے نالہ شرِ روم
آدل میں اب اُمّتِ کرم ہر پیر کہاں ہے لے ماں کی مامت اب انکی خبر کہاں ہے	
رہتا نہیں ہمیشہ رنگِ بہا رہتی	ناپائدار ٹھہرے نقشِ و نگارِ رہتی
ہیں اک طلسمِ حیرت لیلِ دہنہا رہتی	دیکھا تو موت ہی ہے پادانِ کارِ رہتی

زردار ہو کہ بے زر کس کو فنا نہیں ہے دُنیا ہے نامِ حین کا دار بقا نہیں ہے	
رہنا ہے مت کو زندہ تو نیک کام کر لو نچھے یتیم بچوں کا انتظام کر لو	پھر نیک کام کر کے دُنیا میں نام کر لو جو دے سکے وہ دے کر ان کو غلام کر لو
کہتا ہے کون تم سے سب اپنا گھر لٹاؤ جنت لٹا سکو تم اتنا تو زرت لٹاؤ	
اب بارِ غم اٹھائیں یہ باتواں کہانتک اب لے جگر جلا لیں یہ نغمے ساں کہانتک	اب سر پہ لیں بلبلا لیں یہ نیم جاں کہانتک اب لے لیں جفا لیں یہ بے دباں کہانتک
دُنیا سے اٹھ گئے ہیں وہ تھے جو انکے والی اب تم ہو ان کے مالک۔ اب تم ہو انکے والی	
زردار ہو اگر تم محتاجِ زہیں یہ بھی انسان ہی کے آخرِ نعتِ جگر ہیں یہ بھی	دل سے مدد کرو کچھ بے برگِ برہیں یہ بھی ہو آدمی تو پا لو ان کو بشر ہیں یہ بھی
ہو جب تمہیں نہ انکے پھر کس کے ہو رہیں یہ تم کچھ نہ دو۔ تو کہہ دو کچھ دکھا کے سو رہیں یہ	
رہتے ہیں دل میں روشن ہر وقت داغ انکے حاصل نہیں ابھی جب ان کو فراغ انکے	ہوتے نہیں ہنٹے بھٹے چلنے چلنے انکے کیا کام دے سکیں گے آگے داغ انکے
تم کھاؤ فقیر تر۔ خونِ جگر پیئیں یہ یہ زندگی ہو ان کی۔ تو کس طرح جیئیں یہ	
ان کے الم سے دل پر چلتے تھے غم کے بھالے سائیں نہ ہم نہ ہیں ہم درویش پھیری دلے	آخر فقیر بن کر گھر سے قدم نکالے آئے ہیں انکی حنا طر بھولی گلے لالے
دینا ہے تم کو جو کچھ دو انکو یہ خزیں ہیں کچھ اپنے واسطے تو ہم مانگتے نہیں ہیں	
فاقوں سے جب بُری گت ان بیکسوئی ہوئی تو پھر نے تمہارے آگے زباں کھولی	

دن رات یہ صدا ہے۔ ہر وقت ہر نبیولی "اُنکے فقیر ہیں ہم بھلا ہمارے بھولی"

داتا ہو تم تو بابا پورا سوال کہ دو
مُفلس تسیم ہیں یہ۔ اُنکو نہال کر دو

مُسَدِّسِ نَظَّارَہِ حُسن

اے حُسن آہ تو ہے رنگِ لقاے عالم
جب شوق کی نظر سے دیکھی فُصناے عالم
رنگینیاں تری ہیں رنگیں نامے عالم
تیری جھلک نے کیا کیا اہکو دکھلے عالم

اک اک قدم پہ سوسو جلوہ نمایاں ہیں
رنگیں ادا بہ تیری رنگیں ادائیاں ہیں

اس خاکداں میں تو ہے اس خاکداں کی ٹوٹ
تو ہے زمین کی رونق تو آسمان کی رونق
باغِ جناں میں تو ہے باغِ جناں کی رونق
ہے تیرے دم قدم سے کون دیکھاں کی رونق

عالم نے تیرے کھوئے کیا عقل ہوش عالم
اے حُسن آہ تو ہے جلوہ فروش عالم

آنکھوں میں کُتب رہی ہے کسی بہار دُنیا
کس درجے دل رہا ہے نقش نگار دُنیا
گلشن بنا ہوا ہے کیا خارزار دُنیا
جلوہ مگر ترا ہے آئینہ دار دُنیا

پایا حُقق میں تیرا رنگ بہا رہم نے
دیکھا سحر میں تیرا کیا نکھار ہم نے

نکلا ہے نغمہ سکر بلبل کے تو سخن سے
خوشید کی کرن سے پھر شمعِ انجن سے
بھٹوٹا ہے رنگ ہو کر تو گل کے پیر سے
جلوہ ترا عیاں ہو کس کس نئی پھین سے

ہر شان میں جدا ہے رنگِ فہر تیرا
آنکھوں میں نور تیرا۔ دل میں سُرد تیرا

تیری خبر نہ اسکو۔ اسکی خبر نہ تجکو
وہ بہت ہی نہیں ہے دیکھے جدھر تجکو
اس پر بھی جھوڑتی کیا اسکی نظر تجکو
پھر ادکس کو دیکھے۔ دیکھے اگر نہ تجکو

ہوا تھا تنگ جتنے دم سے بر لنگ نام کا گھوڑا
اچل نے تو انھیں پیرس بھی جانے نہیں چھوڑا

انہیں کے تھے۔ انہیں کے بھر بھی ہم زیرِ بگین ہو گئے
جیاجی راؤ اک دن اُنکے بچے جانشین ہو گئے

نہ دل میں نازِ خدمت کے نہ سر میں کچھ ہوا میں ہیں
زبانِ قہر پر آخر یہی جاری دعائیں ہیں

ہمارا بی کو صبر آئے تنہا یہ بھی برکے
جیاجی راؤ کا عہدِ حکومت جلد تر آئے

مُسندِ تعزیت برسیِ عرشِ آشنائی ہزار بی بی
سندھیا علیجاہ بہادر اعلیٰ علییٰ بی بی ریاستِ الیاد

گر بیاں چاک ہے پھر اُنکے ماتم میں سحر کیا کیا
ملاں مرغِ نازہ کر رہے ہیں مودت کیا کیا

نہ میری آستین دیکھو۔ نہ میری جبینِ تر دیکھو
مرا غم دیکھنا ہے تو مراد دل چیر کر دیکھو

دن اس غم کا وہی دن ہو جو دن ہو گئے مرنے کا
پڑا جو غم اس غم سے نہیں ہو زخم بھرنے کا

اسی دن ہم نے جب مودھو ہمارا جسکی برسی ہے
وہ دن دیکھا کہ اُنکے دیکھنے کو آکھ ترسی ہے

بچنے تھے بادشاہوں میں ہی کن دشا ہم کو
نہ تھا ان سے سوا کوئی۔ وہ تھے سب سوا ہم کو

یہ مصرع یاد آتا ہے ہیں شیون میں نالے میں
خدا بخشنے بہت سی خوبیاں تھیں مرنے والے میں

رہے ہیں زندہ کیوں ہم اپنے آقا سے جدا ہو کر
رسائی نارسانی ہو گئی صبرِ آزاد ما ہو کر

<p>اسی کا رنج ہے افسوس ہے شیون جو۔ ماتم ہے اسی کا ہم کو رونا ہے۔ اسی کا تم کو بھی غم ہے</p>	<p>جلاو۔ اٹھو۔ سہارو۔ چمکے غم ہو چکا اُسکا سُریسہم جب پیشِ قصا ختم ہو چکا اُسکا</p>		
<p>کہا ننگ اُمکا ماتم ہو گا۔ ماتم ہو چکا اُمکا جو کچھ ہونا تھا رنج و غم اُسی دم ہو چکا اُمکا</p>	<p>اب اس آہ و فغاں سے گریہ وازی سے کیا حاصل نہو جب ل ہی پہلو میں۔ دلِ ننگاری سے کیا حاصل</p>		
<p>یہ نہ ہے انکی برسی کا۔ اسی نہ سوگ اُٹھاتے ہیں اسی نہ نام پر رُخوم کے دیتے دلاتے ہیں</p>	<p>دُعائے مغفرت کے ساتھ نالے لب راتے ہیں بہت خیرات کرتے ہیں۔ بہت نیک نیت ہیں</p>		
<p>جو پوچھو فلسفہ اس کا تو بس یہ ہے جواب اُسکا کہ اس دن مرنے والے کو پوچھنا ہے تو اُسکا</p>	<p>ہمارا فی نے جو خیرات کی اُسکا تو کیا کہنا دعا بھی دل سے جو ذرات کی اُسکا تو کیا کہنا</p>		
<p>عطائے زرجو ہاتھوں ات کی اُسکا تو کیا کہنا غیر اُنکے لئے جو بات کی اُسکا تو کیا کہنا</p>	<p>مگر مادھو ہمارا جہ وہاں کب اُنکو بائیں گے جو اچھے کام تھے اُنکے وہی کام اُنکے اُنہیں گے</p>		
<p>یہ مانا اُنکے سوئے غم نے دل میں ارغ ڈالے ہیں مگر یہ دن دُعا کا ہے دعائیں کرنے والے ہیں</p>	<p>بہت ہم اُنکو روئے ہیں۔ بہت اُنکو نکالے ہیں کہ اس دن کی دعاؤں کو ہاں بھی بول جائے ہیں</p>		
<p>دعا سے قہر کر۔ آلام سے چھوٹیں ہمارا جہ بہاریں گلشنِ فردوس کی توئیں ہمارا جہ</p>	<td data-bbox="137 1101 558 1228"> <p>بہت ہم اُنکو روئے ہیں۔ بہت اُنکو نکالے ہیں کہ اس دن کی دعاؤں کو ہاں بھی بول جائے ہیں</p> </td> <td data-bbox="558 1101 1029 1228"> <p>یہ مانا اُنکے سوئے غم نے دل میں ارغ ڈالے ہیں مگر یہ دن دُعا کا ہے دعائیں کرنے والے ہیں</p> </td>	<p>بہت ہم اُنکو روئے ہیں۔ بہت اُنکو نکالے ہیں کہ اس دن کی دعاؤں کو ہاں بھی بول جائے ہیں</p>	<p>یہ مانا اُنکے سوئے غم نے دل میں ارغ ڈالے ہیں مگر یہ دن دُعا کا ہے دعائیں کرنے والے ہیں</p>

مُجَنِّسات

مُجَنِّس تہنیتِ ولادت با سعادت شاہزادی میری کملارا جہ صاحبہ دختر
نیک اختر حضور لامع النور ہزبائی نس ہارا جہ جنرل سر مادھو راو بندھیا

، عالیجاہ بہادر دام اقبالہ فرماؤ گویا

اے شہر عالی ہیم جرات بڑھے۔ بہت بڑھے
مرتبہ۔ توقیر جنت۔ آبرو عزت بڑھے
کاپ جائے دل عدو کا اس قدر صولت بڑھے
دولت برطانیہ کے عہد میں وقت بڑھے

تو ہے عالیجاہ تیری اور بھی عظمت بڑھے

آل کی اولاد کی ہوتی ہے سب کے احتیاج
پاک طینت۔ نیک سیرت۔ خوبصورت خوب مزاج
اس میں مفلس ہو کوئی یا مالک اقلیم و تاج
چاند سی ٹیٹی تجھے اندلے نے بخشی ہے آج

ہے یہ مطلب اور تیرے ملک کی زینت بڑھے

اسکی پیدائش میں جو جتنی سعادۂ ہے کم
اور پاس اپنے نہیں کچھ اے شہر گردوں خشم
کیا تر کی نکھوں کے آگے قدر دینا رو در دم
ہو کے خوش دینے کو کچھ ہیں عالمیں اسے ہم

نعم بیٹے عشرت بے کلفت گھٹے۔ راحت بڑھے

یہ وہ بیٹی ہے جو بیٹے کے برابر ہے عزیز
پیار میں مطلق نہیں فرزند و دختر کی تیز
وقت یا اور بخت خادم شوکت ادنیٰ سہی تیز
ہے اگر اولاد کی آفت جہاں میں کوئی چیز

تجھ کو اسکی جہاں ہو۔ اسکو تری حسرت بڑھے

بادۂ عشرت سے عالم ہی نرالا ہو گیا
میکدہ آباد۔ بارونق رشو لا ہو گیا
جلوہ پرنور سے گھر گھر احباب لا ہو گیا
رند و زاہد کا برابر بول بالا ہو گیا

اس خوشی کے جشن کی کچھ اور بھی شہرت بڑھے

اسکو پالیں دل کے گہوارے کے اندر رات دن
پیار و دونوں کا رہے اس پر برابر رات دن
جان تک اپنی کر س اس بچہ چھا اور رات دن
اسکو رکھیں آنکھ کی سیلی بنا کر رات دن

انہی ماں کو امتا ہو۔ باپ کو آفت بڑھے

مطلع ثانی

یا آہی سندھیا سرکار کی ثروت بڑھے
ساتھ ہی ثروت کے دختر کا قد و قامت بڑھے

یہ بہر صورت پھلے پھولے بہر صورت بڑھے
شان کسی ہو دو بالا جو گنتی شوکت بڑھے

ہے بہت کچھ ذی حشم اب بھی۔ مگر حشمت بڑھے

عیش و عشرت میں رہے بلنا ملا نا رات دن
شوخی طفلی ہو بخشش کا بہانا رات دن
عہد میں اسکے پھلے پھولے زانا رات دن
کھسکی کا کھیل ہو موتی لٹا نا رات دن

عمر بڑھے بڑھ کر عدا سے اور بھی تہمت بڑھے

جب خزاں کے دویں اڑتی ہیں کی ٹھول ہو
پھر بھی رنگ نازگی کا وہ اثر معقول ہو
جب نہ ٹپل کی دُعائے دل کوئی مقبول ہو
یہ جو مگر جہاں کی پھولے تو کھل کر پھول ہو

پھول کو توڑے تو ٹپے پھول میں تہمت بڑھے

ہو فردغ پر جسم فتح و ظفر زبیر تقدیر
نیر اقبال چمکے صورت ماؤنیر
عرش اعظم کی بلند ہی مراتب ہو حقیر
اسکے طالع سے رہے اُتار دی کافج گیر

آسمان جسکو گراے اُسکی بھی رفعت بڑھے

دل میں کیوں کئے مریضوں کے نقاہت خیال
تندرستی ہر کسی کو دے نوید نیک فال
کیوں ہے بیمارِ الفت بھی کوئی آشفہ حال
اعتدال طبع عالی سے ہو پیدا اعتدال

درد خود بن جائے درماں اس قدر صحت بڑھے

خلقِ مہم سے رہے باہم نہ فرق خویش و غیر
پاک نظروں میں برابر ہوں محرم ہو یا ہو غیر
سب ہیں آپس میں ملی جلکر بیٹے آپس کا پیر
ایک سی دونوں ہوں مندر کی قضا مسجد کی

اسکے دورِ عمر میں ہر مذہب دولت بڑھے

سنگدل ہوں نرم دل میں نرم دل بھی نرم تر
بھول جائیں سختیاں ہی جھیلیں جن دبشتر
رونی کے گالے رہیں سینوں میں پتھر کے جلگر
ہر طرف ہو اسکی وہ طبعِ ملامت کا اثر

رحم کی عادت فزوں ہو۔ قہر کی قلت بڑھے

جہل کی تاریکی ایتیں جگمگائیں چاند سی
اور ہو یمنِ سعادت سے فلاح ملک بھی
چاندنی بن بن کے پھیلے روشنی تعلیم کی
کال کا ہو کال۔ اہلانی ہے کھیتی ہری

ہو تجارت کی ترقی صنعت و حرفت بڑھے

بھر چلے باغ جہاں میں عیش و عشرت کی ہوا
ہو عطار چنگو ہارانی کو بیٹا چاند سا
پھر خوشی و خرمی کے گل کھلیں صبح و سہا
جشن میں پھر جشن ہو سیدائش فرزند کا

چاہتا ہوں اس قدر اس حسن کی مہرت بڑھے
خوش رہے عجیب ہارانی کی یہ نور نظر
اب دعا ہے نہر کی چونٹھ گھڑی اکھوں پر
اسکے حسن دم قدم سے رات دن نام و نعر

خاندان سندھیا کی رونق و زینت بڑھے

خمسہ تھیں غزل بلبل ہندوستان اُستاد السلطان ملک الشعراء دیر اللہ
ناظم یار جنگ بہادر فصیح الملک عالیجناب ثواب میرزا خاں حسد داغ دہلوی
اعلیٰ اللہ مقامہ اُستاد و مُصنّف

زباں تک آئی ہوئی بیشتر نہیں چھپتی
پہونچ ہی جاتی ہے اگر خبر نہیں چھپتی
چھپی جو شام تو وقت سحر نہیں چھپتی
چھپا دل اُسکی شکایت مگر نہیں چھپتی

ادھر نکلتی ہے منہ سے ادھر نہیں چھپتی

بشر سے طرز نگاہ بشر نہیں چھپتی
فریب لاکھ کرے تو مگر نہیں چھپتی
کہہ کے پردے میں یہ پردہ در نہیں چھپتی
ترے چھپائے دغا کی نظر نہیں چھپتی

یہ جو راسخ تھ تو اسے فتنہ گر نہیں چھپتی

وہ اور اُسکو تنہا ہو میرے کرنے کی
ضرور بھید ہے کوئی ضرور اس میں ہر نی
کہے پھر اُسکو وہ بچھے۔ یہ لٹنے خوب کہی
گھڑی پہل سے جو تونے وہ بات ہر تیری

کہ اُسکے منہ کی تو اسے نامہ بر نہیں چھپتی

نیم صبح کی اکھیلیوں کا کیا کہنا
انہیں حیا ہے۔ اسے کچھ نہیں خیال سکا
کہ اُن سے پردہ نشیں کا اٹھا دیا پردہ
یہ سیر ہے کہ دُپٹا اڑا رہی ہے صبا

وہ جب چھپاتے ہیں سینہ۔ مگر نہیں چھپتی

بشر چھپائیں تو بلبل اسے سُنانی ہے
جو وہ چھپائے تو لب پر گلوں کے آتی ہے

چھپائیں گل بھی تو کیا کیا صبا اڑاتی ہے | تمہاری بات زمانے میں بھل ہی جاتی ہو

یہ بات کیا ہے کہ اسکی خبر نہیں چھپتی

عُدو سے تیری محبت کو میں چھپاؤں تو | وہ کیا چھپے جو چھپائے سے اور ظاہر ہو
یہ کس کس بس کی ہو۔ کون اس سے کہے کہ نہ رو | جو تڑپے دل تری مخلص میں تھام لوں ل کو

مگر چھپائے سے یہ حیثیت نہیں چھپتی

یہ ایک دم میں جلانے کی ایسے پردے تو | بھرک کے آئے گی باہر رنگ شعلہ نو
عبث ہے فکر و تردد۔ فضول ہے تک دو | چھپائے سے تیرا من چھپے چراغ کی کو

لگی ہوئی مرے دل کی مگر نہیں چھپتی

اگرچہ صبح کی صورت کی صبح ہے یارب | مگر مجھے تو مصیبت کی صبح ہے یارب
غضب کی۔ قہر کی آفت کی صبح ہے یارب | یہ صبح ہجر۔ قیامت کی صبح ہے یارب

کہ میرے نعت سید سے سحر نہیں چھپتی

حجاب ہے یہ تمہارا براے نام حجاب | اسے حجاب سمجھتا ہے کون خانہ خراب
ہو نہ برق کا پردہ۔ نہ ہو سکے گا حجاب | نگاہ شوق ہے بجلی کی طرح زیر نقاب

ہزار اُس کو چھپاؤ مگر نہیں چھپتی

ابھی ہوتے ہیں کیسے وہ چاہنے والے | جو کرتے رہتے ہیں فرقت میں رات دن نالے
یہاں تو سانس بھی لینے کے پڑ گئے لالے | نفس کے ساتھ ہی پڑتے ہیں لبِ تنہا لالے

ہماری سوزش داغ جب نہیں چھپتی

و فو ر شوق کے بھی اضطراب چھپتے ہیں | غم فراق کے بھی ازلہ تاب چھپتے ہیں
چھپائے سے کہیں حسن و شباب چھپتے ہیں | سیلاب میں تو نہ آفتاب چھپتے ہیں

نفتاب میں تری صورت مگر نہیں چھپتی

جو بیچ میں رہیں لاکھوں حجاب بھی خال | یقین ہے پھر بھی نہ تجھ سے چھپے ترا مال
شناخت اُسکی نہ ہو۔ اس کے ہم نہیں قائل | بدل بدل کے وہ آواز گو بنے سائل

صدائے عاشق شوریدہ سحر نہیں چھپتی

چھپے گا بانگِ طرب میں پھلا یہ کیا نالہ ،
جس دہے اُسکا ترنم - مرا جُدا نالہ

صدائے نغمہ زن و نوحہ گر نہیں چھپتی

بنیں بھی حلق کے دربان اب اگر چھالے
وہ دل میں آئیں گے کیا جو کل گئے نالے

جب ایک بار کھلی - عمر بھر نہیں چھپتی

رہے اُمیدِ مسرت میں کیوں کوئی بیدار
اگر سمجھ ہو تو یہ جاننا ہے کیا دُشوار

دُعاے با اثر دے اثر نہیں چھپتی

یہ سیکڑوں میں - ہزاروں میں انتخابِ دلغ
اسی کے نور سے تو قہرِ فیضیا ہے دلغ

بکھی چھپائے سے یہ جلوہ گر نہیں چھپتی

خمسہ تضمینِ غزل ناخداے سُخن تاجِ اشعرُ اجنابِ نشی محمد نوح صاحبِ فرخ
ناروی رئیس و تعلقہ دارِ نارہ - ضلع الہ آباد جانشینِ عالیجنابِ فصیح الملک
حضرت داغ دہلوی مرحوم

کسی کو سو نہ کر دل جانِ غازی درہی کچھ ہے
مجت اور کچھ ہے بقاری اور ہی کچھ ہے

ہماری چشمِ ترکی اشکباری اور ہی کچھ ہے

ترے زخماںِ روشن زخکِ ہنرِ ماہِ کامل ہیں
وہ داروں میں کہاں ہیں خوبیاں جو کج کو حاصل ہیں

مگر یہ تیری صورتِ پیاری پیاری اور ہی کچھ ہے

مٹے بھی تو اسے ہر دم - کہوں بھی میں اکتاہم
سمجھ میں تیری بھر بھی آئے تو کیا آئے اے ہدم

نہ ہے یہ نعمتِ شاہی نہ یہ ہے لوحِ ماقم نہ ہے یہ نالہ بلبلی نہ یہ ہے گریہ و شبنم

مری فریاد ہے کچھ اور نزاری اور ہی کچھ ہے
وہی انجھ سے کہتے ہیں مجھے رہنے دو آنکھوں میں
نہ رک سکتے تھے شوخی سے کبھی م بھر جو آنکھوں میں
جگہ کوئی نہ دے کس واسطے ایسوں کو آنکھوں میں
وہ بہتے ہیں دل میں وہ جو پھرتے ہیں تو آنکھوں میں

یہ پردہ اور کچھ ہے پردہ داری اور ہی کچھ ہے
ضرورت کیا ہے اسکی پیش ہو مشتری یہ بھگوا
قیامت آئے کیوں اسکے لئے کیوں خسرو پو
یہیں تو عفو کر دے جو جو جگہ عفو ہی کرنا
گناہوں کو مے جزیل پھکر بخشا تو کیا بخشا

ابھی شیوہ آمرزگاری اور ہی کچھ ہے
اٹھاتی ہے قیامت اسکی چشمِ فتنہ زاکسی
پلٹتی ہے بلا بن بن کے وہ زلفِ دوتا کیسی
خدا جانے یہ ہے ترکیبِ بزمِ دلربا کیسی
کسے کہتے ہیں خاطر لطف کیا شے ہو وفا کیسی؟

دہاں دہان کی دہان داری اور ہی کچھ ہے
نیشلی ہیں۔ رسی ہیں بہت ہیں چلبلی آنکھیں
بھکی رہتی ہیں ہر دم نشہ سے جا بھری آنکھیں
نہیں ہیں پھر بھی دل کی تاک سنخانی کبھی آنکھیں
شرابِ حسن سے بدست ہیں گو آپ کی آنکھیں

مگر اسیر بھی انکی ہو مشیاری اور ہی کچھ ہے
ترا دل کیا نہیں تیغِ نگاہِ حور کا بسمل
تنا جام کوثر کی ہے طینت میں تریخی اخل
سمجھتا ہے عبث رندوں کو تو تعزیر کے قابل
فقط اک دن وہ نوشی ہی نہ کی زاہد تو کیا حاصل

ارے لے خود ناپر ہیزگاری اور ہی کچھ ہے
اٹھا ہا مہر کو رنجِ جدائی۔ یا ستم نہنا
اڑا دہائیش دشمن کو کرم سے مطمئن رہنا
یہہ اپنی قسمت ہے۔ یہہ اپنا اپنا ہے کہنا
میسر ہو جو صل یا تو پھر اسکا کیا کہنا

مگر اسے نوحِ لطفِ بیقراری اور ہی کچھ ہے

خمسہ نغزلِ فصاحتِ آبِ بلاغت از تنساب جناب نشی سیدِ جلیلِ دینِ حمد
صاحبِ بنجو دہلوی جانشینِ حضرتِ آغ دہلوی فی اللہ مرقدہ

خندگِ نازِ مرے دل کے پار کس کا ہے	خسار کس نے کیا ہے خسار کس کا ہے
بتائے کوئی بھے جان خسار کس کا ہے	فریفتہ یہ دل بے قرار کس کا ہے

یہ ذکر لب پر مرے بار بار کس کا ہے	
-----------------------------------	--

ہوئی ہے بد نظر کس کو جیلوہ فرائی	طوافِ گوہِ غریباں کی کس نے ٹھہرائی
یہ کس کے آنے کی! و صبا خبر لائی	بنے ہیں نقشِ قدم دیدہ متنائی

یہ انتظار کس پر رکھتا کس کا ہے	
--------------------------------	--

نہ مجھ سے حالِ دل بٹلا سنا اُس نے	نہ کی قبول کوئی میری التجا اُس نے
بھراور کی یہ نہ نئی قسم کی جفا اُس نے	چلا جو بزم سے میں روٹھ کر کیا اُس نے

پرائے دل پہ بھلا اختیار کس کا ہے	
----------------------------------	--

ابھی کس نے یہ حلیتی ہوئی زباں پائی	ابھی کس کو عطا کی یہ تو نے گویائی
یہ سن کے اور طبیعت ہوئی متنائی	شبِ وصال یہ آدازِ کان میں آئی

مُجومِ شوق میں اب انتظار کس کا ہے	
-----------------------------------	--

کسی کو کچھ سے محبت نہ پہلے ایسی رتھی	جو آئی تازہ مصیبت ہمیں نے وہ جھیلی
یہ تیرے عشق میں ابل و جان کس نے دی	ہمارے دل کی طرح چھا رہی ہے حسرتی

ترسی گئی میں نیا یہ مزار کس کا ہے	
-----------------------------------	--

بہت رہے ہیں محبت میں خاں برباد	تھے ہیں سیکڑوں غم جھیلیں سیکڑوں بیداد
بس اب تو دل میں یہ آتی ہے اے دلِ شاد	کسی کے ظلم کی جی کھول کر کریں فریاد

کہ خوفِ اب ہمیں روزِ شمار کس کا ہے	
------------------------------------	--

نہ ہم سے ملتے نہ ہم پر کبھی کرم کرتے	ستم کئے ہیں جو اب تک وہی ستم کرتے
گز گئی ہے یہاں عمر ضبطِ غم کرتے	عُدو کے قول کی تردید کیوں نہ ہم کرتے

یہ دیکھنا تھا تمہیں اعتبار کس کا ہے	
-------------------------------------	--

یہ سمجھے کیا کوئی کیا رازِ عشق کا جانے	یہ کیا خبر ہے مجھے یہ مری بلا جانے
یہ کس نے مج کو کیا نا صبور کیا جانے	یہ کون مجھ سے ہم آغوش ہے خدا جانے

مری بغل میں یہ دل بیقرار کس کا ہے	
جنابِ قہر ستم ہوا اگر ستم سہ لے	جوابی بات پر آئے تو کیا نہ کر گزرے
نہ سو میں چوکے نہ سو سو ہزار میں چوکے	ہم ایک عمر سے واقف ہیں خوب یہ خود سے
کوئی ابھارے اسے پھر یہ یا کس کا ہے	
خمسہ بر غزل خود مصنف	
فرقت نے بیقرار کیا۔ تم نے کیا کیا	آنکھوں نے اشکبار کیا۔ تم نے کیا کیا
غم نے مجھے شکار کیا۔ تم نے کیا کیا	تینے نگر نے وار کیا۔ تم نے کیا کیا
ہاں اُس نے دل نکار کیا۔ تم نے کیا کیا	
پہلے ذلیل و خوار کیا تم نے کیا کیا	پھر ظلم اختیار کیا تم نے کیا کیا
اب حشر آشکار کیا تم نے کیا کیا	جس لوہے سے مزار کیا تم نے کیا کیا
سو توں کو بے قرار کیا تم نے کیا کیا	
اتک اُسے یہ طرزِ جفا یا دہی نہ تھی	ایسی نہ بُری تھی۔ یہ ایسی تھی جس دہی
دیکھی جو میرے رنج و مصیبت میں کچھ کمی	اندازِ جو را اپنے سکھا کر فلک کو بھی
آشوب روزگار کیا تم نے کیا کیا	
دے جان اگر کوئی تو بلا سے دیا کرے	احساس ہی نہ تھیں کوئی وفا کرے
مرتے رہیں رقیب ہمیشہ خدا کرے	مرگِ عُدو کا رنج تمہاری بلا کرے
آنکھوں کو اشکبار کیا تم نے کیا کیا	
تم سے نہیں ہمیں بخدا کچھ شکایتیں	جھیلی ہیں ساری اسکی بدولتِ مصیبتیں
ہم سے نہ پوچھو۔ ہم نے اُنھیں جو دلتیں	کر نی پڑیں فراق میں دشمن کی منتیں
دل نے ذلیل و خوار کیا۔ تم نے کیا کیا	
یا صبحِ ہلک اُڑائے رقیبوں سے تہمتے	یا شرم و کمند کے سبب سے نہ آسکے
بیچیدہ ایسے پیش ہوئے کیا مٹائے	وعدے کی شبِ بتاؤ کو کس شغل میں ہے

ہم نے تو انتظار کیا۔ تم نے کیا کیا!	
بے چین کر کے اُسکو بہت بیقرار ہوں	کیا جانے قتل ہوں۔ کہ سزاوار دار ہوں
اپنی نظریں آپ ہی رسوا و خواہ ہوں	اے نالہسائے نیم شبی شرمسار ہوں
برہم مزاج یا رکیا۔ تم نے کیا کیا!	
ممکن نہیں کہ آنکھ کسی اور پر پڑے	ممکن نہیں کہ دل میں ہول رمان اور کے
تم سے غلط کئے ہیں اُنھوں نے مرے گلے	غیروں کے کہنے سُنے سے مجھ سے خفا ہے
ایسوں کا اعتبار کیا تم نے کیا کیا!	
ماہ کہ انتہا کی طبیعت ہے چلبلی، قطعہ	مگر کتنی نہیں زبان کسی بات پر کبھی
لیکن یہ دل لگی ہے۔ یہ ہے چھیر کو نسی	جب یہ کہا کہ وعدے کی شب جاگتے کئی
اچھا اُمید دار کیا۔ تم نے کیا کیا!	
تم قول دو تو قول کے پورے رہا کرو	وعدہ کر دے کسی سے۔ تو وعدہ و ف کرو
یوں منتظر بنا کے نہ دھوکے دیا کرو	پولے دہنس کے۔ تم تو نہ ہم سے کلا کرو
انکھوں نے انتظار کیا۔ تم نے کیا کیا!!	
مجھے تھے عافیتی کو ہنسی دل لگی۔ مذاق	اُلفت کی آرزو تھی۔ محبت کا اشتیاق
ہے موت بھی حال۔ اگر زندگی ہے شاق	قہر اب اٹھاؤ بیٹھے ہوئے سختی فراق
کس سنگدل کو پسار کیا تم نے کیا کیا!	
خمسہ رب عززل خود مُصَنَّف	
خال بھی چہرہ الزر کے دکھا دیتے ہیں	پہنچ بھی زلفِ معتبر کے دکھا دیتے ہیں
شعبدے حسنِ فٹو نگر کے دکھا دیتے ہیں	جلوے اکثر مجھے جی بھر کے دکھا دیتے ہیں
نچو روزن ہی ترے در کے دکھا دیتے ہیں	
حوصلے ابلِ مضطر کے دکھا دیتے ہیں	صبرِ وصل کا دم بھر کے دکھا دیتے ہیں
زیرِ شغیر گلا دھر کے دکھا دیتے ہیں	لیجے آپ کو ہم کے دکھا دیتے ہیں

صرف کہتے ہی نہیں کر کے دکھا دیتے ہیں	
اک فقط تو ہی نہ بیدار کرے گا جل کر	اور ایسے ہیں جو رکھ دیں گے کلیجہاں کر
اس قدر بل کی نہ لے ہم سے نہ آنا بل کر	تج کو کیا باز ہے فتنے تو اٹھا تو چل کر
سیکڑوں تیرے برابر کے دکھا دیتے ہیں	
کون ہے کون ہے وہ ہوگی یہ پیاری جسکو	اس نے رکھا ہی نہیں زندہ کسی مونس کو
قتل کر کے ہیں پھر قتل کرے گی کس کو	لے لگا لیتے ہیں قتل میں گلے سے اس کو
لے ترسی تیغ کا دم بھر کے دکھا دیتے ہیں	
ہو گیا رنگ زمانے کا دگرگوں کیا	ہاں مگر سال نہ بدلاتو نہ بدلا اُن کا
ہے وہی ظلم وہی جور وہی تازہ جفا	عرصہ حشر میں بھی ہلو وہ آنکھیں کیا کیا
سامنے داؤد مشر کے دکھا دیتے ہیں	
بل گئی گوہیں فرشتہ ستم بہم سے	تم نے گویل کے چھڑایا ہیں رنج و غم سے
دوڑ پھر بھی تو نہیں کچھ یہ تمہارے دم سے	ابھی خوش ہو ابھی ہو جاؤ گے ناخوش ہم سے
اب نہیں بعد کھڑی بھر کے دکھا دیتے ہیں	
رکاب جام میں احمر وہ گلابی آنکھیں	ہیں گلابی سے بھی بہتر وہ گلابی آنکھیں
یوں چھکا دیتی ہیں اکثر وہ گلابی آنکھیں	جس کو محفل میں دکھا کر وہ گلابی آنکھیں
دور چلتے ہوئے ساغر کے دکھا دیتے ہیں	
سوزِ دل نے ہی دے داغ مہکال کو	جل گئی شمع بھی معلوم ہے یہ محفل کو
اتش عشق تو پگھلاتی ہے بھاری سِل کو	نہیں مکن کہ لگی ہو نہ بتوں کے دل کو
آگ ہم سینے میں پھر کے دکھا دیتے ہیں	
یہ کبھی ایک جگہ خاص کسی مرکز پر	نہیں رہتے نہیں ٹھتے نہیں کتے دم بھر
انکے نظارے سے ہو جاتی ہے تسکین دم بھر	برق و سیاب کا دیکھوں نہ تا شاکیو مکر
دھنگ کچھ یہ دل مضطر کے دکھا دیتے ہیں	
مجھ سے کہنے کو تو کیا کیا نہیں کہتا کوئی	میں جسے شوق سے سُنتا نہیں کہتا کوئی

کتنے ظالم ہیں آجسہا نہیں کہتا کوئی

کب سے مشتاق ہوں اتنا نہیں کہتا کوئی

پچل اُسے ہم تجھے جی بھر کے دکھا دیتے ہیں

حُسن کی دید کو نسبت ہے فقط عایشی سے

اُسکو دیکھے بھی کوئی اور تو کیونکر دیکھے

کیوں نہ اس ظلم کے ہر وقت کوس میں تنکوں

آپ جلوے رُخِ انور کے دکھا دیتے ہیں

کیا نئی بات ہے یہ کیوں ہو پریشان دل میں

کہ رہا کرتے ہیں انسان کے انسان لیں

پر وہ کس کا ہے یہ ہو تم کسی عنوان دل میں

رہنے والے نہیں اس گھر کے دکھا دیتے ہیں

خاک میں وصل کے ارمان بلائے ہیں بہت

داغ کھائے ہیں بہت رنج بھی لائے ہیں بہت

تنگ جینے سے غم بھر میں آئے ہیں بہت

ناز اٹھا کر بھی سنگمر کے دکھا دیتے ہیں

مبارکبا دیاں

مبارکبا دئی ولادت باسعادت جارج وکرم وکٹر جیواجی راؤ سندھیا
ولی عہد ہزاریں نس ہمارا جہ جنرل سردار دھور راؤ سندھیا عالیجاہ بہادر
بہ القابہ دام اقبالہ فرما زو اے گوالیار

ہم تمہیں دیتے ہیں سرکار مبارکبادی

اب دکھایا ہے ولی عہد نے جلوہ اپنا

ہو کے اس نور سے پُر نور جو مضمون نکلے

یہ نرالی ہے۔ انوکھی ہے مبارک تاثیر

بختِ خوابیدہ کا جب آج مقد جاکے

ہے جو برسات تو برسائے گھر دیا کے

ہو یہ مسعود و پُر انوار مبارکبادی

کب سے تھی طالبِ دیدار مبارکبادی

بن گئی مطلعِ انوار مبارکبادی

ہو گئے ہیں مرے کشاں مبارکبادی

کیوں نہ دے طالبِ دیدار مبارکبادی

دے نہ کیوں اب گہر بار مبارکبادی

تا بارش کا بندھا ہے نہیں تھتا پانی
اے ہمارا جہ کہ پھر وہ مبارک ہو تمہیں
بزم میں دے تمہیں آئینہ نوید عشرت
تخت کے نقش نگارین تمہیں دیتے ہیں دُعا
ہر جگہ خلق میں ہے عیش و مسرت کا ظہور
اسکی شہرت کہیں ہوگی کہیں شہرہ ہوگا
بعدت کے یہ موقع اُسے ہاتھ آیا ہے
اک سے خوش رہو۔ اولاد سے تم شاد رہو
ہے خوش آئند ولادت کے اثر سے شہرہ
ہو کے خوش جب یہ کہا ذہن رسائے مجھ سے
نیکو یہ فکر ہوئی اب وہ دُعائیں مانگوں
اے ولی عہد خدائے تجھے تلو سال کی عمر
وہ دن اللہ کرے پورے سر پر پہرا

دے جاتا ہے لگا تار مبارکبادی
پاے جب طاقت گفتار مبارکبادی
بزم میں دے تمہیں تلو مبارکبادی
تاج کے گوہر شہو ار مبارکبادی
جسار دیتے ہیں دُعا چار مبارکبادی
دیں گے گلدستہ و اخبار مبارکبادی
دے گا سرکار کو دربار مبارکبادی
ہو مبارک تمہیں سرکار مبارکبادی
بات ہے اک دم اظہار مبارکبادی
یہ لکھے ہو گئی تیسرا مبارکبادی
جن سے ہو جائے نمودار مبارکبادی
اور میں دوں تجھے سو بار مبارکبادی
اور دے قہر نکھار مبارکبادی

مبارکباد جشن سالگرہ میری کملا راجہ صاحبہ شہزادی حضور عالی ہزائی نس
ہمارا جہ جنرل سردار دھورائے سندھیا علیہ الجاہ بہسا دُر وائی گوالیار

وہ آج کملا کی ہے شاندار سالگرہ
ہوا ہے بھائی۔ تو اں باپ کی نگاہوں میں
کریں گے یاد کہ قابل ہے یاد کرنے کے
کیا تھا اسکو نومبر میں اس نے پیدا
گرہ لگائی ہے اس واسطے کلا دیں
یہ وہ گرہ ہے کہ جسکے لگائے جانے کی
وہ شاہزادی کے ہونے کا جشن شاہی تھا

نشا جہ یہ ہیں اُسی ہزا سالگرہ
بڑھائے کیوں نہ بہن کا وقار سالگرہ
رہے گی یاد کہ ہے یادگار سالگرہ
کہ ہر خزاں میں کھائے بہار سالگرہ
کہ اس سے ہوتی رہے گی شمار سالگرہ
رہی ہے سال بھر اُمیدوار سالگرہ
یہ شاہزادی کی ہے شاہوار سالگرہ

تو شاہزادی کو ہوساز گارسا لگرہ
اسی طرح ہوں ابھی ہزار سا لگرہ

جو شاہزادی کو جشنِ طرب مبارک ہو
دعا یہ قہرِ دغا کو کے لب پہ جاری ہے

مبارکباد و جشنِ سا لگرہ حضورِ پرنور ہا راجہ جارج جیو اجی راؤ سندھیہ
علیجاہ بہادر بہ القابہ دام اقبالہ والی گوالیار

اور ہوسا لگرہ آج مبارک تمکو
تخت مسعود تمھیں تاج مبارک تمکو
اور اک سا لگرہ آج مبارک تمکو
ہو یہ نو سال کی متراج مبارک تمکو
لاکھ میں ایک ہو یہ آج مبارک تمکو
یہ ہاراج - ہاراج مبارک تمکو
وہ اُسے کل تھا یہ ہر آج مبارک تمکو
ہو یہ دربار ہاراج مبارک تمکو
ہوئے دھنگ کا یہ باج مبارک تمکو
ردیف سا لگرہ آج مبارک تمکو
کہتے ہیں ضیغم و دراج مبارک تمکو
ہو ہاراج یہ جشن آج مبارک تمکو
ملک دشمن کا یہ تاراج مبارک تمکو
بخشنا ان کا ہا راج مبارک تمکو
کہتے ہیں شتم و محتاج مبارک تمکو
اور ہے آج ہاراج مبارک تمکو
کہدے یہ فیض کی معراج مبارک تمکو
ہو یہیں سا لگرہ آج مبارک تمکو

آج کا دن ہو ہاراج مبارک تمکو
تختِ تاج کے مالک بھی ہو تم آج
اور اک لال گرہ آج کلائے میں بڑھی
ہے اکائی سے دہائی جو ہوار تیبے میں
پونہ تو کہنے کے لئے سا لگرہ ہے دسویں
آج اس سراج کے ہیں زیرِ نگین دل بھی سراج
جشنِ جمشید کو اس جشن سے نسبت کیا ہو
نذر دے کر تمھیں دیتے ہیں دغا و دیاری
مے ہے میں تمھیں سرکش بھی مبارکبادی
آج میں شہر میں آراستہ بازار و مکاں
دشت میں بھی یہ سترت ہے کہ ہنگامِ سکار
تار پر تار یہ باہر سے چلے آتے ہیں
آج زروٹھکر اسکا جو کھلے ہیں بچے
بیتے ہیں منصب جاگیر - خطابِ انعام
آج اُمید برآئی ہے برابر سب کی
ہے جو یہ سا لگرہ گرہ کُشا ئے عالم
کیا عجب قہر کی نعمت کی گرہ بھی کھل کر
جس طرح تختِ تھاکل تمکو سعید و آسعد

ق

-

صدوسی سال ہو یہ راج مبارک ہو

صدوسی سال رہے حکم تمہارا جاری

مبارکباد عطاے تمغا و خطاب "سی۔ آئی" بہ حضور لامع النور ہرمانی نس
ہمارانی چنگو راجہ صاحبہ سندھیا دام اقبالہا صدین کونسل آت رکنی گویا ر

تمہیں "سی۔ آئی" کا تمغا ہمارانی مبارک ہو
مبارک ہے خطاب ایسا ہمارانی مبارک ہو
تمہیں یہ تاج عزت کا ہمارانی مبارک ہو
یہ تاج ہند کا سیرا ہمارانی مبارک ہو
کھلا جو پھول وہ بولا ہمارانی مبارک ہو
پھر اندر کا اسے گانا ہمارانی مبارک ہو

یہ محفل اور یہ جلسا ہمارانی مبارک ہو
جوشا ہوں کو دیا جائے جوشا ہوں سے لیا جائے
خطاب چھاپے تاج ہند کا۔ یہ تاج عزت ہے
یہ تم پر خوب سجتا ہے کہ تم ہو متیوں والی
زبان دی اس خوشی نے بنے بانوں کی گلشن ہیں
مبارک ہو مبارکباد لکھنا قہر خادم کا

مبارکباد عطاے خطاب دیون بہادر بموقع تہنیت سال نو بہ عالیجناب
راے جے گوپال صاحب شٹھانا۔ بی۔ اے۔ ایل ایل۔ بی فائیننس ممبر گویا ر

یہ دریا دل ہیں عادل ہیں۔ یہ فیض رسانِ زمانہ ہیں
یہ نیک نفس۔ دیوان بہادر جے گوپال اشٹھانہ ہیں

مبارک ہے بہت انیس سو پچونتیس کا آنا
ہوئے دیوان بہادر رائے جے گوپال اشٹھانا
یہ ایسے نیک ہیں۔ انکا زمانے بھر گئے مانا
سبھی جاتے ہیں اسے فیض نواں میں کہ ہوں انا
کوئی کیسی ہی گتھی ہو اٹھیں آتا ہے سلجھاتا
انہیں آتا نہیں انھیں کسی کو کام میں لانا

مُسرت یونٹو سال نو کی ہر اک سال ہوتی جو
یہ وہ سال مبارک ہے کہ اس میں فضل بڑا آگ
زمانے میں کیا کرتے ہیں نکی چار۔ چھ۔ دس
یہ سب پر لطف کرتے ہیں سبھی کا ہے خیال ہو
مٹاتے ہیں یہ زور طبع سے ہر طرح کی الجھن
بڑے دانا۔ بڑے منصف۔ بڑے پاکیزہ ملت ہیں

دیانت میں بھی اچھے ہیں۔ امانت میں بھی اچھے ہیں
انھیں اوصاف نے انکو بنایا ممبر کونسل
پھر ایسا ہی انھیں دھو ہمارا جہ نے بھی جانا
نہیں کیا دل لگی ہے آج ایسا مرتبہ پانا

یہ اب دیواں بہاؤ ہیں۔ دُعا اب قہر کی یہ ہے
ابھی انکو اس سے بھی بڑے رُتبے پہ پہنچا نا

سہرے

سہرا بتقریب جشن شادی علیحضرت کیواں مرتبت ہزارانی نس ہمارا جہ
کر نل سرما دھورا دسندھیا عالیجاہ بہاؤ رام ملکہ

رہے سہرے کے سراب کیون ہو جاہ کا بہرا
بجائے رشتہ گوئدھا ہے اسے تار گج جان
پُر دے ہیں ہزاروں لعل گوہر اسکی لڑکیوں
نگہاں چشم بدکائن کے وقت جلوہ آرائی
نہے رفعت نہ ہے عظمت فلک بھی نذر کرتا ہے
یہ نوشہ مالک تخت و تاج ہے سخت حیران
مُرخ نوشاہ اوجھل ہو نگاہ چشم بدیں سے
زباں نے اتنے برپائے ہیں آج اس پر گلِ تحنیں
مبارک ہو تھیں جیجا ہارانی مبارک ہو
کہے ہیں قہر آوروں نے بھی عالیجاہ کے بہرے

کہ عالیجاہ کے سر پر بندھا ہو بیاہ کا بہرا
عجب مُنہ بولتی قصویر ہے نوشاہ کا بہرا
خراج معدن و دریا ہے عالیجاہ کا بہرا
ہوا ہے سستی انعام خاطر خواہ کا بہرا
شعاع دھر کی بدھی شعاع ماہ کا بہرا
اسے نوشاہ کا بہرا کہوں یا شاہ کا بہرا
بنا ہے اس لیے پردہ نظر کی راہ کا بہرا
کہ بہرے پر کُتر آؤراک ہے واہ کا بہرا
تمھاری آرزو کا ہے تمھاری چاہ کا بہرا
پسند آیا ہے لیکن بندہ درگاہ کا بہرا

سہرا بتقریب شادی بابو رام سرو عیث رام وراما سٹھوے خلف اکبر مصطفیٰ

کیوں نہ مسوؤ مبارک ہو گھڑی بہرے کی
اپنے سر پر اسے دیتے ہیں جگہ رام سرو پ
بنے سمت لڑی ایک ایک لڑی بہرے کی
ساری دنیا سے ہے تقدیر بھی بہرے کی

بڑے ارمان سے دیکھی ہے گھڑی بہر کی
پتی پتی ہے جواہر سے جڑی بہر کی
قابل دید ہے ایک ایک لڑی بہر کی
روخِ نوشاہ پہ جب آنکھ پڑی بہر کی
بہرے لے کے مبارک ہو گھڑی بہر کی

کیوں نہ ہو آنکھ مری جوشِ طرب سے پُر خم
اک طرف لالہ و گل۔ ایک طرف لعل و گہر
کثرتِ گل سے بنا حاصل گلشن بہر
فرطِ شادی سے وہیں بڑھکے بلائیں
یہ دعا قہر کی ہے دولت و اقبال بڑھے

بہر اتبقریب شادی چودھری سچداند سہاے۔ بی۔ لے۔ ایل۔ بی۔
ایڈووکیٹ لکھنؤ دامادِ مُصنّف

یہ پیارا ہے دولہ۔ یہ پیارا ہے بہر
بڑی آرزو کا تمہارا ہے بہر
مُصنّف جواہر سے سارا ہے بہر
تمہارا نہیں ہے۔ ہمارا ہے بہر
مبارک۔ مبارک۔ ہمارا ہے بہر
سعادت کا روشن ستارا ہے بہر
یہ نہ راس نے کہہ کر گزرا ہے بہر

آہوں کیوں نہ آنکھوں کا تارا ہے بہر
یہ ہو سچداند تم کو مبارک
گندھے ہیں بہت اس میں ہیرا و مُر
جھک کر یہ پھولوں سے کہتے ہیں معنی
کیا پیش جس وقت مالن نے لا کر
بڑھائے گا یہ عمر و اقبالِ دولت
نہیں قہر کے پاس اسکے سوا کچھ

بہر اپنا برتقرب شادی بابو بھگوان سُروپ رام سٹھو لے خلیفہ دُوم مُصنّف

بڑے ارمان کی بدھی۔ بڑے ارمان کا بہر
تنائی تھا کہ ہے اس گھڑی میں آن کا بہر
فرشتے دیکھنے آئیں گے کیا انسان کا بہر
نہیں دیکھا کبھی آنکھوں نے اس سامان کا بہر
نہ ہے اس شان کا طرہ۔ نہ ہو اس شان کا بہر
نہو ممنون کیوں نوشاہ کے احسان کا بہر

مبارک ہو نظر کو دیکھنا بھگوان کا بہر
نہیں بھولا سامانِ جین جسٹن آگیاں بر
زیں سے آسمان تک نے مچی ہو مہم سہرنگی
رگیاں میں بُرد کر غنچہ دل اس کو گوندھا ہے
جہانِ جسٹن و غنچہ میں یہ اپنے آپ ثانی ہیں
اسی نے باندھ کر سر پر نقد راسکا چھکایا

وٹائے عمر و دولت دے کے اہل بزم کہتے ہیں کہا ہے قہر تم نے یہ نئے عنوان کا سہرا

سہرا بتقریب شادی با بگو بند سُرُوپے راسٹھولے عرف منوہر سہائے۔ ایم لے۔
ایم۔ او۔ ایل خلیفہ سوم مصنف

یہ گھڑی ہسکود کھائی ہے تھے سہرے نے
کہ کھلی دل کی کھلائی ہے تھے سہرے نے
یہ ضیا حسن کی پائی ہے تھے سہرے نے
بات غنچوں کی بنائی ہے تھے سہرے نے
یہ اداس کی اڑائی ہے تھے سہرے نے
مختل عیش سجا ئی ہے تھے سہرے نے
قہر کو شکل دکھائی ہے تھے سہرے نے

وہوم شادی کی چائی ہے تھے سہرے نے
کیوں گل عیش نہ بن جائیں دل اہل نظر
ماہ و پرویں سے زیادہ گل تر ہیں روشن
یوں سہر بزم نہ کرتے یہ چنگ کر باتیں
سہر جھکا تا ترے قدموں یہ تھے سر چڑھنا
تجگو سٹھو دو مبارک ہو یہ گو بند سُرُوپ
آرزوؤں سے تمناؤں سے بندھکر سر پر

سہرا بتقریب شادی با بوبدری پر شاد و راسٹھولے بنی کام خلیفہ چارم مصنف

دل کانگڑا ہے مرے تخت جگر کا سہرا
بد رہے بدری پر شاد کے سر کا سہرا
رگ گل رشتہ جان تیار نظر کا سہرا
اور طرے پہ ہے طرہ گل تر کا سہرا
تو اُدھر فرق پہ ہے لعل دگر کا سہرا
اور اک سہرے پہ ہے تارِ نظر کا سہرا
ہے مرے نورِ نظر۔ تخت جگر کا سہرا

کون کہتا ہے کہ ہے یہ گل تر کا سہرا
ہو نہ کیوں بزم طرب اسکی ضیا سے روشن
جس نے دیکھا نہ دیکھے وہ مری آنکھوں سے
فرقِ لوشاہ پہ کیا خوب ہے بگر طری کی چھین،
پہلوؤں میں جوا دھر ہے گل تر کی بدھی
نکہ شوق ہے اپنی کہ بھی جاتی ہے
کیوں نہ اے قہر سائے یہ مری آنکھوں میں

سہرا بتقریب شادی با بوجنا تھ پر شاد و راسٹھولے خلیفہ پنجم مصنف

آنکھ کی راہ سے دل میں اُتر آیا سہرا

باندھکر جب مرا نورِ نظر آیا سہرا

غنیہ و خاطرِ احباب کھلانے کے لئے
دیکھ کر دیدہ انجم سے فلک کہتا ہے
چاندنی رات جو شادی کے لئے ٹھہرائی
بنکر اک گلشنِ کھلائے تر آئی بدھی
تھا جو اسکو نظر بد سے بچانا لازم
بن گیا عقدِ قرینا وہیں سر کاٹہ
کیوں نہ مسعود مبارک ہو گلین کی شادی
مہر اے قہر یہ ہے شام بہاری جی کی

نرم میں صورتِ بادِ سحر آیا سہرا
کب زیں پر کوئی ایسا نظر آیا سہرا
چاندنی رات کا بنکر تیار کیا سہرا
لیکر اک معدنِ لعل دکھایا سہرا
پردہ بنکر رخِ نوشاہ پر کیا سہرا
مہِ تاباں پہ جو ٹک نظر آیا سہرا
جاہ و اقبال کی لے کر خیر کیا سہرا
بند رہا بن میں جو تحسین نظر آیا سہرا

سہرا بنا بر تقریبِ شادی بابو سورج پر شاد و راستھو لے خلیفِ اصغرِ مصطفیٰ

گلزارِ محبت سارا ہے شونج کا سہرا اچھولوں کا
ہو کیوں نہ منور اس سے جس کیونکر نہ جیو یہ چکے
موتی حق اپنا جاتے ہیں نہ ٹھک رہے کی لڑیوں میں
وہ زیبِ گوشتِ نہایت سریوں بھی ہے اُس سے برتر
یکھری ہیں صبا کے جھوکے جس دم رخ پر اسکی لٹیاں
”ہو عمرِ طریٰ رقبالِ بٹھے دولت ہو فزونِ خوش حال“
ہے قہرِ نیرِ شادی بھی شادی کی مبارکبادی بھی

بیارا ہے شونج ج بیارا ہے شونج کا سہرا اچھولوں کا
قسمت کا روشن تارا ہے شونج کا سہرا اچھولوں کا
کلیاں کہتی ہیں ہمارا ہے شونج کا سہرا اچھولوں کا
کبتار سے بازی ہارا ہے شونج کا سہرا اچھولوں کا
خوردن آکے سنوارا ہے شونج کا سہرا اچھولوں کا
سر پہ بندھ کر یہ پکارا ہے شونج کا سہرا اچھولوں کا
یوں کہنا کام متھارا ہے شونج کا سہرا اچھولوں کا

سہرا بر تقریبِ شادی چودھری کشن پر شاد و خلیفِ چودھری امبکا پر شاد صاحب

رئیس بازارِ بھاؤ لال لکھنؤ

سنا ہر نظر ہر دل میں سہرا
چمکنے کو چمکنے کو برابر
گھڑی بہرے کی جہانِ پائے بھیں

پوچھا سہرے کے سرِ مغل میں سہرا
گلِ دگوہر بنے شامل میں سہرا
کرے گھر کیوں نہ انکے دل میں سہرا

<p>تماشا بن گیا محفل میں سہرا یہ رکھتا تھا متنا دل میں سہرا نظر آیا ہمیں محفل میں سہرا کھٹیا جاتا ہے کیا کیا دل میں سہرا سُروشاہ پر محفل میں سہرا حرم چو دھری منزل میں سہرا</p>	<p>تماشا بنی ہیں اسکے اہل محفل کشن پر شاہ بانہیں اپنے سر پر ہوئی پوری وہ حسرت آج اسکی ادائیں اسکی کیا دلنشیں ہیں مبارک ابیکا پر شاہ کو ہو عجب کیا تہر زہرہ گائے اگر</p>
---	---

سہرا بتقریب شادی حافظ ریاض احمد صاحب ریاض داماد جنابے لوی
محمد نوح صاحب نوح تاج الشعرا جانشین حضرت قلی غلامی لیس تعلیقہ دارنارہ اللہ آباد

<p>زیب دیتا ہے جس پر تری کیا کیا سہرا ہو مبارک تجھے نوساہ یہ تری شادی اہل محفل بھی کریں سیر بہار گلشن اس سے بڑھکر ہو کوئی تو کوئی دیکھے اسکو رشک پیدا نہ کہیں ہو چمن و دریائیں غنجہ غنجہ کھلا جاتا ہے نپے جوش نشاط لڑتی ہیں دیکھنے والوں کی نظر سے لڑیاں رکھ کر غلام بنا اور بنی کا باہم تجگو مسعود و سزاد اور مبارک ہو ریاض</p>	<p>کیوں نہ پیارا ہو کہ ہے پیائے کا پیار سہرا ہو مبارک تجھے نوساہ یہ تیرا سہرا خوبالن نے گل تر سے یہ گوندھا سہرا سایے عالم کی نگاہوں میں سما یا سہرا گل و گوہر کا بنا اس لئے مہر سہرا اپنے جامے میں نہیں پھو لا سہرا نظر بد کا نگہبان ہے کیسا سہرا نوح کی حسرت دل پوری کر یگا سہرا کس محبت سے لکھا تہرے تیرا سہرا</p>
--	--

سہرا بتقریب شادی قاضی سید بختیار حسن وکیل نور آباد ریاست گوالیار خلع
قاضی سید مقصود حسن صاحب حیرت مرحوم شاہجہان پوری تلمیذ خاں حضرت قلی غلامی

<p>بندھا جو سد یہ دُر آبدار کا سہرا نہ باغبان نے دیکھا نہ جوہری نے فنا</p>	<p>ہزار کا بھی ہوا سو ہزار کا سہرا اس آجے تاب کا ایسی بہار کا سہرا</p>
--	--

برابر اسکے کرداروں میں ایک بھی تو نہیں،
 زُمرِ دیں سرِ دستار ہے اگر طہرہ
 یہ دو عیش و طرب آج ہے تو وہ نہیں
 بنا بنی کی جو شادی بچی ہے ساون میں
 رواں جو ہے سرِ نو شاہ پر سرِ توسن
 گلے کا ہار بنی ہے اسی لئے بدھی
 بنیں گے اُرسی مصحف کے وقت تارنگاہ
 لڑی لڑی جو پُرونی ہے رشتہ بُجاں سے
 غلوں دل سے دُورِ نظم نذر کرنے کو

پلاے تو کوئی اس سے ہزار کا بہرا
 تو ہے جیس پہ گلِ نو بہار کا بہرا
 پلاے جامِ مے خوش گو ار کا بہرا
 بنے نہ کیوں رگِ ابر بہار کا بہرا
 سوار دیکھتے ہیں شہسوار کا بہرا
 کہ دے سکیگا نہ کچھ کام ہار کا بہرا
 رُخِ عروس پہ نوشہ کے پیار کا بہرا
 ضرور ہے یہ کسی جاں نشا کا بہرا
 لکھا ہے قہر نے یہ بختیار کا بہرا

سہرا بقرب شادی کُندائی سید اقبال احمد نقوی فرزند ارجمند جناب سید
 حکیم احمد صاحب نقوی بنی۔ لے۔ بدایونی سینئر ممبر کورٹ آف اردو گوالیار

اگر چہ گل سے بھی گہر سے بھی فیتہ بہرے کی
 مبارک ہوئے نو شاہ یہہ جگہ مبارک ہو
 زبائے تو بیاں اسکی خوشی کا ہو نہیں سکتا
 عجیب داب بھولوں سے اسے ماننے کو نہ دھاہو
 چٹک پنچوں کی لڑیوں میں کہے جاتی جو رہ کر
 چھکے مولل سے جان سے کیونکر کوئی اسکا
 یہ گل میں شمعِ چشم ازکی تو آنکھیں بند کیا ہوتیں
 رُخِ نوشاہ کا آئینہ اپنے پاس رکھتا ہے
 رہے کیونکر تہ تاب رُخ سے ہر گل سرنگواری اسکا
 جو سرِ طعکر بھی سر کے بل سرِ دامن تک آیا ہے
 بنا عقدِ نثر یا طہرہ خطِ لکشاں بدھی

سہرا اقبال احمد پر ہے یہ قیمت، بہرے کی
 بڑی چاہت بڑے امان کی ساعت بہرے کی
 مگر دل جانتا ہے خوب جو عشرت بہرے کی
 شام جاں بھی جس تہ نہ نہ کہت، بہرے کی
 کہ اک بھولتی تصویر کی صورت بہرے کی
 نہ وہ قیمت، بہرے کی نہ یہ قیمت، بہرے کی
 مگر رُخِ پُروں کا حیرت، بہرے کی
 نصیبے کا سگند ہے بڑی قیمت، بہرے کی
 ملائے آنکھ تھوڑے یکساں طاقت، بہرے کی
 لے آنکھیں سے قدروق یہ حسرت، بہرے کی
 یہ کھی با آسمانوں میں کیا عزت، بہرے کی

اسی سے چتر ہیں آج چتر عمریں میں ہے
اٹھے گا کس طرح بھر اسی مصحف میں چہرہ دگ
بجاتا ہے یہ ایسی ہی نظروں سے تیرے رخ کو
اسے پا کر بھلا کیونکر نہ دل مان پکا خوش ہو
سنا اچھی نبی لائے نبی اچھا بنا یاے
حکیم احمد تمہیں فرزند کی شادی مبارک ہو
بزرگ اس خاندان کے ہن جانیے والفقار احمد
تجست کیا اگر خوریں بھی اگر گائیں یہ سہرا
یہاں ہم کل بھی آئے تھے یہاں ہم اب بھی آئیں
کلام اچھا حکیم اچھے۔ یہ قہر اقبال منزل میں

رخ روشن کے ٹپے چاند پر ظلمت ہے، سہرے کی
اگر دوا لھاؤ لکھ کر رخ سے یہ آفت ہے، سہرے کی
جس جس آگین پر یہی خدمت ہے، سہرے کی
بڑی دولت، سہرا بھی بڑی دولت ہے، سہرے کی
یہی دی ہے شادی کی یہی ہمت ہے، سہرے کی
یہ سہرے سے نکو آج جو راحت ہے، سہرے کی
انھیں کہ دم سے یہ عزت ہے، بہر خدمت، سہرے کی
یہاں بزم طرب ہے خلدیں شہرت ہے، سہرے کی
جو وہ عورت تھی نچھت کی تو خدمت ہے، سہرے کی
بہت یاد ہے۔ بہت بھر مٹی کی نچھت ہے، سہرے کی

سہرا تقریب شادی پنڈت کرشن ناراین کول۔ بی۔ اے۔ - فرزند ارجمند جناب
پنڈت لاٹلی پرشاد صاحب کول ڈیٹا انسپکٹر جنرل میونسپلٹی ریاست گوالیار

اسی ن کی مٹائیں اگتے تھے پھول سہرے کے
بن رہا ہے کرشن ناراین کے جب سر پر تو مغل ہیں
تیرے چہرے پہ چمکاتے ہیں۔ نہکاتے ہیں بہر گو
نظر آئے لگا حُسنِ رخ نوشاہ سہرے میں
نہک اٹھے داغ اہل مغل یک یہ یک کیا کیا
دکھائیں کھل کے کلیوں پہاڑیں اپنی ابھیں
زباں رکھ کر بنیا پہو نزاکت کا نکالا ہے
اڑی ہیں گلشن فردوس تک انکی خوشبو نہیں
جھکا کر ہم نے گردن ل کی آنکھوں سے نہیں کھا
چمک کر آسمان پر کہہ گئے تارے شب شادی

سائیں آپ میں کس آج کھولے پھول سہرے کے
یتنگے بن گئے ہیں شمعِ شمع کے پھول سہرے کے
دیکھتے لعل لڑکیوں کے۔ نہکے پھول سہرے کے
کچھ اس انداز سے مانگ گوندھے پھول سہرے کے
صبا نے جس گھر مٹی کر کھلائے پھول سہرے کے
دکھائیں کیا نکلے شاخاں نے پھول سہرے کے
کیا کرتے ہیں آنکھوں سے اشارے پھول سہرے کے
کہ رضواں تو بھی یہ عزت دیکھ پھول سہرے کے
نہ حسین دم آنکھوں سے دل میں سمائے پھول سہرے کے
زیر پر ہم اگر ہوتے تو بنے پھول سہرے کے

انھیں کی دیکھتا ہے چشم حیرت سے جسے دیکھو،
یہ دیکھی بادہ خواروں کی کرامت بزم شادی میں
جو دودھ لکھا کے سُرخ پُر نور سے ہر گل مہر نو ہے
بلائیں لینے والی ماں سُرخ نوشاہ کی۔ دیکھا!
مبارک لاٹولی پر شا کو ہو دیکھنا سہرا
خوشی سی ہے خوشی اس کی شادی سی دی ہے
اب اس پر ایسی سی کی نظر بھی پڑ نہیں سکتی
بے عمر خضر۔ بخت سکندر۔ دولت قاروں
یہ کہی ہے خوب گلکاری تمہارا قہر کیا کہنا

بنے ہیں آئینہ حیراں بنا کے پھول سہرے کے
بُرس کر جب کھلا بادل تو بسے پھول سہرے کے
دُھن کی بھی جبین ہیں ستارے پھول سہرے کے
بلائیں لے رہے ہیں آج کہتے پھول سہرے کے
کہ ہیں انکی تمنائے دعا کے پھول سہرے کے
کھلے جاتے ہیں لہریں لینے پھول سہرے کے
مُحافظ ہیں سُرخ نوشہ کے سائے پھول سہرے کے
یہ کہہ کر چکے موتی۔ اور ہلکے پھول سہرے کے
بنائے ہیں گل مضمون سے اچھے پھول سہرے کے

نوید شادی بابوشیام بہادر خلف نشی پریم نارین حسنا تحصیلدار نور آباد۔ گوالیار

مئے گل رنگ ہے گلشن ہے۔ گھٹا چھائی ہے
زینت باغ ادھر ہے گل دریاں کی بہار
اک طرف دشمن ایاں ہے نگاہ نرگس
کیوں نہ ایسے میں بنیں شیاں بہادر دُلہا
صاحبِ صلہ جھانسی میں جو کھٹے سوچ بھان
انکے فرزند وہیں ہیں۔ وہیں جائے گی برات
آئے۔ کیجئے یہ میری تمنا پوری
آپ اگر جو مرے گھر کو کریں گے گلزار
اس قدم رنج کی کیوں قدر نہو گی مج کو

خوب رندان قدحِ خوار کی بن آئی ہے
رونقِ دشتِ ادھر لالہ صحرائی ہے
اک طرف تو بیکس سبزے کی انگڑائی ہے
عیش کا وقت ہے عشرت کی گھڑائی ہے
انکی دختر سے یہ نسبت ابھی ٹھہرائی ہے
التجا آپ سے اب یہ بہ جبین سائی ہے
دل مرا آپ کی شیرکت کا متنائی ہے
تو یہ سمجھو نگا مرے گھر بھی بہار آئی ہے
یہ قدم رنجہ مری منزلت افزائی ہے

روایات

دیکھا تو مکاں ہے لامکانی تیرا

پایا تو نشان ہے بے نشان تیرا

دبا ہے تجھی کو نازِ کیتائی پر تیرا نہ عدیل ہے نہ ثانی تیرا

ولہ

نظرِ دل سے کبھی چھپا نہ دیکھا نہ سنا
چھپنے میں بھی بے ضیا نہ دیکھا نہ سنا
پر دے ہے اور صنوِ نمودار رہی
اس حسنِ سا خود نما نہ دیکھا نہ سنا

ولہ

دیوانہ ہوا ہے۔ کب ہنداراتیں ہیں
یہ قہر پر یونٹوں کی سب گھاتیں ہیں
سر پر بھی نہ چار انگلیاں جو رکھتیں،
وہ بات کریں کسی سے؟ یہ باتیں ہیں

ولہ

اس پر دے کی خوب پر دہ داری نکلی
فقت میں ہماری جان تڑپانے کو
دیکھا تو نہ بھاؤں تک تمہاری نکلی
نکلی بھی تو دل کی بے قرار ی نکلی

ولہ

ہیں اور بھی تو جہاں میں حسرت والے
دیدتے ہو اپنی جان بھی دل دے کر
لیکن نہیں دیکھے ایسے اُفت والے
اے قہر ہو تم نئے محبت والے

قطعاتِ تاریخی

قطعہ تاریخِ وفاتِ حسرتِ آیاتِ مہلِ ہندوستانِ بیرالدولہ ناظمِ یاجنگ
بہادرِ فصیحِ الملکِ تواب میرزا خان صاحبِ آغ دہلوی اُستادِ مُصَنَّف

عید کے دن ماتمِ اُستاد سے
بیوفانی کیوں نہ کرتی زندگی
اٹھ گیا دنیا سے استادِ جہاں
دوسرا پھر اب فصیحِ الملکِ سا
داغ کے مرنے سے دئی مرگئی
حشر پر پا قہر ہر محفل میں ہے
بیوفانی اسکی اب دُکھ میں ہے
اب جہاں کی شاعری شکل میں ہے
کون اس اُجڑی ہوئی منزل میں ہے
داغ دونوں کا دلِ عاقل میں ہے

یہ تو سب سچ ہے۔ مگر ماتم ہے کیوں؟
 زندہ جاوید کی کیسی وفات!
 اے اجل تو کیا مٹائے گی اُسے
 وہ کہاں تیرے مٹانے سے مٹا
 مصرعِ تاریخ سے ظاہر ہوا
 یوں زمانہ کیوں غمِ باطل میں ہے؟
 داغِ زندہ ہر کسی کے دل میں ہے
 کس لئے اس سعیِ بیجا صل میں ہے
 داغ تو اب بھی مہِ کابل میں ہے
 ”دیکھ اجل اب داغِ سب کے دل میں ہے“

قطعہ تاریخِ انتقالِ پر ملا لعلِ عالیجنابِ منشی کنہیا لال صاحبِ دہلی کی کورٹ،
 گوالیار پیر بزرگوارِ مُصنّف

سایہِ مہرِ پیر جب سر سے اُسکے اٹھ گیا
 اُس نے رو رو کر لکھا یہ مصرعِ سالِ وفا
 رہ گیا زیرِ فلک جب قہر بے ہر پیر
 ”ذرا ناکارہ ہے اب قہر بے ہر پیر“

قطعہ تاریخِ رحلتِ چہرستِ عالیجنابِ منشی مصری لال صاحبِ سرشتِ دار
 پینشنر گوالیار غمِ نامداِ مُصنّف

حیف کیسا صدرِ جا نکاہ ہے یہ مرگِ غم
 ہو کے نگلیں لکھ دیا یہ سالِ رحلتِ قہر
 جس سے عشرتِ خانہ، دل خانہ ماتم ہوا
 ”انتقالِ غم سے ہسکواہ پیدائشِ غم ہوا“

قطعہ تاریخِ وفاتِ منشی چھوٹے لال صاحبِ میندار و رئیس بدایوں و ممبر
 میونسپل بورڈ شہرِ برادرِ خالہ زادِ مُصنّف دیوانِ حسبِ فرمایشِ اہلیہِ مرحوم و مفقودہ
 بیضعتِ توشیح

۱ آہ چھوٹے لال صاحب یہ نہ تھی ہکو خیر
 ۵۰ نام رہ جاتا ہے باقی۔ نام باقی ہو فقط
 ۱۰ یہ نہ تھا معلوم ہکو آپ رہنے کے نہیں
 ۵ ہو گیا یہ عمرِ مہر کا پٹنا اب تو ہمیں
 دُور اس دُنیا میں اتنا کم ہے گا آپ کا ۴
 قدرِ دالِ اسنِ م سے عالم ہے گا آپ کا ۱۰۰
 ہم رہیں گے اور ہکو غم ہے گا آپ کا ۵
 کیا کوئی دو چار دن ماتم ہے گا آپ کا ۲۰

۱	اب تو ہم ہیں اور غم ہے ہمارے دم کے ساتھ	۴	دم میں جب تک م ہے گانغم رہو گا آپ کا
۲	درو دل کس کو ٹھائیں - ٹھننے والا کون ہے	۵	آپ ہی سن جائیں اگر - دم رہو گا آپ کا
۳	ضبط کی تاکید کیوں ہے ضبط سے کیا فائدہ	۶	ضبط کرنے سے تو دل میں غم رہو گا آپ کا
۴	زہر اب کیوں نے نہیں یہ عزا دار و نکو	۷	اس طرح کب تک بھلا ماتم رہو گا آپ کا
۵	صنعتِ توشیح میں تاریخ لکھی قہر نے	۸	ہر سرِ مصرع سے پیدا غم رہو گا آپ کا
۹۶۸	۹۶۸	۹۶۸	۹۶۸

شعبہ

قطعہ تاریخ ترتیب دیوانِ چراغِ سخن مصنفہ جناب منشی حلال صدارتِ تلخیص خاص
حضرت داغ دہلوی

کے ہیں کیسے ”چراغِ سخن“ نے دلِ سخن
یہ قہر نے سراخلاص سے کہی تاریخ
کوئی یہ حُب کا عمل ہے کہ سحر سازی ہے
جنابِ رعنا کی اچھی سخن طرازی ہے

قطعہ تاریخ وفاتِ ابوالخیاں نوابناظم علی خاں صدارتِ تلخیص
تلخیصِ ارشد حضرت داغ دہلوی

ہجر کو چین لیا جلدِ ایل نے افسوس
حضرتِ ہجرت کا یہ سالِ ہجری
رگیا دل پہ جہاں کے سخن ہجر کا داغ
لکھ دیا قہر نے آخرِ سخن ہجر کا داغ

قطعہ تاریخ طبع جلد سوم تذکرہ مخمسانہ جاوید مولفہ لالہ سری رام صدارتِ تلخیص
نیلِ عظم دہلی

طربِ عیش کا آنکھوں میں سایا تھا سماں
تھا غضبِ جلوہ نیز نئی خوبانِ چین
مورِ سم گل کی ہوا سے وہ ہوا باندھی تھی
شابلِ فصلِ بہارِ ری جو ہوئی تھی برسات
کبھی جاتی تھی نظریں گلِ دریاں کی بہار
تھی ستمِ شیوہ بدستی مستان کی بہار
کہ اک اک گِز خزاں تھا چمنستان کی بہار
تھی عجبِ وجہِ فزا ابر بہاراں کی بہار

کثرتِ عیش سے بدلی تھی یہ غم کی صورت
 دشتِ پُرخار میں بھی دیکھ کے سبزے کی نمود
 پھول بن بن کے نکلتے تھے شرارے دل سے
 دیکھ کر اسکو کلی دل کی نہ کھلتی کیوں کر
 شاد بشارت تھا جی خوش تھی طبیعت میری
 پھول جھڑتے تھے دہن سے مے ہنگامِ کلام
 مجو حیرت تھی یہ کیا بات ہوئی بارِ خدا
 غیب سے آئی وہیں کان میں میکے آواز
 تذکرہ راے سری رام نے جو لکھا ہے
 جس کا ننھا نہ لھا وید ہے تاریخی نام
 جسکا ہر غنچہ ہے گلزارِ سخن کی زینت
 جسکا ہر حرف ہے معنی و بیاں کا زیور
 جسکے عنوان پر ہے مدحتِ آصف مرقوم
 تیسری جلد اُسی کی یہ چھپی ایک برس
 انتخابِ سخن اس طرح کیا ہے جس سے
 پوچھنا نظم کا کیا۔ نہر بھی وہ لکھی ہے
 کا غذا چھتا ہے چھپائی ہے نہایت ابھی
 طبعِ رنگیں کا جو لکھنا تھا مجھے رنگین سال
 مجھ سے ہاتھ نے کہا کس لئے خاموش ہو کر

وصل کی شب سے سو اُتھی شب، بھراں کی بہار
 باد آتی تھی بہت کو چہرِ جاناں کی بہار
 پھل پھڑکی جیسی تھی آوِ شرافِ شاں کی بہار
 اک نئے ڈھنگ کی تھی اک نئے عنوان کی بہار
 اور چہرے پکھلی تھی دلِ شاداں کی بہار
 قابلِ دید مگر تھی لبِ خنداں کی بہار
 نظر آئی ہے جویوں عیشِ فیراواں کی بہار
 دلکش اس وجہ سے ہے ابکے دستاں کی بہار
 جیسے سوجان سے قرباں ہے گلستاں کی بہار
 جس کا ہر جام ہے میخانہِ ستاں کی بہار
 جس کا ہر پھول ہے خسارِ حسناں کی بہار
 جس کا ہر لفظ ہے رد و کے دبستاں کی بہار
 جسے خاتمِ محبوب علی نحاں کی بہار
 دیکھے اس میں ہر اک طبعِ غزلخواں کی بہار
 نظر آتی ہے اک اک شعر میں یواں کی بہار
 جس کا ہر فقرہ ہے نظمِ درِ غلطاں کی بہار
 لوحِ رنگیں بھی ہے رنگِ رخِ خواں کی بہار
 دیکھ کر ہرے سے میرے دلِ جویاں کی بہار
 ”یہ بنی جلد سوم گلشنِ رضواں کی بہار“

دیگر

کیا سری رام دہلوی نے یہ
 شاعروں کے کلام کا اس میں
 ہیں سوانح بھی زندگی کے درج

تذکرہ لاجواب لکھا ہے!
 انتخابِ انتخاب لکھا ہے
 عمر کا بھی حساب لکھا ہے

جسکو آب و تاب لکھا ہے
کیا نصاحت کا باب لکھا ہے
جو لکھا لاجواب لکھا ہے
بیشال انتخاب لکھا ہے
اس میں حسنِ شباب لکھا ہے
منتخب - لاجواب لکھا ہے
سال بھی انتخاب لکھا ہے

جلدِ ثالث یہ اُس کتاب کی ہے
اس میں ہیں جلوہ گر فصیح المکات
کیا ہو اُن کے کلام کی تعریف
اور بھی شاعروں کے شعروں کا
ہو نہ کیوں اسکا یہ شبابِ حسن
سب سے جب اس کتاب کو ٹھیکر
چہرے اس کا زبرِ دہن میں

دیگر

علم میں جشلق و کرم میں لاجواب
ہے وہ اُردو نظم کا نادرِ نصاب
کرد یا برباد و سب عہدِ شباب
لکھ تو دے اتنی بڑی - ایسی کتاب
اسکی ہے تاریخ - عظیم انتخاب

ہیں سرِ پر ام ایک دہلی کے رئیس
تذکرہ لکھا اُنھوں نے اکِ ضعیف
کی ہے محنت سالہا سال اس قدر
ہم بھی دیکھیں کوئی اب اکِ دوسری
ہے جو یہ ہر انتخابِ منتخب

دیگر

وہ عالم - وہ فاضل - وہ قابل - وہ لائق
سخن سے ہیں یوں بھی تو اُن کے علائق
بڑی مدتوں سے زمانہ تھا شائق
لکھائی - چھپائی ہے سب اسکی فائق
کہ ہو یہ ہر اکھی پسندِ خلایق
اگر مصرعہ سال کے تم ہوشا فائق
”سری رام کی کانِ تالیف فائق“

سری رام کا وصف کیا کروں میں
مستثنو نہیں - تو سخن ہنسہم ہیں وہ
لکھا تذکرہ وہ اُنھوں نے کہ جس کا
یہ ہے تیسری جلد اُس تذکرے کی
اسے دیکھکر میں دعا دے رہا ہوں
نہ سوچو - نہ سمجھو - نہ پوچھو - نہ ڈھونڈو
کہو قہر لیکار کا سر اڑا کر

دیگر درِ صنعتِ نادر

چولالہ سری رام نگینِ تم

بتائید یزدان و فضلِ آتہ

رقم کردنخاۃ شاعراں
بہ نادر بکل سال غمناہ قہر

کہ از نشہ بادہ اش سرخوشم
بد یہہ نوشتم "سُورِ دلم"
۱۹۱۵ھ

قطعہ تاریخ وفات منشی عبدالرحیم خلیف منشی کریم بخش ساکن مراد آباد

چو شد عبدالرحیم از دار فانی
بہ فکر سال رحلت - مہر از غیب

دل پر و جواں صیدِ قلق شد
نداد و نادر آمد - "جباں بختی شد"
۱۳۳۳ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان چراغ سخن مصنفہ منشی حب لال صاحب عدلیہ خاص
حضرت داغ دہلوی رحمۃ اللہ علیہ

معطیہ ہے اہل سخن کا داغ
سخن ہم سمجھیں نہ اسکو سخن
جو شعر و سخن میں تھا فضل و کمال
کوئی کتنی ہی مدح اُن کی کرے
مبارک ہو اُردو کو اُردو کے سر
لکھی ہر نے اسکی تاریخ طبع

یہ ہکے ہیں گلہائے بستانِ رعد
یہ نکلا ہے سینے سے ارمانِ رعد
وہ چھوٹا نہ تاحسد امکانِ رعد
زیادہ ہے اُس سے کہیں شانِ رعد
رہے گا ہمیشہ یہ احسانِ رعد
چھپا خوب دلکش بہ دیوانِ رعد
۱۳۳۳ھ

دیگر وفائیتین

کہا ہو یہ رعد نے دیوان کی جاگ اپنرل سے
عجب ہے یہ عشق کا مرقع غضب نہ لے عیس ہیں اس کے
کسی کا سچے میں سر جھکا ہو تو کوئی زیرِ قدم مٹا ہے
بٹھا کے زدن کو میکہ میں بلا کے ساقی ہوش کو
فراق کے بعد جان سگی ہے یہ بات خوشی بات
بتا دیا جو کہ عشق اچھا لگتا نہیں میں میں شرکت اچھی

بیان کی ہو جدائی اچھی - بیان کیا ہو وصال اچھا
کسی چھب چھٹی پائی اچھی - کسی نے پایا جمال اچھا
کسی نے کی جہر سائی اچھی - کوئی ہو پایا مال اچھا
صراحی گل کی بنائی اچھی - بنا یا جامِ سفال اچھا
بھلائی سے ہو پرائی اچھی - اگر ہو اسکا آل اچھا
قریب سے ہو پرائی اچھی - قریب سے ہو ملا اچھا

یہ شاعری ہے کمائی اچھی شاعر ہی ہر کمال چٹا
لکھائی اچھی چھپائی اچھی۔ کو کوئی تھر سال چٹا
”زبان شیریں۔ صفائی اچھی بیان لکھش خیال چٹا“
۱۹۱۵ء

ہوئے ہر خوش شعر کہنے والے۔ ہوئے ہر خوش شعر سننے والے
چھپا بہتر دم کلام نگین ہوا۔ مراد دل بھی فکر آگین
میانِ بزم سخن سے فوراً صدائے کان میں یہ آئی

دیگر

آپ اپنی نظیر اب یہ ہے
رفکاب ماہِ نیر اب یہ ہے
نذرِ حشیم بصیر اب یہ ہے
خود شکرِ ادبیر اب یہ ہے
تیز پیکانِ تیر اب یہ ہے
اٹکا فیضِ اخیر اب یہ ہے
وجہِ نفعِ کفیر اب یہ ہے
کس قدر دلپذیر اب یہ ہے
”سخن بے نظیر اب یہ ہے“
۱۹۱۵ء

ہو گیا طبعِ رعد کا دیواں
وقتِ ترتیب تھا ”جراغِ سخن“
لوگ آنکھوں میں دیں جگہ اسکو
کتنا شیریں کلام ہے۔ گو یا
دلِ حُشاؤں و نکتِ حبی کے لئے
حضرتِ داغ اب کہاں باقی
شعر کہنا ہو تو اسے بڑھئے
ایک اک شعر ہے زبا نوں پر
مصرعِ سالِ طبع لکھ دو تھر

دیگر

جسے دیکھ کر سب نے کی واہ واہ
جلے اپنے دل میں بہت کینہ خواہ
کہ خیرہ ہوئی حاسدوں کی نگاہ
”جراغِ سخن کیا چھپا آج واہ“
۱۹۱۵ء

وہ دیواں چھپا حضرتِ رعد کا
ہوا جب یہ روشن چراغِ سخن
ہوئی روشنی اسکی کچھ ایسی تیز
کہا بکرمی سال یہ مہر نے

دیگر

چھپا اب وہ کلامِ رعد کیتا
لکھو اے مہر۔ ”نظمِ عالم آرا“

زمانے کو تھا جس کا شوقِ دیدار
اگر ہے طبع کی تاریخِ مطلوب

قطعہ تاریخِ عسلِ صحت جنابِ لوی محمد نوح صاحب نوح رئیس و تعلقہ دارانہ

ضلع الہ آباد ارشد تلمیذ حضرت داغ دہلویؒ

جبے رنجور اُسکے تھے بھائی
 رنج والا م کی گھٹا چھائی
 ہو گئی خستم نظم آرائی
 حضرت داغ کی زبان پائی
 اہل دہلی ہیں جسکے مشیدائی
 کوئی سختی کی تھی گرہ آئی
 آگئی راس چارہ فرائی
 جان میں جان فہر کی آئی
 یہ خبر کر گئی سیحائی
 تھی جو دل میں زبان پر آئی
 حضرت نوح نے شفا پائی

قہر ہو رہا تھا بہت انگلیں
 دل آندو گئیں پہ تھی ہر دم
 بھائی وہ نوح ناوی جن پر
 میر کی سادگی ہوئی حشم
 حسن ہے وہ بیان میں انکے
 جبے تکلیف سخت تھی اُنکو
 بارے فضل حکیم مطلق سے
 جب سنا تو ح ہو گئے اچھے
 اب طبیعت بحال اُن کی ہے
 سالِ صحت کی فکر ہوتی کیا
 بے سیر یا س لکھدی یہ تاریخ

قطعہ تاریخ سرفراز بی خطاب العین اب سید التفات رسول صاحب ہاشمی
 تعلقہ دار جلال پور رئیس سندیلہ ضلع ہردوئی

دُعائیں دیتے ہیں اقبال عمر کی احباب
 بلا ہے خان بہادر کا باشکوہ خطاب

ہوئے ہیں خان بہادر اب التفات رسول
 کہا یہ قہر نے سالِ نشاط خوش ہو کر

قطعہ تاریخ ملاقاتِ نوح و قہر در لشکر پایہ تخت گوالیار

کیا ہے سفر کتنی زحمت اٹھا کر
 نئے قہر سے نوح لشکر میں آ کر

وہ گرمی کی شدت وہ بارش کا موسم
 سرِ دل سے اے قہر تاریخ لکھ دو

قطعہ تاریخ عطائے خلعتِ مسندِ داری وزارتِ آبِ انبی خلیلِ منت

چند وحی راؤ صاحب انگریز سردار ریاست گوالیار

عطا کی ہے پھر اب مادھو ہاراجہ نے سرداری
خدا چاہے گا تو جاگر بھی ہو جائے گی جاری
کہ دکھیں آپکو پہنچے ہوئے یو شاک درباری
رہی پھر انگریز صاحب کو زیب قوم سزائی

مبارک ہو سرینت انگریز صاحب مبارک ہو
بلایا ہے آپ کو خلعت۔ ملی ہے آپ کو مسند
یہی تھی آرزو سب کی یہی ارمان تھا سب کا
سناؤ مہر تم اب سال یہ مسند نشینی کا

قطعہ تاریخ طبع دیوان جناب فی انانم علی خاں صاحب ہجر مرحوم رئیس شاہ پانہ
ارشاد تلمیذ حضرت دانع دہلوی

خود کلام ہجر ہے تلمیذ محبت
”گلشنِ اعجاز ہے تصنیف محبت“

ہجر کا دیوان کیا اچھا چھپا
قہر لکھدو تم بھی یہ تاریخ طبع

قطعہ تاریخ طبع دیوان جناب عبدالمجید صاحب آزل اسٹنٹ دفتر
چیف انجینئر انہار پنجاب تلمیذ خاں حضرت دانع دہلوی نور اللہ مرقدہ

جو غزل اس میں لکھی وہ دلکش و زیبا لکھی
طبع کی تاریخ ”نظم انجمن آرا“ لکھی

واہ کیا کہنا آزل کیا آپنے دیواں لکھا
مزدہ اسکے طبع ہونے کا سنا جب قہر

دیگر

ہر اد اچھتی ہے جسکی دل میں مثل نوکتیر
”بے بدل کیا لبت چس ہے یہ دیواں بظہیر“

ہے وہ مشوق معانی آج دیوان آزل
عیسوی سن میں لکھو یہ مصرع تاریخ قہر

دیگر

شہرہ ہو کیوں نہ اسکا ہندوستان میں گھر گھر
تاریخ قہر لکھدو تم۔ ”بے نظیر۔ برت“

عبدالمجید آزل کا اچھا چھپا یہ دیواں
اٹیس سوچو ہتر۔ ہے سال طبع اس کا

قطعہ تاریخ وفات واقف قین سخن ماہر عروض و قوافی مولوی سید
عبدالاحد شمشاد لکھنوی منیجر مدرسہ چشمہ رحمت غازی پور

آفتاب آسمانِ نظم و راوی عروض
چل بے عبدالاحد شمشاد دعاوی عروض
۱۹۷۴ء

خلق میں لے قہر جب آنکھوں سے اوجھل ہو گیا
بکرمی نکلا اجیل کے قلب سے سالِ وفات

قطعہ تاریخ انتقال پر ملال جناب قاضی عزیز الدین رشتاں جیوری
شاگرد جناب حسان شاہماں پوری

سب عزیز و آشنا مصروف ماتم ہو گئے
”ہائے کیسے ٹٹ گئے“ ”کیسے نصیب سو گئے“
مگر بھوکوٹھ ہمارا آنسوؤں سے دھو گئے
کیا ستم ہے چار دن میں ایک گھر سے دو گئے
مرنے والے مر کے گم اس میں جب اُسکا ہو گئے
جب ہمیشہ کے لئے وہ زیر تربت سو گئے
وہ لگائیں کھوج کیا اُنکا۔ جو خود ہی کھو گئے
وہ نہیں آتے ہیں پھر کر۔ اس جہاں سے جو گئے
اُنکو مونا تھا جد اہم سے۔ جد اوہ ہو گئے
اُنکو سمجھانے جو آئے۔ وہ بھی آکر رو گئے
صبر کر کے صبر کرنے والے گم ٹھم ہو گئے
ٹھارو۔ قاضی عزیز الدین رشتاں جیوری کو گئے
۱۹۱۸ء

جا کے رشتاں نے کیا جنم وطن میں انتقال
خضر بر باگھریں گھر والوں کے ان نالوں سے تھا
رو کے اب منہ دھوئیں کیا ہم جب عزیز الدین ہی
کیا غضب سے ساتھ اپنے لئے گئے غارت کو بھی
مزرعوں میں نہال غم ہر اکبوں کر نہ ہو
اپنے بھائی کے لئے پھر کیوں نہو غمگین یا ض
فرط غم سے ہے کہاں احباب کو اپنی خبر
صبر کرنا چاہئے۔ بے صبر ہونا ہے فضول
یہ سمجھ لو کہ ان ہم سب کو ہونا ہے جدا
تھی ادھر تاکید ضبط غم۔ ادھر یہ حال تھا
صبر مشکل تھا مگر اس کے سوا چارہ نہ تھا
قہر غمگین سے نہایا اُنکو یہ سالِ وفات

قطعہ تاریخ وفات نعیم النساء زوجہ سید فضل حسن مسیح پوری
منیجر لبر فیکس طرہی گوالیار

ازین جهان وہ گلزارِ خلد گشت مُقیم
”شدہ پسندِ نعیم النسا ریاضِ نعیم“
۱۹۱۸ء

چو رفت زودِ تفضلِ حسن فتح پوری
نوشت قہر بہ سالِ مسیح سالِ وفات

قطعہ تاریخ طبع دیوان شاہ سید حامد حسینِ حامد سجادہ نشین درگا
شاہ ارزاں دیوان واقع عظیم آباد پٹنہ و تلمیذ حضرت داغ دہلوی

فقر میں بھی فراغ اچھا ہے
یہ پتا یہ سراغ اچھا ہے
شعر میں رنگِ داغ اچھا ہے
تکرا اچھی - داغ اچھا ہے
یہ گلِ باغِ داغ اچھا ہے
شاعری کا یہ باغ اچھا ہے
گو ہر شب چہراغ اچھا ہے
سام اچھا یاغ اچھا ہے
قہر لکھتے فیضِ داغ اچھا ہے
۱۹۲۰ء

شاہِ حامد حسینِ حامد کو،
زیب درگاہِ شاہِ ارزاں ہیں،
حضرتِ داغ سے تلمیذ ہے،
خود بھی اک خوش بیان شاعر ہیں
طبع اُنکا ہوا ہے اب دیوان
کیا تو تادہ ہیں گلِ مضمون
یہ پئے روشنیِ بزمِ سخن
بادِ عشق و عاشقی کے لئے
اِسکے چھینے کی عیسوی تاریخ

چھپ گیا دیوان رشکِ گستاں
قہر کہدو ”باغِ گلبرگِ سیاں“
۱۳۳۸ھ

شاہِ حامد کا بفضلِ ذوالمتن
سالِ ہجری طبع کا پوچھیں اسکر

عارضِ حسن کا بنا ہے جمال
”نورِ عارض“ ہے اِسکا افضلِ سال
۱۳۳۸ھ

چھپ کے حامد حسین کا دیوان
قہر - تاریخ سوچتے کیا ہو

قطعہ تاریخِ رحلت جناب منشی و نایک شاد صاحب طالب
بنارسی تلمیذ خاص حضرت داغ دہلوی

رہ گیا قالب ہی قالب جیفت، افسوس ہے
”ہو قضا لب دوزخ طالت جیفت، افسوس ہے“
۱۳۳۸ھ

زمزمے اب طالبِ خوش فکر کے باقی نہیں
قہر اس خاموشیِ دائم کی یہ تاریخ لکھ

قطعہ تاریخ وفاتِ منشی عابد علی خوشنویس گوالیار

ہو گیا عابد علی جاؤ و رقم کا انتقال
دی نہ ہا تفت ”یہ تیرہ سو اثنائیس سال“
۱۳۳۹ھ

اُٹھ گیا دنیا سے فنِ خوشنویسی کی قلم
قہر کو تاریخِ صوریِ معنوی کی فکر تھی

قطعہ تاریخ طبع دیوانِ دوؤم طوفانِ نوح مصنفہ جناب تاج الشعرا
ناخداے سخن مولوی محمد نوح رئیس و تعلقہ دارنارہ ضلع اہل آباد
جانشین حضرت داغ دہلوی

بہت ہو نحو بصورتِ اسکی تاریخ
نکالے اب یہ حسرتِ اسکی تاریخ
منائے اسکی عشرتِ اسکی تاریخ
بڑی ہے در حقیقت اسکی تاریخ
یہ دیتی ہے شہادتِ اسکی تاریخ
بہت پائے گی عزتِ اسکی تاریخ
اسے کیا دے گی فہرتِ اسکی تاریخ
کہے کیا کوئی حضرتِ اسکی تاریخ
نہو کیوں بیش قیمتِ اسکی تاریخ
نہیں اہل بصیرتِ اسکی تاریخ
تو ہے ”زیبِ فضیلت“ اسکی تاریخ
۱۳۳۹ھ

چھپا یہ دوسرا دیوان بہت خوب
اسے تھی اس میں چھپنے کی تمنا
مراد اسکو یہ منہ مانگی رہی ہے
جنابِ نوح کا طوفان ہے یہ
فصاحت کے بہائے اس دریا
کلامِ جانشینِ داغ یہ ہے
ہوا یہ آپ مشہور زمانہ
یہ خود تاریخِ حسن و عشق کی ہے
یہ ہے جانِ بیاں کانِ معانی
کرے آخر کہا تک قہر تعریف
جو ہے یہ شاعرِ فاضل کا دیوان

قطعہ تاریخ طبع مجموعہ نظم مہموم بہ رفیقِ مسلم مصنفہ منشی احمد دراز خان

عاجز تلمیذ تاج اشعرامولوی محمد نوح صاحب نوح ناروی جانشین حضرت داغ دیوئی

کلام پر لطیف ہے سراپا بتائے مہر اس کے حسن کیا
لکھنے لکھنے چھاپے چھاپے نہایت اچھا ہے خوشنما ہو
ہوئی ہو فتح جہانج دیں۔ تو اس کا یہ حال طبع سینے
جناب جرز۔ رفیق مسلم کلام قومی جہاں کشتا ہو

قطعہ تاریخ طبع دیوان "برقِ تخیل" مصنفہ جناب بوالشوق قیر منشی منظور احمد صاحب

افسر امر دی

کس قدر پُر سوز ہے۔ پُر درد ہے طرزیایاں
درد مندانِ محبت کی یہ گویا جان ہے
اک مرقع ہے نیاز و ناز کا سارا کلام
عاشقوں کا دین معشوقوں کا لیلیہاں ہے
کیون سمجھیں بھروسے ہم اک کتابِ حسن و عشق
عشق کا سرمایہ اس میں حسنِ کسا مان ہے
دل گئی اس کی زبان چاپ سے تاریخِ قہر
خوب افسر کا درنایا ب یہ دیوان ہے

۱۳۲۲ھ

دیگر

جب نیا پھچپ ہا ہے "برقِ تخیل" آج کل
کیا کہ قہر مسکو کیا قہر کا جی خوش ہو
سالِ فصلی طبع ہی کے دل سے نکلا فی البیہ
خوب افسر کا کلید عقل یہ دیوان چھپا
نکلا فی البیہ

۱۳۲۳ھ

قطعہ تاریخ وفات عبد الغنی فرزند ڈاکٹر ریاض الدین صاحب
سنہ ۱۳۲۳ھ

ریاض الدین کو اے مرگِ فرزند
دیا جب تو نے غم عبد الغنی کا
گئے لشکر سے لکھو اگر یہ تاریخ
ہوا ہم کو الم عبد الغنی کا

۱۳۲۴ھ

قطعہ تاریخ طبع دیوان "شہرہ آفاق" مصنفہ منشی غلام حسین خاں
آفاق بنارس تلمیذِ جلیلِ لُقادر نواب فصاحتِ جنات در حضرت جلیلِ انجوری

پڑ رہی ہے آج جس پر ایک عالم کی نگاہ
کہ دیا دیوان ایسا تھا یہ کام آفاق کا
کیوں نہ ہو ہر شعر اس کا غیرتِ شعرِ حوس
جانتے ہیں سب اس ہے مقام آفاق کا

ہر سخن اپنی جگہ رکھتا نہیں اپنا جواب کوئی بدش - کوئی پہلو حُسن سے خالی نہیں جو اسے پڑھتا ہے ہو جاتا ہے دل سے مُرتقہ پڑھنا اسکی دنیا سے اس طرح آفاق ہو شہرہ آفاق جسکا نام ہی رکھیں حلیل قہر اس دیوان کی تاریخ بھی تم یہ کہو	یا رباعی - یا غزل - یا ہے سلام آفاق کا اللہ اندر سے سخن میں اہتمام آفاق کا جو اسے سُنتا ہے بی لیتا ہے جام آفاق کا جس طرح آفاق میں روشن ہو نام آفاق کا وہ سخن کیونکر نہ ہو شہرہ عام آفاق کا شہرہ آفاق ہے ہشک - کلام آفاق کا
---	---

قطعہ تاریخ وفات منشی بہت سہا حے صا سکینا بریلوی وکیل و مجسٹریٹ گوالیار

قہر نیکی کا صلہ بہت سہا وہ نہیں نکلیں گے - نکلے گا گمر	خُلد میں پائیں خُدا سے پاک سے سالِ رحلت - "خدا طعنیاک" سے
---	--

قطعہ تاریخ تعمیر خانہ باغ جناب سید حکیم احمد صاحب نقوی بدایونی
بی۔ اے۔ سکریٹری جوڈیشل ٹری پارٹنٹ گوالیار

جو سید حکیم احمد این خانہ باغ مسی رسم کرد تاریخ قہر	بنا کر در شک ریاض نعیم عَدیم البَدلِ چاغہ باغ حکیم
--	---

قطعہ تاریخ طبع دیوان "دُرِ کیتا" مصنفہ منشی شکر سُرُوب صاحب مفتوں
رشتہ آبادی تلمیذ حضرت نوح نازجی انشین حضرت قلعہ

کلام اپنا جو چھو ایا کیا احسان "یہ مفتوں" نہیں کیوں کسی یادگار مرگہ اسکو جناب نوح جو ہیں جانشین وارِ سخنور کے نہیں کھوئی اناس کے ازل ک شعر مفتوں بھلا کیا خاک ہوگی اس سے نسبت گنج فاروں کو	دعائیں دے رہے ہیں دل نہیں ہر آنکے منوں کا کہ ہے اب تو ہی آرام آنکی جان محروں کا یہ دیواں ہے دُرِ کیتوں انھیں کے فیض کتنوں کا کہ ہے جو شعر اسکا وہ اثر رکھتا ہو آسنوں کا یہ دولت ہے معانی کی خزانہ ہو یہ مفتوں کا
--	--

سنِ ہجری میں سالِ طبع اسکا قہر یہ لکھ دو

چھپا ہے دُرِ یکتا آج یہ دیوانِ مفتوں کا

قطعہ تاریخ طبع دیوان "نوزِ بیدل" مصنفہ شیخ محمد دلاور بیدل متوطن بہار پور
و خود ساکن حال گزر گنج پشا و زلیخہ حاصل میر الکلام حسان انہند
حضرت غریب مرحوم و مغفور بہار پوری

شاعرانِ نغز گو میں آ جکل
یہ دلیری ہے مگر کس لطف کی
رہنے والے ہیں ستہارن پور کے
ہیں یہ تلمیذِ غریبِ بکتہ داں
مانتے ہیں یہ فصیح الملک کو
اور جو ان سے ہوئے ہیں فیضیاب
دل سے ہیں دلی کی بولی پر فدا
ہیں یہ قادیانِ نظم کی ہر صنف پر
واقعہ قنِ رموزِ شمس ہیں
ہیں غرض بیدل نہایت بختکار
نوزِ بیدل۔ انکا دیوان بیدل
فارسی۔ اردو جو توام اس میں ہیں
خوب پرکھا ہے انھیں مرآت نے
بیٹھکر پردہ نشین کے دھیان میں
چال سے طاؤس کی دے کر مثال
اُف سے جذبِ عشق کی کیڑیاں
گو یہ حُسن و عشق کا میخانہ ہے
یہ دورنگی اسکی کرتی ہے عیاں

حضرت بیدل بھی ہیں انکوش کلام
ہیں تو بیدل۔ ہے دلاور انکا نام
اور رکھتے ہیں پشا وریں قیام
شاعری میں خجکا بر تر تھا مقام
تھے جو خرمند۔ استادِ نظام
کرتے ہیں انکا بھی دل سے احترام
اور ہیں پئے پر اُس کے صبح و شام
ہو غزل۔ یا ہو رباعی۔ یا سلام
جانتے ہیں خوبیاں اسکی تمام
مانتے ہیں اسکو سائے خاص و عام
چھپ رہا ہے اب بہ حُسنِ اہتمام
مثلی جوڑا ہے دو پیکر یہ کلام
ہو نہیں سکتے ہیں کھوٹے اسکے دام
دل سے آنکھوں کا لیا ہو خوب کام
حُسن والوں کا دکھایا ہے خرام
گُز دین کھتے ہیں اس میں ایک نام
ہیں عرفاں کے بھی کچھ اس میں جام
ہو گا یہ دیوان مقبولِ آ نام

”حضرت تبدیل کا ایسا نفع ہے کلام“

اسکے چھپنے کا کچھ بیس سال ہوسا

قطعہ تاریخ انتقال زندہ دل خوش بیاں میان خاں متوطن ام پور مقیم لشکر گوالیار

اسکی اب ترکیب جسم و جاں نہیں
آہ غم! موجود دینے خاں نہیں

باعثِ تفریح تھا جس کا وجود
کہد یا یہ ہوسا نے سال وفات

قطعہ تاریخ طبع دیوان دُوم مشہور آفاق، مصنفہ منشی غلام حسین خاں آفاق
بنارس تلیڈ جلیل لقا نواب فصاحت جلیل در حضرت جلیل انیسوری

ہوا زب زباں مشہور آفاق
لکھا ”مشہور جاں مشہور آفاق“

جو نام آفاق کے دیوان کا چھپ کر
تو سال طبع اُسکا ہوسا نے بھی

قطعہ تاریخ وفاتِ حسرت آیات شاعرہ گمانی زبانبہ خباب بیگم فخر النساء صاحبہ حجاب بھاپنوی
ارشاد تلیڈ حضرت جلال لکھنوی مرحوم و مقور

آرام بے حساب وہ ہیں امن خلدیں
فخر النساء حجاب بھاپنوی امن خلدیں

جو زندگی میں بل نہیں سکتے کسی طرح
تھکیں ہر کس لئے تاریخ کہہ کے دیکھ

تقریظ منظوم جلد سوم تذکرہ تنحاشہ جاوید، مولفہ لالہ سری رام صنائیم اے سیں عظم شہر دہلی

ہو واقعہ کوئی کہ ہو مضمون خیالی
ایک کوئی مضمون نہیں تاثیر سے خالی
سانچے میں ڈھلی نکلی ہے جو منہ سے نکالی
جب کا بجز انکے کوئی وارث ہے نہ والی
جاتی نہیں اسنے کبھی چہرے کی بجالی
کی بات تو ہر بات میں اک بات نکالی
گویا روشن قبل غم اُڑالی
زندوں سے جو کی بات تو زہاد پہ ڈھالی
ہٹ جائیں اگر قطب جنوبی و شمالی

ہر بات جہاں میں شعرا کی ہے تالی
جادو کا اثر رکھتی ہے تقریر دل آدین
یار کوئی نکساں ہے یا انکی طبیعت
وہ ہاں ہے بونچھن غم کی ان کے
آزادہ کسی حال میں ان کو نہیں بیکھا
چپ بیٹھے تو قربان غموشی ہوئی لب پر
اس طرح چھپے ہیں یہ گلزار سخن میں
سیکھے کوئی ان کو کون سے اندازِ سخن
جو بات یہ کہہ دیں گے پھر اُس سے نہ ہینگے

ہر پھول سے یہ گوندھتے ہیں بار سخن کے
 جبٹھوڑتے ہیں سُرخ لب کی کوئی تشبیہ
 ہر چشم گہرا کر کے اشکوں سے بنا کر
 مرجاتے ہیں اندازِ خموشی پہ کسی کے
 اللہ سے نزاکت نہ دین ہے نہ کمر ہے
 دیکھو تو انھیں پیار کی باتوں میں انھوں نے
 جس طور سے چاہیں یہ کریں صرف نظم
 جی چاہا تو جاگی ہوئی قسمت کو سلایا
 دل میں جو سہا کوئی اندازِ جُنوں کا
 صحرا میں لگی پیاس تو صحرا میں پئے افک
 زاہد کی مذمت سے کیا ہے کبھی جی خوش
 یا ہجر کی شب بند کئے دل میں سب ماں
 یا دل ہی میں اک شوخ کو مہمان بلا کر
 جنت میں بھی دُنیا کے حسیں یاد ہویں
 عشق اِکھا کر پاک ہے عاشق ہیں یہ سُر
 لاتے نہیں یوں چھپکے یہ مینا نے سے بول
 یہ رند سیرت ہیں صہبائے سخن کے
 گل رنگ مئے ناب سخن پیتے ہیں ہر وقت
 نغمہ جاوید سے مے ان کو بلا کر
 دُنیا میں بھی انکے لئے اک بحرِ کرم نے
 اب اس میں یہ سب ندہ جاوید ہیں گے
 نغمہ جاوید ہے یا بزم سخن ہے
 یہ تذکرہ وہ تذکرہ ہے جسکے سخنور

ہے انکی طبیعت چمنِ نظم کی مالی
 گلشن سے پھولوں کی اُڑلاتے ہیں لالی
 موتی کی نہا دیتے ہیں یہ کان میں بالی
 جی جاتے ہیں سُکرِ لبِ موش سے گالی
 یہ سبے جدا رکھتے ہیں معشوق خیالی
 کس پیار سے اُردو کی زباں بھی کبھی پالی
 قدرت انھیں سونپی ہے اس گنج کی تالی
 بن اکی تو بجز طبعی وقتِ دیر سبالی
 معنوں کی طرح سر پہ ہیں خالِ اُڑالی
 سستے میں لگی بھوک تو ٹھوکر کوئی کھالی
 مینا نے کی تعریف رندوں سے دُعالی
 یا وصل کی شبِ حسرتِ دل خوب نکالی
 آئی ہوئی سر پر سے گھڑی ہجر کی ٹالی
 اللہ سے ان لوگوں کی آشفہ خیالی
 بے دل کے مرقع میں جو تصویرِ جمالی
 واعظ کی پڑی اکھ تو دامن میں چھپالی
 انکے لئے آئی ہے گھٹا جھوم کے کالی
 خالی کبھی رہتی ہی نہیں ان کی پیالی
 ساتی ازل نے کئے خمِ مسکڑوں خالی
 نغمہ جاوید کی نبیا دیہہ ڈالی
 صورتِ یہ نئی ان کی بقا کی بھی نکالی
 ہیں اس میں ہزاروں شعرا ماضیِ جمالی
 رکھتے ہیں وہ رتبہ جو ہر اعلیٰ سے بھی عالی

اس تذکرے میں اب وہ نظر آتے ہیں ہکو
انکے لئے دیکھے ہیں کئی ہند کے قصبے
دولت بھی نصیب بھی اٹھائی جو بہت کچھ
مشہور شخصوں کے حالات لکھے ہیں
شاعر جو گرے جاتے تھے پھر اُنکو ابھارا
ایک ایک کے اس طرح کے منتخب اشعار
کلیاں چنیں ہر طرز کی ہر باغ سخن سے
حالات و آویر میں اشعار ہیں دلکش
اٹھ گئی اٹھائے کسی کے نہ جہاں میں
مٹنے سے بچا یا ہے فن شعر و سخن کو
ہیں نیک دل و نیک منش نیک طبیعت
فاضل نہیں۔ ہیں رشید افضال کے وارث
ہے شوق لڑکپن سے انھیں شعر و سخن کا
اس کام کا کیا کہنا۔ یہ وہ کام ہے جس سے
دیدے کے بپے سیکڑوں دیوان لئے ہیں
اُن لوگوں کے دیوان بھی چھپوائے اُنھوں نے
بالیں پہ گئے اُن کی جو دم توڑ رہے تھے
تھکٹ سے کیا صاف اک اک چام سخن کو
چمکایا ہے ہر طرح غرض اہل سخن کو
ہندو کی مسلمان کی تفریق نہیں کچھ
یہ تذکرہ مجموعہ ہے اشعار کا نادر
دو جلدیں اسی تذکرے کی پہلے چھپی ہیں
اس جلد میں جتنے شعرا جلوہ نما ہیں

جن لوگوں کی صورت نہ کبھی دیکھی نہ بھائی
انکے لئے چھانے ہیں بہت شہر و جوالی
جب جا کے بے یہ دیر مضمون خیالی
گناہوں کی گناہی پہ اک روشنی ڈالی
بے قدر ہی نے جو بات بگاڑی تھی بنالی
جس طرح پڑھتا ہے کوئی لعل و لالی
ہر رنگ کے پتھروں سے بنائی ہے بیڑی الی
دیکھے انھیں اب آنکھ جو ہو دیکھنے والی
یہ پوٹ جو احسان کی ہے باندھکے ڈالی
یہ لالہ سمری رام کی ہے ہمت عالی
دل کا جو غرض و وعدہ رشک سے خالی
عالم نہیں ہیں ملکیتِ علم کے والی
اس کام کی بنیاد اسی شوق نے ڈالی
مردوں کو کیا زندہ۔ تو زندہ دے دعا لی
ایسوں سے جنھوں نے یہ گراں حس چھپالی
شہرت کو سمجھتے تھے جو اک خام خیالی
دب جاتی جو ساتھ اُنکے وہ دولت بھی گالی
اک اک کی بیالی یو نہیں انکھوں سے کھنکالی
صورت شعرا کی بخدا خوب سنبھالی
ہے قابلِ تعریف یہ آزاد خیالی
تاریخ سخن ہے یہ زمانے سے نزالی
اب تیسری جلد اسکی یہ چھپوائے نکالی
ہے مرتبہ اُنکا مری تعریف سے عالی

جس طرح کوئی رات ہو اُجلی کوئی کالی
ہے نور کے سانچے میں بہر طور یہ ڈھانی
حُسنِ دانے بھی دیکھ کے جان اپنی حبلا لی
اللہ کرے اور بڑھے ہمتِ عالی

یوں اسکی سفیدی و سیاہی ہے نمایاں
ہے خوب لکھائی۔ تو چھپائی بھی ہے مرغوب
کیا آب ہے کیا تاب ہے اس جلد کی ولند
ہے دیکھ کر اسکو یہ دعا مہر لب پر

اشعارِ متفرق محاورات

الف

مجھ سا کوئی۔ آپ جیسا کوئی کیوں ہونے لگا
مجھے خراب مئے دل کی آرزو نے کیا
آبِ وہ تم سے ستم نہیں ہوتے یہ کیا ہوا!
ادھر آؤ۔ دکھاؤ تم جگر۔ میں یوں مانو نہ لگا
بھروسہ کیا کرے کوئی کسی کا
خُندو سے کہا۔ آپ کو دیکھنا!
میری خطا نہیں ہو مجھ کو نہ ساق لینا
دل نے تیری زلف میں اپنا بٹھیتا کر لیا
وہ نہ مانا ہے۔ نہ مانے گا تبھی میرا کہا
بانگی ادا نے اور بھی اُس کو اڑا دیا
اب اُنکے نہ آنے کا گماں ہو نہیں سکتا
ڈھونڈتا تیرا نگہیاں سرِ محشر پھرتا
پڑھتے ترے اشعار ہی دیکھا جسے دیکھا
دل اپنا فدا کرنا انگشتِ ناہونا
کسی کو خوار کسی کو امید واکیا
دل بھی لیسا تو اُسے ٹھوک بجا کر لینا

با وفا۔ بے مہر۔ اتنا کوئی کیوں ہونے لگا
ستم کیا نہ فلک نے۔ نہ جور تو نے کیا
ہم نورِ دِالم نہیں ہوتے۔ یہ کیا ہوا!
کہا جب بس میں لکھوں اے الف تہ تو وہ بولے
نہیں ہوتا ہے جب ل ہی کسی کا
مری التجا سُن کے اُس سمنے نے
لڑے تیرے سے تم۔ لڑا جو غیر تم سے
میرے پہلو میں تپنے سے ملی اُسکو نجات
دل تو ہے اپنے کہے کا۔ اُس سے میں کچھ کیوں کہوں
یو نہیں بلا تھا۔ قہر تھا۔ آفت تھا وہ حیس
وہ کہتے ہیں جب چاہو تصور میں مِلا لو
لطف ہوتا جو تجھے دادِ طلب لیجاتے
قہر ان میں محبت کے جو مضمون بھر کہیں
الف میں حیسوں کی دِل سے سو کیا
یہ شیوہ کیا تری نظروں نے اختیار کیا
اُن سے اُن سے نگہِ ناز کی یہ ہنسیا ر می

وے مجھے اب آسماں کچھ اور کھانے کے لئے
 نہ نکلتی ہے۔ نہ ڈھلتی ہے۔ نہ جاتی ہے قیامت کے
 کسی پر نہیں زور چلتا کسی کا
 اب کیا کر گئے نالہ و فریاد کر کے قہر
 جب کہا کیا دلنشیں ہے خیالِ رنجِ بے چہر
 خدا حافظ مرے درو نہاں کا
 وعدہ وصل سے انکار کرنا ظالم
 دشت میں محفلِ تری یا داگئی
 اب کرتے دھرتے کچھ بھی بن آتی نہیں اُسے
 یہ ایذا و دستِ اچھا ہونا تھا کبھی اسکو
 زخمِ دل کا بندھ گیا انگور جب
 وہ تری قہر کی نگاہیں۔ اور
 ٹوٹ کر آ رہی ہیں کیوں مجھ پر
 جا بھی۔ ہم نے دلِ شیدا تری ہشت دیگی
 رات میخانے میں کیا بات ہوئی تھی ساتی
 دوہی دن میں غمِ محبت نے
 وہ برسے تھے جس دم دلِ زار پر
 یا خدا۔ اب کون سے میری گواہی حشر میں
 رہے گا ہم سے الگ ہی الگ نہ مانے گا
 مجھے بو آ رہی ہے ہر نفس کے ساتھ کیا باعث
 سیکڑوں کا آج تیغِ یار نے
 پھیس کر آپ جنسِ دلِ مجھ کو
 یاد آئے وصل میں آیا مہجر

غم تو کھاتے کھاتے اُلفت میں مرا جی بھر گیا
 شبِ فرقت کو آیا بھی تو آیا بے حس ہونا
 مرے دل پہ قابو ہے پھر گیا کسی کا
 کیوں صبر اختیار کیا تم نے کیا کیا
 آپ کے دل کا سویدا ہو گیا تل کیا ہوا
 کہ اب جی پک گیا ہے راز داں کا
 جی کہیں ٹٹ نہ جائے تے شیدا کی کا
 یوں ہنسِ شگل میں منگل ہو گیا
 دل پھٹکے دامِ نفرت میں چکر میں آ گیا
 ہائے زخمِ دل میں کس لئے انگور بھر آیا
 ایک چڑکا اور قاتل نے دیا
 بید کی طرح کا پینا دل کا
 کیا بلاؤں کا آج بُل ٹوٹا
 تجھ پر آفتِ ادھر آئی تھی کہ چیں بول گیا
 تیرے رندوں نے بہت شور مچا رکھا تھا
 دل کا سب خونِ غورِ دُجر دیا
 تو اسکو مناسب تھا دمِ پینچنا
 ایک ل تھا وہ بھی اسکا فری جانبِ ڈھل گیا
 چڑھی ہوئی ہے ابھی اسکی رگ نہ مانے گا
 سڑا اندر ہی اندر چارہ گر کیا زخمِ دل میرا
 دیکھتے ہی دیکھتے محلِ کر دیا
 قصہ کو تاہ یہ کچھ میسر
 ہائے کیا کر یال میں غلہ لگا

اہلِ اُلفت کو ستاتے رہے کیسا کیا
 جب کوئی پھیل لگا مرے نخلِ اُمید میں
 مجنوں کے تن پہ تھا فقط اک جامِ مہیا
 یوں تو کہنے کے لئے تھے واقع و فرا بھی
 آسمان بھر رہا ہے کیوں دنِ رات
 وہ جو انشکوں پر ہائے ہنس دیئے
 ہم ہوں تری بلا سے شکدوش یا نہوں
 تلوار ہی جو اٹھ نہیں سکتی تو کس لئے
 توڑا جو دل بھی رند کا ساعز کو توڑ کر
 کہہ رہی ہے یہ مے پاؤں کی گردشِ مجھ سے
 کیا تاشا ہے اُسے بھی وہ بگولا سمجھے
 ہے مشکرا آج اُنکے رخ سے نقاب اٹھی
 ملتے ملتے بیٹے گی شرم اُن کی
 ہمدردیوں نے اُسکو بنایا ہے دُش
 کریں عشق میں کیا تنائے خلد
 بلا نازل ہوئی یافت پڑی کیا کیا تعبِ لوطا
 دل ہمارا خم کیسوں بھنسا کر چھوڑا
 سنا ہے آج اُس نے سیکڑوں کو راہ میں لوطا
 دے کے دل جان بھی اُنھیں دیدی
 لوطا مگر جس دم کسی پر آئے گا
 نہ کسی نے مجھے لوطا نہ کسی نے مارا
 گزرا پنا ہے اُس کے در تک تو
 داغ کیا جاتے ہے دنیا سے قہر

آپ نے صبرِ غریبوں کا سمیٹا کیا
 فوراً ہی برقی یاس نے اُسکو بنایا کیا
 آخر کو اُس نے وہ بھی بنیا کر کے رکھ دیا
 نام لیکن عاشقی میں قہر نے پیدا کیا
 کیا پڑا صبرِ خاکسا روں کا
 ابرو پر صاف پانی پھر گیا
 خنجر اٹھا کے تو نے تو احسان رکھ دیا
 تم نے عُدو کے قتل کا بیڑا اٹھالیا
 تو مجھ سے اس میں کیا یا ثواب کیا
 آج پھر جس رخِ شکر کوئی چکڑ لا یا
 جب مری خاک نے اُڑ کر کوئی چکڑا باندھا
 مدت کے بعد ہم سے اُنکا حجاب لوطا
 اٹھتے اٹھتے حجاب اٹھے سکا
 ناصح بھی کھا کے غم مرا خنجر اڑ گیا
 وہاں غم ہمارا غلط ہو چکا
 شبِ فرقت دل بیتاب عاشق پر غضب لوطا
 یہ ستم ہم پر ستمگار نے اگر توڑا
 خدا جانے ہمارے نامہ بر پر کیا ستم لوطا
 فیصلہ ہو گیا محبت کا
 پچھ رہے دل اک قیامت ڈھالے گا
 قہر لوطا دل مضطر پہ اسی نے مارا
 مگر اُس تک گزر نہیں ہوتا
 بلکہ لطفِ شاعری جاتا رہا

جس وقت بحرِ عشق پر اپنا گز رہا میں نے ستم اٹھائے یہ میں نے ستم کیا وعدہ مرا آنے دو۔ پھر اٹھ کے چلے جانا وہ تو وعدے پر نہ آیا اور وعدہ نہ گیا ظالم مگر تجھے تو وعدہ و وعید کرنا	جانا یہ ہم نے اس سے گزنا محال ہے تم نے ستم کئے تو وہ عادت تمہاری تھی زندہ ہوں ابھی میں تو بالیں سے نجاؤ تم ہم یہ وعدے کی شبِ بیاں جکے واسطے لازم ہے مجھ کو پورا لانا وید کرنا
--	---

ب

جوش پر آچلا ہے اُنکا شباب	کسنی ہو رہی ہے پاہِ رِکاب
---------------------------	---------------------------

پ

کس لئے کہہ کے بیو فاجہ کو جائیں تو بھولے بھٹکے کسی دن میں جائیں	صبر میرا سمیٹتے ہیں آپ بزمِ عُذو کے روز نہ چکر لگائیں آپ
--	---

ت

نہو اُس سے کیوں فتنہ حشرات بناتے تھے باتیں بہت آج نامح	قیامت کا قدم قیامت کی گات جو اُس بُت کو دیکھا تو خود بنگلے بُت
---	---

ٹ

دل اگر اے شوخ تجھ پر لوٹ ہے	جان ہے تیری ادا پر لوٹ پوٹ
-----------------------------	----------------------------

ث

جب کچھ نہو مطلب تو کسی اُنھیں کیا بحث	مطلب نہ ہے جب تو کسی اُنھیں کیا بحث
---------------------------------------	-------------------------------------

ج

تم نظر آؤ تو پھر کیا نظر آئے سورج	عراقِ شرم میں کیوں ڈوب جائے سورج
-----------------------------------	----------------------------------

چ

وصل کے وعدے کئے دو چار بار	کی مگر ہر بار تم نے تین یا پنج
----------------------------	--------------------------------

ح

جو رہیں جو رسم پر آسماں	اس طرح کب تک دئے جائیں طرح
-------------------------	----------------------------

خ

بات کرتے نہیں وہ رُخ دے کر
اس قدر ہم سے ہو گئے بے رُخ

و

مُسکرا کر میرے آگے تم نے شرانے کے بعد
کیا کہوں گوری قیامت کیا دل میخو پر
آپ کے آنے سے پہلے آپ کے جانے کے بعد
وہ جو آجائیں تو آجائے ہائے گھر بھی عید

و

میری بھی آہ تیغِ دودم سے نہیں ہے کم
انکو عبث ہے ابرو سے خمدار پر گھمنڈ

ذ

جو نہ کھائے اُسکو کیا معلوم ہو
کس قدر ہے یہ غم اُلفتِ لذیذ

ر

قتل پھر قتل سخت جانوں کا
پہلے سے بھی زیادہ وہ نالاش ہو گئے
اب ڈرے جرخ میرے نالوں سے
عبد جھوٹا کیسا ہے دل لے کر
دیا پھر دل نہ دل سے ہاتھ دھو کر
دُس لیا مار اُلفت نے دل کو
قہر بیتاب ہو تم کس لئے تم کس کے لئے؟
جان آجائے نہ کیوں پا کر دل گم گشتہ کو
گلچیں نے توڑ کر وہیں دامن میں رکھ لیا
نام خدا جوان ہو۔ دن ہیں شباب کے
بن جائیں بُت جو تو بُت کا فرِ نظر بڑے
حیراں ہیں قہر جلوہ دیدار دیکھ کر
منہ تو بنو اے آپ کی تلوار
آیا جو حرف وصل ہماری زبان پر
تازہ دم میں ہوا ہوں دم لے کر
ٹھگ لیا ہمکو اُس نے جُل دے کر
کہ انساں سیکھتا ہے کھاکے ٹھوکر
جھاڑنا پھونکنا ہے اب بیچار
کون ہے۔ کون ہے۔ جی لوٹ گیا ہو کس پر؟
اس کا منہ دیکھا جو کوڑی کوس ہم نے توڑ کر
جب کوئی پھول باغ میں آیا بہار پر
اب حُسن اگیا ہے تمہارا بہار پر
تصویر ہو گئے تری تصویر دیکھ کر
تصویر بن گئے ہیں رُخ یا دیکھ کر

نصو میں نظر آتی ہے بل بھرتی ہوئی ہسکو گماں گزرے گا دل لینے کا انکی زلف پر خم پر

ط

بلا سے ذکر فراقِ عُدو نہ چھوڑ کہ چھوڑ تری تو چھوڑ سے ظاہر ہے تو نہ چھوڑ کہ چھوڑ

ز

میں چھپاؤں تیرنی لفت کس طرح دل کے نالے فاش کر دیتے ہیں راز

س

دیکھا جب انکو حضرت دل سبٹ پٹا گئے وہ سامنے جو آئے تو انکے گئے عواس

ش

وہ کیا آئے یہ کیا آنا ہے اُن کا ہمارے تو گئے آئے ہوئے ہوش

ص

رنج دیتا ہے سنگمر خاص خاص وہ ستم کرتا ہے مجھ پر خاص خاص،

ض

تیس وہ عرض مری اور کیا مری ہر عرض یہ اتنا س کیا ہے یہ میں نے کی ہے عرض

ط

قول سے عہد سے محبت میں تم نہ بدلو۔ یہ پہلے بدلو شرط

ظ

زندوں سے محبت برسرِ بیکار ہے واعظ سُرُخ آنکھیں تو کہتی ہیں کہ میخوار ہے واعظ
جب بادِ نخت ہی سے سرشار ہے واعظ پھر کیوں یہ سمجھ لے کوئی ہشیار ہے واعظ

ع

یار رہے ہمیشہ نہیں مست و بے خبر ہو چشم یار کو نہ مرے دل کی اطلاع

غ

دل پہ کیا چلے ہو۔ دل کیا مال ہو جان بھی کب ہم نے کی تم سے دینغ

ف

اُسکو کیا ایسی پڑی ہے کہ اٹھائے تکلیف

وہ نہ آئے گا بلا سے کوئی پائے تکلیف

ق

تمہارے جیسے کہاں رنگِ تنگِ طور طریق
وہی کجست تو ہو تا ہے قضا کا مشتاق
نالوں کا میرے تار نہ ٹوٹا شبِ فراق

خیالِ دہم۔ گماں رنگِ تنگِ طور طریق
تم سمجھتے ہو جسے اپنی ادا کا مشتاق
آتے رہے ہیں لب پہ پہ کیا کیا شبِ فراق

ک

بس اپنی زندگی ہے مے لالہ فام تک
میں بھی دیکھو نگا ترا وعدہ طے گا کب تک
ہو رہا ہوں یہاں توجی دھک دھک

ساغر میں یہ نہیں تو سمجھ لو کہ ہم نہیں
روزِ توجھ سے نئی چال چلے گا کب تک
حال اُن سے بیان کون کرے

گ

بیٹھا تو بزمِ باریں سے الگ تھلگ
لیکن ہے انکی طرزِ بستم الگ الگ

یوں بھی رہا ہوں عینِ طرب سے الگ تھلگ
ہنستے ہیں زخمِ دل بھی چراغِ مزار بھی

ل

ہے جگر پر ہاتھ۔ لب پر ہاے دل
غیر کی آئی تجھے آجائے دل
گل جو پھولا تو اُسے دیکھ کے پھولی پھل
دانتوں میں زبان ہے مراد دل
پھر نہیں سر کا کسی صورت سے دل

جب سے ہے پہلو میں خالی جاے دل
میں تری بیٹابیوں سے تنگ ہوں
حُسن کی دید سے خوش کون نہیں ہوتا ہوں
رہتی ہیں بلائیں اُسکو گھیرے
آگے تیرنا زکے جب اڑ گیا

م

آبر و گھر میں لئے بیٹھے ہیں ہم
مانتے ہیں آپ کی تلوار کا احسان ہم

کیوں پھریں صحرا میں اے جوشِ جنوں
آئی مشکل میں ہمارے کام تو آئی یہی

ن

اہلِ اُلفت کا وہ کیوں صبر لئے بیٹھے ہیں

اپنے دل پر یہ بڑا جبر کئے بیٹھے ہیں

نہ بھٹکتے ہیں نہ نہ بھٹکتے ہیں۔ نہ بھٹکیں گے کبھی
 لگائے رکھتے ہیں ل میں ہم اس لئے انکو
 غمزدہ و ناز دل آزار نظر آتے ہیں
 دستِ وحشت گریبان میں چھوڑا گیا ہے
 کیوں جاننا نہ رسم و زبانِ دیا عشق
 اُن سے اُن کو یہ مجھ سے اجتناب
 دل کے گاہک بھی دل کے لینے میں
 کہے ہیں سیکڑوں دے دیو نہیں آنے کے اقلید
 صبر کر لے دل مضطر تو اسے بھی دیکھیں
 اب کیا تمھارے بھوک چڑھانے سے فائدہ
 نہ ملتا ہے وہ نہ آتے ہیں
 غم بھی کھانے کو اب نہیں ملتا
 کتنی مرغوب ہے انھیں یہ پیچیر
 عرضِ مطلب تو کوئی گالی نہ تھی
 ایک کا ہو کے جو نہیں رہتا
 پوچھتے ہیں وہ سبے حال مرا
 سیر کرنے کو بھی وہ گھر سے اگر جاتے ہیں
 تجھپہ ہوتے ہیں فدا۔ تجھپہ جو مر جاتے ہیں
 ارماں جو نکالے بھی نکلیں نہ کبھی دل سے
 کیا تیری محبت ہاتھوں سر چھٹکے زیرِ گتے ہیں
 انکی رسوائی سے کیا اشکِ مے ڈرتے ہیں
 سب زبانی ہے تمھارا جمع و خراج
 دشنام دے نہ ہو نہ ہم پر وہ آئے منہ

اچھی آخور کی بھرتی ہیں یہ ارماں ل میں
 اُڑے تھڑے میں یہ نالے ہی کام آتے ہیں
 آج وہ برسرِ پیکار نظر آتے ہیں
 تار اٹکھ ہوئے دوچار نظر آتے ہیں
 کچھ اب دُور تازہ ولایت تو میں نہیں
 عید کے دن بھی گلے ملتے نہیں
 سیکڑوں تو طوطا کرتے ہیں
 نہ آتے ہیں۔ نہ آئیں گے وہ ظالم ٹول کرتے ہیں
 پہلے ہم دُور کے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
 تم آئے میری قبر پر جب قبر بھی نہیں
 انگلیوں پر مجھے نچاتے ہیں
 فاتح کرتے ہیں بھوکوں مٹے ہیں
 وہ مے دل پہ جان دیتے ہیں
 آگے کیوں آپ ایسے جوش میں
 اُسے ہم جا رحرف بھیجتے ہیں
 کس قدر چچان بین کرتے ہیں
 سیکڑوں وہم مرے دل میں گڑ جاتے ہیں
 جان سے جاتے ہیں وہ جی سے گڑ جاتے ہیں
 بیکار سراپا ہیں۔ خوگیر کی بھرتی ہیں
 جو گرد سے بچر چلتے تھے وہ ڈھول اُڑتے بھرتے ہیں
 ایسی غیرت ہے تو کیوں ڈوب نہیں مٹتے ہیں
 دل میں تو ہرگز مری الفت نہیں
 پہلے سے آپ کا ان خدو کے ایدم دیں

میرے رونے پہ وہ نہیں ہنستے
 آپ کے پاس کیا رہا دشمن
 غمِ فرقت میں غم کھا کر ہی اپنا پیٹ بھرتے ہیں
 دلِ برباد میں عشق و جنوں آباد ہوتے ہیں
 تیرا خیال جب سے نہیں سوس رات دن
 منہ میں آتا ہے جو آنکھوں کے کہہ کر تے ہیں
 تاروں کی چھاؤں آئے وہ بزمِ رقیب سے
 تلاشِ یار میں رُکنا کہیں دم بھر قیامت ہے
 آپ عِشاق کا دل توڑ کے کیا لیتے ہیں
 نہ نبھے گی رقیب سے اُلفت
 ہاتھ پر ہاتھ مار کر وہ آج
 جُرمِ اُنکے خنجر سے منہ موڑتے ہیں
 کیا یہ ہوتا ہے نہ دیکھا بھی آرزو چھینیں
 فقط کہنے کو گویا اور خوش گفتار ہے قاصد
 رکھ رکھ کے میرے دیدہ گریاں پہ بار بار
 حروفِ لپٹھے میں موزوں قلمیں مضمون چھوٹا
 ابھی یاد آتے ہیں انھیں کس کے دُردنیاں
 شبِ بیکوِ غم روشن ہے کیوں ابرجِ جگر میرا
 بہ وقت بھی اگر آتے ہیں لبتے ناتواں دل سے
 خوبِ روزِ ناز سے غمزے سے۔ ادا سے ہر دم
 کیا غصہ ہے اُنکے خط کا کرتے کرتے انتظار
 ہر روز رات دن ہے۔ ہر روز آج کل ہو
 وعدہ لیا۔ زبان بھی لی۔ قول بھی لیا

زخمِ دل پر نمک بھڑکتے ہیں
 ناک کا بال بن گیا دشمن
 جو کچھ ملتا ہے ہمسو ہم اُسی پر صبر کرتے ہیں
 جو دیوانے ہیں یرانے میں کھر شاہ بھرتے ہیں
 اگر ٹائی توڑنے ہیں پٹے گھر میں رات دن
 کہنے والے بھی کہیں بند رہا کرتے ہیں
 دیکھا یہ آج آخر شب میں نے خواب میں
 ہم اپنے دل کے آگے سے بڑے چکر میں آئے ہیں
 دل جو رکھتے ہیں دُہی ل سے دُعا لیتے ہیں
 آئیے شرط ہم لگاتے ہیں
 ہم سے ملنے کی شرط کرتے ہیں
 غصہ ہے وہ مجھ پر غصہ توڑتے ہیں
 ہاتھ ل کر وہ مری موت کا غم کرتے ہیں
 کہے جا کر وہاں کچھ اُنسے یہ کہنے کی باتیں ہیں
 موتی پرور ہے ہیں وہ زلفِ دراز میں،
 لکھا ہے تم نے خط دشمن کو۔ یا موتی پڑے ہیں
 کہ میرے دیدہ تر رات دن موتی پڑتے ہیں
 جدائی میں کسی کی کیا مجھے موتی پڑنے ہیں؟
 مے نالے مے سر پہ پڑا احسان کرتے ہیں،
 جان لے لینے کا سامان کئے رہتے ہیں،
 وعدہ آہو نچا گھر قاصد نہ آہو نچا یہاں
 ہم خوب جانتے ہیں وعدہ وہ ٹالتے ہیں
 لیکن مری وفا کا کسی کو یقیں نہیں

قرار آئے تو کیا آئے تمہارے بقیراؤں کو
 جویوں گزری کسی کے عشق میں رہنے کیا گزری
 ابھی اقرار پر لب بھی اُدھر ملنے نہ پایا تھا
 بہر تکلیں کبھی سینے پہ نہ رکھے نہ سہی
 بے سببیتے ہو کیوں انکو سزا یہ تو کہو
 بیوفامیں نے کہا متکو تو کیا چھوٹ کہا
 دُوں دعائیں تو کہیں تیغِ دودم دو ہمو
 دیکھو تمہارا پاؤں کہیں ہے۔ نظر کہیں
 کر رہے ہو اسکی مٹی کیوں خراب
 لگاؤ نہ غیروں کو منہ اس طرح
 اُنکے غصے سے یہ ٹپکتا ہے
 ظلم کرتے ہو عاشقوں پر تم
 خاک میں جھکولایا عشق نے
 شامِ غم کے بعد ہے صبحِ فراق
 نہ ہے تو قول کا پورا۔ نہ تو ہے بات کا پورا
 تمہاری انجمن میں وہ بھی ہے وہاں ہم بھی ہیں
 وہ شمع بھی ہے۔ بے بھی ہے صحنِ جن بھی ہے
 جو تم پر جان دیتا ہے۔ فدا ہوتا ہے جو تم پر
 خدا جانے نظر آئی ہے کس کی آنکھ کی گردش
 وصل کا وعدہ کیا۔ پھر بھی ستم کرتے ہو
 ملنے کو جب زباں سے کہو تو ملا کر

قضا بھی تو نہیں آتی جو ان آنکھ کے اردوں کو
 کہ مجھ سے دشمنوں کو لاگ ہے نفرت سے یاروں کو
 اُمیدیں بند مگلیں کیا کیا ادمہ لیتے یاروں کو
 تم نے ان ہاتھوں سے مٹی بھی کہاں دی بجو
 کیا ہوئی اہلِ محبت سے خطا یہ تو کہو
 تم نے کی کس زماں میں وفا یہ تو کہو
 داد چاہوں تو کہیں دادِ ستم دو ہمو
 میری خبر کو آئے ہو اپنی خبر تو لو!
 دابہ میرے دل مرچوم کو
 اگر آئیں تو انکو دھتکار دو
 گاڑ دیں گے زمین میں جھکو
 کیوں غریبوں کا صبر لیتے ہو
 خاک میں بلجائے اسکی آبرو
 ایک آفت ہو تو دل کو صبر ہو
 ہمارا پھر کوئی ارمان پورا ہو تو کیونکر ہو
 جلاؤ اب ہمیں تم۔ یا لگاؤ آگ دشمن کو
 آجائے اب بہا ر تو کسی بہا ر کو
 اُسی سے منہ چھپاتے ہو۔ اُسی سے بڑھ کتے ہو
 کہ چکر رات دن آتے ہیں لگے دُوں گردن کو
 شاخِ اُمید ہری کر کے۔ قلم کرتے ہو
 وعدے کا یہ مزا ہے کہ وعدہ مٹا کر

رکھیں عُدو کے عشق کو اپنے ہی دل میں آپ

دُنیا میں اسکا ڈھول بجانے سے فائدہ

ی

جو بار سر اُتارے تن سے وہ شمشیر بھی اچھی
 بلا کر اُنکے دریاں کو بلیں ہم اُن کے نکلے میں
 جسے تم اپنے جُرمِ عشق پر تعزیر دیتے ہو
 کہا کچھ مُنہ ہی مُنہ میں بھرا کھایا ہاتھ میں خنجر
 کبھی یاد سوزِ فراق میں جو گھٹا بہا کر کی اگلی
 انا کہ میکہ رنالے نہ تر پائے سکے تھے
 جس وقت یاد آگئی اُسکی نگاہِ شوخ
 قاتل تو چل دیا اُدھسہ راں نکال کر
 کیوں رہ گیا خلش کے لئے غارِ آرزو
 کبھی غازہ جو کل لیا اُس نے
 عیب کیوں دیکھتے ہو اُردو کے
 کر کے نالے کر دیا ناخوش کسی کو کیا کیا
 آئے کو کہہ گیا تھا کوئی مگر نہ آیا
 تصویرِ حُسنِ رُخ کی مانی بھی گواہ رہے
 جب وہ آئے تو کسے تھا ہوشِ عرضِ مدعا
 کان تک اُنکے شبِ ہجر نہ پہونچا کُنجش
 جب بٹھایا ہلو لاکر درسِ گاہِ عشق میں
 اور ناصح سے زیادہ کس کو ہے میرا خیال
 تم چھپاتے ہو عبثِ عشقِ عُدو
 شبِ ہجر آنکھوں سے برسے جوارشک
 کہہ گیا آپ کے مُنہ پر سب کچھ

جو دل کے پار ہو جائے وہ نوک تیر بھی اچھی
 یہ ہے تدبیر تو اچھی جو ہو تقدیر بھی اچھی
 اُسے زنداں بھی اچھا ہوائے زنجیر بھی اچھی
 پڑھی یہ تم نے میرے قتل پر کبیر بھی اچھی
 ٹوٹل کے سینے سے دل مرے اگے چنچ بچھائی
 کچھ دیر دھوم تو تری محفل میں رہ گئی
 بجلی سی اک حرط کے مرے دل میں گئی
 بسمل کی آرزو دل بسمل میں رہ گئی
 نوکِ مزہ نہ ٹوٹ کر اسل میں رہ گئی
 اور بھی رُخ کی آہ تاب ہوئی
 پشت جب سُوجھتی نہیں اپنی
 آپ اپنے پانوں میں ہم نے کلباڑی مار لی
 یہ تو ہمیں بتائی اچھی اڑان گھائی
 لیکن ہے گی تم سے اُنیس بیس بھر بھی
 عقل کے طوطے اُڑتے جاتے ہے اُسان بھی
 شورِ فریاد نے کیا بات ڈبونی میری
 حرفِ اُلفت کے الف سے ہم نے بسم اللہ کی
 کوئی آتا ہے جو تیسوں دِل تو آتا ہو وہی
 اب تو اسکی سب میں تالی پڑ گئی
 تو برسات کی سی جھڑی لگ گئی
 آپ نے غیر کی چھائی دیھی!

نہاں ہر ہے نظروں سے اس کی + یہ دھوکہ دینے پر ہر ہے ہر ہے

اٹکانہ زرخسی سے۔ کہنی نہ زرخ کی یا رسی
 کیوں نہ ہو پھر قہر میرے شعر میں سوز و گداز
 اب محبت میں کسی کا بھی سہارا نہ رہا
 ایک کے ہو کے کیوں نہیں رہتے
 اپنے جینے سے میں ہوا بے زار
 دل کو پھنسلے یا میرے دل میں جگہ کہے
 وہ بڑے بیٹھے سوال و وصل پر
 ستم و جور کا نتیجہ کیا
 جس طرف حشر میں اٹھی وہ نگاہ
 اب کیا ہمارے پاس سے جانے کو رہ گیا
 دن بھر وہیں رہا۔ وہیں ٹھہرا تمام رات
 آئے ہو گزری جب شبِ عدہ
 بیٹے نہیں تو بیٹے کا اقرار کیجئے
 لالے کے پھول کس نے کھلا کر سرِ چین،
 کہوں بھی تو کہوں کس واسطے میں با وفا نکلو
 اشک آنکھوں میں۔ آہ لب پر ہر
 کرے کیا اثر کیا اثر خاک ہو
 کہوں کیا طبیعت جی بھی اُن پر کئی
 آپ کی راہ میں کس روز نہ اٹھے فتنے
 عُدو سے رسمِ محبت ادا نہیں ہوگی

دُنیا میں رہ کے ہم نے دُنیا پر لات مار سی
 میں نے جرجلیں بھری ہیں آغوشِ ستار کی
 دل کے جاتے ہی ہماری تو کمر لوٹ گئی
 کیا ہی دُھل بقیں ہو تم بھی!
 مجھ سے ظالم نے جب کھا لی کی
 مختار ہے وہ زلفِ سیاہ و بیض کی
 میری آنکھی آج گہری چھن گئی
 کیوں سمیٹے کسی کا صبر کوئی
 غل ہوا۔ شور مچا۔ مہوم پڑی
 دولت گئی۔ کمال گیا۔ آبر و گئی
 ٹوٹی ہمارے غیر نے کیا بزمِ یار کی!
 عید کے بعد ہے یہ ٹر کیسی؟
 میرے لئے جو پھول نہیں نکھڑی سہی،
 تصویر کھینچ دی ہے دلِ داغدار کی
 نکالا کوئی راہ۔ کوئی حسرت تم نے پوری کی؟
 کہئے کیا غیر کی خبر آئی
 ہماری دعا کو دعا لگ گئی
 مرے دل نے کیسی قیامت مچائی
 آپ کی چال سے کس دن نہ قیامت اُٹھی
 یقین لائیے اُس سے وفا نہیں ہوگی

میں نے چھک چاؤنگا سیرلک ہی پیمانے سے
 زہر بھی ڈھونڈے نہیں ہلتا دوا کے واسطے

فائدہ کیا تجھے ساتی مرے ترسانے سے
 کیا کرے بیمارِ اُلفت اب شفا کے واسطے

راہ میں روکا ہے عرضِ مدعا کے واسطے
 بیت بیوں کی تاب نہیں تھی اگر مجھے
 یہ جانتا ہوں دردِ محبت ہے لا دوا
 یہ تو گماں نہ تھا نگہ یار پر مجھے
 کیا بُت یہ جانتے ہیں کہ میرا خدا نہیں
 اُف خوشی قتل کی خنجر کو نہ نو سمجھا
 دیکھا ہے ادھر تو نے دیکھا ہے ادھر تو نے
 بے حیا غیر بھی لے شوخ ادا کتنا ہے
 کیوں لڑکپن میں حیس ہوش کنی تیش کریں
 نہ پتا قہر کا مسجد میں نہ بیچا نے میں
 وہ قیامت اٹھائے پھرتے ہیں
 ظلم بھی جو رہی جفا بھی ہے
 طیر طبع کی داد کیا لے تم کو
 بھانوں دل سے کیا میں آرزو کو
 اب تو جا کر دیکھ آؤ قہر کو تم اک نظر سے
 اُس بزم میں کسی کی کچھ بوجھ کچھ نہیں ہے
 اٹھکی پکڑ کے فوراً پکڑے کہیں نہ پہنچا
 سُنتے ہی حرفِ مدعا میرا
 وہ بھلا ایسے کہاں کے ہیں غیور
 بات کیا اپنے بات ہوتی ہے؟
 جب وہ کہتے ہیں ہم سے کوئی بات
 پہلے ہی اپنے ستم پر تھے نہایت نازاں
 دیکھ لیں جس دن یہ کوئی مچیں

اُس بُتِ کافر کو دے دے کہ خدا کے واسطے
 کیوں شام ہی سے دی نہ دکھائی سحر مجھے
 کرنا ہے امتحان ترا چہ رہ گر مجھے
 رکھ لے گی آنکھ ملتے ہی تلوار پر مجھے
 اُوارے مہے ہیں جو آزار پر مجھے
 کاٹ کر اپنا گلا عید منائی میں نے
 جب لپ پے مے ظالم ڈالی ہے نظر تو نے
 آنکھ میں آنکھ بلائے ہی چلا جاتا ہے
 ہوش آتا ہے تو پھر ہوش کہاں رہتا ہے
 اب خدا جانے وہ بخت کہاں رہتا ہے
 دل قیامت اٹھائے جاتا ہے
 اِس ستم کی کچھ انتہا بھی ہے
 کج ادائی کوئی ادا بھی ہے
 کہ آبادی ہے اِس گھر کی اسی سے
 وہ چراغِ صبح ہے وہ آفتابِ بام ہے
 جو اپنے پانوں آئے وہ اپنے پانوں جائے
 اِس دُرسے ہاتھ بھی وہ دل کو نہیں لگاتے
 وہ آنکھ ٹھا دکھا کے بھاگ گئے
 بات پر اغیار کیوں مرنے لگے
 سب بن آئے کی بات ہوتی ہے
 بیچ میں غیسر کو دہڑتا ہے
 کئی جفا مجھ پر تو وہ اد بھی کچھ پھول گئے
 عاشقوں کی بس اُسی دن عید ہے

سُرخ یوں ٹال دی آئی میں نے
 قصہ غم سُن کے وہ کہنے لگا
 بزمِ دشمن میں سوا پہلے سے بھی جلتا ہے
 شامِ غم کا تو نہیں کو سوں پستا
 مہلت گزر گئی تجھے دیکھتے ہوئے ہیں
 پرگئی ان پر اگر اُتنا دُشمن
 جن سے رولن تھی وہی باغِ جہاں میں کم ہو
 تم سے جو جا ہیں وہ کہیں اغیار
 ٹھیک تھا گو چہرہ ہرہ رنگِ رُودِ پ
 ارباں لٹا لٹا کر خلوت کی رات دل نے
 کیوں نہوں خوش آج وہ پہلو میں ہے
 نظرِ جبرِ اکو آجاتے ہیں کٹے دُشمنِ ستین
 بدلے نہیں ہم پہلے نہیں
 اُنکو ایسا کہیں نہیں ملتا
 وہ خلوت ہو کہ خلوت اُنکی باتیں مگر نہیں
 آسمان کھانے کو دے اتنا تو غم
 دل دیکھتے ہی وہ نگہِ شوخ جھک گئی
 نظارہ حُسن کا جو بستم کے ساتھ ہے
 شبِ فراق بھی میں دل کو صبر دے لیتا
 دو چار قدم چل کے وہی کیوں دکھاویں
 شبِ غم اُنکو نیند کیا آتی
 میرے انگوں نے خاک میں ملکر
 اپنے دل کو تسکار کون کرے

دے کے دل جان بچائی میں نے
 بھر گیا جی آپ کی کبواں سے
 جب بن آتی نہیں کچھ ہم سے توجی جلتا ہے
 جی دھڑکتا ہے ابھی سے کس لئے
 جی لوٹتا ہے جلوہ دیدار کے لئے
 حضرتِ دل چاروں خانے چت گئے
 دو گھڑی بھی تو نہ سبزے پر درِ شبنم رہے
 میرے آگے تو چوں نہیں کرتے
 پھر بھی کیا یوسف کو نسبت آپ سے
 حاتم کی گوریہ بھی ماری ہے لات دل نے
 رات دن تڑپا ہے دل جس کے لئے
 ہلے پانوں کے چھالوں کا کیا سر کھاتا ہو
 دُھلے جس طرف اس طرف ٹھل گئے
 دل ہمارا بھی کیا عجیب ہے
 رقبوں سے سرِ محفل بھی ٹھس ٹھس ہوتی جاتی ہو
 منہ ہمارا ہر گھڑی چلتا رہے
 ہتیار اس نے ڈال دئے اس کمانے
 لطفِ سخن وہ لطفِ ترغیم کے ساتھ ہے
 جو بے قرار نہ کرتا ترا خیال مجھے
 موت سے بڑی دھوم قیامت کی مچی ہو
 دھوم ڈالی تھی میرے نالوں نے
 آبرو خاک میں ملائی ہے
 اُنکے خنجر کو پیار کون کرے

۷۰
 ۷۱
 ۷۲
 ۷۳
 ۷۴
 ۷۵
 ۷۶
 ۷۷
 ۷۸
 ۷۹
 ۸۰
 ۸۱
 ۸۲
 ۸۳
 ۸۴
 ۸۵
 ۸۶
 ۸۷
 ۸۸
 ۸۹
 ۹۰
 ۹۱
 ۹۲
 ۹۳
 ۹۴
 ۹۵
 ۹۶
 ۹۷
 ۹۸
 ۹۹
 ۱۰۰

یہ انقلاب ہو تو محبت میں آئے لطف
 ڈر ہے کہیں نہ زیریں بھی یہ آساں
 دل کی لگی تو وہ ہے کہ دل کی لگی سے ہم
 ایسا تو گل بجز دل عاشق کہیں نہیں
 ہیں یوں تو تند خو ہی زمانے کے مہر ہیں
 بچاتے ہم اگر اُسکی نظر سے
 انگلی محفل میں پوچھ کچھ ہی نہیں
 لگا دی خاک نے خنجر نے قاتل
 اگر تم کان رکھتے ہو تو ارگ دن
 خزانہ یا رکابنا نہیں مشکل قاصد
 کرے کیا وصل میں فرقت کے شکوے
 بتا قاصد یہ سنکر ہو تو ہو جی کس طرح ٹھنڈا
 میری طرح تو ایک بھی دن اپنی بزم سے
 یہیں ہیں کہ ہم نے تمہیں دل بھنی دیا
 کسی پر کوئی کیوں نکھیں نکالے
 افسوس کی ن بھی کیا نہ تم نے آگے
 کیوں کرنے لگے موت کی خواہش شب فرقت
 آنکھوں میں آگیا ہے دم اب ہو چکا حجاب
 ہوا ہو گا کسی کو نفع شاید عشق و الفت میں
 کرے معشوق کو رسوا کرے برباد عاشق کو
 مجھ سے دریاں نے کہا کیا اُن سے ملنا سہل ہے؟
 پھانس کر دل ہتھاری کا گل نے
 ہمو معلوم ہے جہاں وہ تھا

میں اُس سے اور غیر سے وہ بدگماں رہے
 بنکر ہمارے سوز جگر کا دھواں رہے
 نقیضہ دل کبھی تو کبھی نفقہ جہاں رہے
 جو موم ہم بہا رہیں برگِ خسراں رہے
 وہ مہرباں ہے قہر پہ جو مہرباں رہے
 نہ روتے دل کو سر پہ ہاتھ دھر کے
 آتا آئے وہاں کہ جانا جائے
 تری محنت۔ مری مٹی ٹھکانے
 سنو قصہ ہمارا کان رکھ کے
 پوچھتے پوچھتے اند کا گھر ملتا ہے!
 گڑے مڑے بھی کوئی کیوں اکھیرے
 وہ میرے پاس آئے جوئے سائے سے جلتا ہے!
 اغیار کو نہ تم نے نکالا کھڑے کھڑے
 رکھا کبھی غمڈو نے کلیسا بکال کے!
 جو پہلے ہی وہ غصہ ٹھونکنے آئے
 ہمو تپ دُروں نے مارا گھلا گھلا کے
 مشکل میں بھی ہم اور کا احسان نہیں لیتے
 آنکھیں بلا کے دیکھو پردہ اٹھائیے
 یہاں تو ہم نے دل کھو کر بڑی ٹھوکر اٹھائی ہے
 ازل سے آسمانِ نرٹ اسی پکڑ میں تپا ہے
 کوئی دن بھرے ابھی کچھ روز چکر گھائیے!
 خوب چکر میں اسکو ڈالا ہے
 کیا ہم اتنی خبر نہیں رکھتے؟

کہیں بیٹے، عاشق کی کہیں تربتے، عاشق کی
غیر کے آگے برا فکندہ نقاب آتا ہے
نیچے کبھی تو اپنی کوئی بات ڈالنے
جس سے بھتی نہیں اُس سے بھی بنا ہی ہم نے
دل دینے پر آمادہ پیچیدہ سہنے کو تیار
بات کرتے بھی اُن سے طورتا ہوں
وہ ملیں گے یہاں کہ محشر میں
کبھی لہی میں دیکھیں ہم اُسے تو کس طرح دیکھیں
ابھی اچھی مری قسمت کی بُرائی ہو جائے
اُٹھتے جو غم نہ ہم سے اُٹھانے وہ سب ٹپے
دیکھ کر کس کو کیف و سرور و نشاط ہے
اَشْغَلَا اَشْغَلَا پہ چھوڑا ہے
ترا جھوٹ بھی دل تو بیچ مانتا ہے
حاصل ہیں تو کچھ نہ ہوا بزمِ ناز میں
یہ کہہ چکے صاف ظلم کیسا کرتے بھی ہم تجھ کو کم کریں گے
زبان کھینچے وہ کس دن نہیں نہیں کرتے
غمِ جدائی میں جان عاشق اجل کی مشتاق ہوئی،
اب اس سے محسوس بھی کس طرح نہیں ہوئی آخر تو کیا کہیں وہ
بُری بلا ہے یہ عشق جس نے اُنھیں کسی کام کا نہ رکھا
اب اور اُنہ کو کیا سکھائے گا ہر گھڑی اُسکے آگے ہر
اسی کا سنبھل رہے یہ پھیلا جو یہ نہ ہوتا تھا اندھیرا
بتاؤ پھر آج کلو سانی پلائے تو کس لئے پلائے؟
حشر کا وعدہ کیا ہے حشر برپا کیجئے
میں اگر جلوے سے بخود ہوں تو ہوں غم میں
کہیں دیکھا ہے کوئی قہر سا بھی خوش بیان شاعر؟

کہیں حسرت چلتی ہے کہیں حسرت برستی ہے
شرم آتی ہے اُسے ہم سے حجاب آتا ہے
یہ کیا کہ بات بات میں محبت نکالنے
کبھی دشمن کی بُرائی بھی نہ چاہی ہم نے
ہم تم سے کسی بات میں محبت نہیں کرتے
بات کرتے ہی رنج ہوتا ہے
دیکھیں کیا فیصلہ ٹھہرتا ہے
کہ شوق دید تو ہر بار آنکھیں کھول دیتا ہے
دل اگر صاف کرو تم تو صفائی ہو جاوے
اے دل غضب ہے۔ تجھ خدا کا غضب پڑے
ساتی وہ بے بلا جو مرا غم غلط کرے
قہر پر تم نے ہنس توڑا ہے
یہ جدہ یقیں کا یقیں جانتا ہے
لوٹے نظر نے جلوہ دیدار کے مزے
جواب بھی تجھ پر تم کریں گے لڑہکائی تم کریں گے
البتہ محبت کا ہم بھی یقیں نہیں کرتے
ابھی کہیں سی ندی ہے کہ ندی شاق ہو گئی ہے!
ہمارے حق میں غم کو الفت تم کی صداق ہو گئی ہے
نہ مر رہے ہیں نہ جی رہے ہیں یہ کل عشاق ہو گئی ہے
شکر ہی میں نہ شکر کی پینے ہی طاق ہو گئی ہے
ہمارے دل جگر سے روشن یہ بزمِ آفاق ہو گئی ہے
جو پتی تھی گلِ تہر تم نے قیمت کر لے لی کیا ہو گئی ہے؟
ڈھائے مجھے قیامت وعدہ پورا کیجئے
ہوش بکھرے نہ کسی کے مری بہوشی سے
زباں موتی آگتی ہے قلم موتی پر موتا ہے!

ضمیمہ شجاع

جانشینِ شجاع الملک عثمۃ الشجر اناثر الملک افضل الشجر لسان العصر حضرت تہر مضمّن دیوان ہذا
سے شعری تعلیم کا ذکر اور آپ کے چند تلامیذ کے تہم رسیدہ کلاموں کے نمونے

زما قدیم سے یہ دستور چلا آتا ہے کہ نثر شعری کے متدی اپنے کلام پر شاہی شعر اے وقت سے اصلاح
لیا کرتے ہیں۔ اور اس طرح آہستہ آہستہ اپنی فنی قابلیت اور شوق بڑھاتے ہیں۔ عثمۃ الشجر حضرت تہر سے
بھی وقتاً فوقتاً مختلف مقامات کے اکثر اصحاب نے اصلاح لی ہے۔ لیکن اپنے اپنی شہرت کی غرض سے کسی کو اپنی
طرف سے شاگرد بنانے کی کوشش کبھی نہیں کی۔ ہاں آپ کے انداز سخن کے گردیدہ ہو کر جنھوں نے پچھلے دل سے
خود آپ کے روبرو زانوئے تلمذ تہ کیا اور تیکدلی کے ساتھ اصلاح لینے کا سلسلہ جاری رکھا ان کے شوق اور اہل
کا اندازہ کر کے آپ نے انھیں کلام ہی سے بنایا۔ اور فنی تعلیم دی جیسا کہ جناب مولوی سید شاہ
محبوب الرحمن صاحب فائق سجادہ نشین مفتی گنج ضلع پٹنہ عظیم آباد کا قریب قریب پورا دیوان انکی خواہش کے
مطابق اپنے دیکھ کر درست کر دیا ہے۔

ہم نے دیوان شجاع تہر کے دیباچے میں حضرت تہر کی دیگر خصوصیات کے ساتھ آپ کے شعری
تعلیم کرنے والوں کا ذکر عمداً اس وجہ سے نہیں کیا کہ ہیں اس میں ایک مفید جدت کرنی تھی یعنی تلامذہ کے
ذکر کے ساتھ ہی آپ کے چند شاگردوں کے کلام کا نمونہ بھی پیش کرنا تھا۔ تاکہ آپ کے دیوان کے دیکھنے والے
حضرات جہاں آپ کے سہل متغے رنگ سخن۔ اعلیٰ پر لطف تکمیل۔ صفائی روزمرہ۔ جڑی کا دورہ جیتی بنیمش
خوش آہنگی۔ ندرت بیان۔ دل نشینی مضمون اور دیگر محاسن شعری سے دلی مشرت حاصل کریں وہاں آپ کے
چند تلامذہ کے نمونہ کلام بھی دیکھ کر سرور ہوں۔ مگر ان کے اندراج کے لئے دیباچے میں گنجائش ناممکن تھی۔
اس لئے ہم نے دیباچہ تحریر کرنے کے ساتھ ہی آپ سے شعری تعلیم حاصل کرنے والوں کا ذکر اور انہیں سے
چند کچھ کلام جمع کر کے ایک ضمیمہ علیہ تیار کر لیا اور حضرت تہر کو مشورہ دیا کہ طبع ہوتے وقت دیوان کے اختتام
پر دو ضمیمے اضافہ کئے جائیں جن میں پہلا یہ ہمارا ضمیمہ رکھا جائے اور دوسرے ضمیمے میں شعراے مشاہیر وقت کے
قطعات تاریخ طبع دیوان درج کئے جائیں۔

اب ہم بطور مثنیٰ نمونہ آخر حوالے اعجاز پیکر خیال۔ جلوہ یار۔ طوفان۔ وغیرہ رسالوں سے
حضرت تہر کے کچھ سات تلامیذ کی چند غزلیں حاضر کرتے ہیں۔ ناظرین لطف اٹھائیں۔

سید احمد شاد کا کوروی نام لیا حضرت امیر بینائی لکھنوی

دسمبر ۱۹۳۷ء

احسن۔ جناب منشی محمد نذیر احسن خاں صاحب
نعمانی۔ کوروی۔ یہ تاپ گڑھی

اگر یہ دیکھ کر ہم ہی نہیں تمام ترا
ہر ایک تمام ہر ایک لیں جو خیاں ترا
ہر ایک لطف کرم سے رہا ہے کام تجھے
ہر ایک لطف کرم سے رہا ہے کام ترا
جگا ہے۔ تو ہے ایک ذات کو تیری
موجود اگر ہے تو ہر ہر ہر ہر ترا
کہاں تاپ گڑھی کی آکھوں کو
بنا تھا تو ہر ہر ہر ہر ہر ترا
رہے کوئی تیری جو تیرے لئے محرم
اگر لطف عطا کرم ہے عمام ترا
گنا ہنگا سراسر ہے بخند سے اسکو
نگا و مہر کا غالب ہے یہ غلام ترا

ترسی ہی یاد ہیں احسن کھوت آجائے
دم اخیر مہر کی زبان پہ نام ترا

کوئی میرا نہیں۔ تجھے نہیں جان جاں میرا
مٹے دو لوگ دونوں لکھی تیری خوش
مزا آئے اگر ہوں طرح کا دھوکا
دل کا نام جو باقی رہا تیری خوش
دل کا نام جو باقی رہا تیری خوش
شب بخیر حال اگر کس کس جی ہے فغاں ترا
میں سے اسکاں کرنا تو کر لیں تمہاں ترا
دشمن ہو زمین پر ہی دشمن اسکاں میرا
غلط سمجھا تھا میں دیکھ کر ہر ہر ہر ترا
وہی ٹوٹے لگی جی رہا گناہ گناں ترا
ہا کما انہیں سول دیکھ انہیں میرا
بچے دل چاہے نہ کھینے کو یہ وہاں میرا

یہ صورت رہی احسن اگر رفتا جو جان کی
رہے گا نام کو باقی نہ دنا میں نشان میرا

میں انہیں کیوں دل لکھا پکاں کیا ہوا
خال ل کہنے سے میرا اصل ہر کیاں کیا ہوا
اگر نہیں ہے کبھی اسکو نہ اس طرح
بھگت گئی مجھے کیا کس سنگ کی نگاہ
جدا ہوتے ہیں اسے تو آکھو آجانی ہے میند
یہ تو آکھو آجانی ہے میند

مے مزار پر اس صدف صدف خرام کیا
کبھی کبھی اس صدف صدف خرام کیا
جو عشق جو ہے۔ تو خرم ہی کیا ہے
کھا لتا ہے چھری چھری کھلے کوئی

نشان مٹانے میں عشق قدم لے کام کیا
لگی میرا کی بھینس جہنم من تمام کیا
کلام آکھیں نہیں کچھ۔ یہ لاکلام کیا
مرا تو خیر پیدا دی نے کام کیا

لی دارو بگا۔ اسکو جب زمانے میں
یہ پوچھ ڈوبی ذرا اپنے پاؤں سے
پہلے ہیں بزم میں ہم نے بھی ہر کسے
ستم کے ہیں بھائی جو غم ڈھانے ہیں
میں جو حضرت داغ تو لکھے پوچھوں
بتائیے تو غم تو کسی ہوئی بھر سے

یہ پردہ داری نے کسی شمع کی تمیں احسن
اس احتیاط یہ روائے خاص و عام کیا

کیا جلد و دریش ہاں اگر گیا
اب نہ کر کیا تمیں کیا پکاں کو گیا
لاکھوں ہزاروں خاک میں لٹ جائے
غیر دل سے التفات کا کھو غلط نہیں
کل بکلت سے مرض کو امید نہ تھی
عشق مند دل میں کبھی تری جگہ
کو پے میں پانے میرے جانے کو دیکھ
میں متلاشے یا رند دل خدا کیار
رکھا جو اسے ناز سے سینے پہ در نہ
کہتا ہے کوئی مجھ سے یہ صبح شہیدان

احسن ترے کلام میں خوشی ملا کی ہے
شکر سے وہ شمع بھی تریت کر گیا

لوشنی کا اور کیا اس گھر میں ان ہو گیا
ہر پر ردا کا تین۔ اس پر تیراں ہو گیا
موم گل باغ میں خشت کساں ہو گیا
ہر کوئی نے محبت میں بتائے تو کوئی
باس ہوں تیکہ تو مضطر۔ تو ہوں تو ہوں
ہوئے تھوڑے ہو گئے کبھی تیرا شمع یار
حضرت ناصر یہاں کیا اب اٹھ جائے
میرے دل نے مجھ کو عشق کیا کیا
خون حاشق تو کیا ہے خیر فواد نے
ہر گھڑی ہر نظر کھتا ہو گیا کوئی

پھر بھلا احسن نہ کیوں چوڑو ہو میرا کلام
فرا نشان اس صدف تہذیب در نشان ہو گیا

نشان مٹانے میں عشق قدم لے کام کیا
لگی میرا کی بھینس جہنم من تمام کیا
کلام آکھیں نہیں کچھ۔ یہ لاکلام کیا
مرا تو خیر پیدا دی نے کام کیا

<p>ہزاروں گنگے آخرا سب سے خوش ہو کر مڑے آئے انھیں بھی دیکھ کر کھٹکے ہو کر کرنے ٹوٹل سے اٹھ کر کیا جانے لگے اگر منظور ہو چکے ہیں تو کوئی عالم سے سیا کیوں مانع نہ دیا ہے جو تمنا کو دیکھ کر دیکھ کر کوشش ہوتا ہے نہ نہیں انکاں میں کئے ہوئے دل کیوں نہیں کوئی بھی فتنہ اگر اس شخص کو تیار نہیں اُدھر ملتا تھا انکا اور اُدھر ملتا تھا لگا یا منہ سے جیسا غور پھر نہ پھر تصور میں نہیں جو جاتا ہو دنیا تا وہاں بھی ہیں سے صفحہ بیکار دل مغل</p>	<p>گوا کر دے بھی ایک طرار ان ہو گیا دستِ مثنوی کی نذر گریبان ہو گیا قرار ہو گیا۔ کبھی بیان ہو گیا لئے ہی دل کے مجھ سے وہ انجان ہو گیا زاد مراد تو اب ہی ایسا ہو گیا شکل پر کام تھا مگر آسان ہو گیا</p>	<p>یوسٹل میں یوں تریجان ہو گیا اسکا عود و ہار کا سامان ہو گیا ٹالا پر اوش و بل کے عدل پر طبع اُٹھ شاس بھی نہیں میرا بخدا کی فرما مکن نہیں کہ عشق میںاں بھر سے کر کو آئی خزاں یا میں پیچھے بھاگے موت</p>	<p>اسن کے حق میں کہ نہ رہا حکم شاہ سے ارشاد اسکا کہ اسے فرمان ہو گیا</p>
<p>جواب آ کر کی ہے ہرانی ہے تو اسن رہے گا ایک دن ملکِ سخن فرستیں ہو کر</p>	<p>کیا کام ہے کہوں کے ہو کر کھٹکے بھرتے تیرے جوتہ ہر وقت ہر ایک انھیں دشمن کو کیا دوست جنت کے اترنے عاشق سے ہو کر تو فی مثنوی کو نظر ہو کر دل کج لطف نہ ہو کر کھٹکے دیکھی ہو جیسا جو خوش روشن میں تھا تفطیم اسے دی ہے میں نے دیکھ کر بجو دو ہوں دم جلوہ دیدار کھولیں</p>	<p>ہیں ہونا نہ تھا نہ ہونا گستاخ ادھر دہبار ادھر سرکار گستاخ غضب کی ہے نگاہ اب گستاخ بہت میں غتب مجبور گستاخ ہوا سو باجٹ۔ سو بار گستاخ نہو یا کوئی میخوار گستاخ ہوئی کیا کیا زبان باریک گستاخ نہ پھر کر نہ یوں میخوار گستاخ تغافل میں بھی تھا عیار گستاخ تو ہم بھی ہو گئے تاجدار گستاخ ہو یا پھر نا لیا ر گستاخ</p>	<p>لا سے تھا وہ بُت عیار گستاخ وہ ظالم ہے حیا۔ اعلیٰ گستاخ بھری بغل میں بھی دل جھپتی ہو نہ پھٹ کر اکو جو پاس آ کر دے مجھے پاس دل بھی شوق بھی تھا ملتی ہے کسی سے کچھ نہ کس خضیر ایک حرف آ کر دے کے گستاخیاں و اغلا جیسا نے چرا کر آنکھ دل میرا جیسا سرمحل جو پھیرتا ہے ہم کو ہو جیہ لعلیں میں خاموش</p>
<p>اسن جو بھی حال ہے کہ یہ کاواکدن آئے کا نظر خون حشر دہا ترس</p>	<p>تیر آتے ہیں نہ بیکان نظر آتے ہیں دل کے لئے کی داؤن نہیں ہیں میری وحشت آتے نہ نہ بیکان نظر آتے ہیں کس آزار کیا ہے وہ کہاں ہے جسے دل کو تری کو نظر کا ہوا سنگو کیا ہے نظر جلوہ دیدار ترا چل گئی نامدلس سے کہ روئے مجھے</p>	<p>حیاد شرم کے پرے میں حسن ہوئی ہے دل سے چشم باریک گستاخ</p>	<p>قتل کرنا اپنا کس بل میرا دم دیکھ کر غوغلا کرنا کس باغ پر غنہ ہے یہ تھا دل کے دل میں اس نے دوستوں کو کس میں بھی نہیں اٹھا عالم دیکھ کر کیا ہو گیا کھوکھو تم کو بھی معلوم ہے کچھ ہوا ہو کو طالع میں نہیں کہتا کہ اس قدر سے ہو کوئی وہ ہے خاموش جیتک حال ہی ہے پوچھنے کو کتنے آئے دم کر میں غیر و محفل میں جیتک کرم آئی ہوئی ہے خوشی میری اس میں تم نے بیکان خاک کے ہے بار برہم ہیں کچھ مجھے کر کے وہ بھی نہ کہ اسکی ہوا کھال</p>
<p>دل میں ارمان ہی ارمان نظر آتے ہیں ایک کم سن بیٹہ وادان نظر آتے ہیں چاکہ کھولوں کے گریبان نظر آتے ہیں آج کچھ اور ہی سامان نظر آتے ہیں خواب راتوں کو پریشان نظر آتے ہیں خل کھڑے وہ حیران نظر آتے ہیں آج کیوں آپ پریشان نظر آتے ہیں</p>	<p>اسن جو بھی حال ہے کہ یہ کاواکدن آئے کا نظر خون حشر دہا ترس</p>	<p>بوفاک جو کس میں ہوں اسن سے کہا بستر عہد اسے ہے جاں ہے دم دیکھ کر قیامت تھا گیا جلوہ تیرا نہ نہیں ہو کر</p>	<p>کس سے آئے کی ہر دل گئی حسن تجھ کو دل سے جاتے ترے ارمان نظر آتے ہیں</p>
<p>تو شوق پر جا تا کس کیوں کہیں کو دل نہ دیکھ کر آئے کی انھیں ہو کر نظر آتا ہے کس کی دنیا میں ہو کر اسے کہتے ہیں کہنا جو ہیں آتے ہیں</p>	<p>میں نے دیکھا تیرا جو پر توں ہو میں نے دیکھا تیرا جو پر توں ہو میں نے دیکھا تیرا جو پر توں ہو میں نے دیکھا تیرا جو پر توں ہو</p>	<p>کیا عالم کو مشق نظر ہو کر کیا عالم کو مشق نظر ہو کر کیا عالم کو مشق نظر ہو کر کیا عالم کو مشق نظر ہو کر</p>	<p>کیا عالم کو مشق نظر ہو کر کیا عالم کو مشق نظر ہو کر کیا عالم کو مشق نظر ہو کر کیا عالم کو مشق نظر ہو کر</p>

<p>دل تینا تیرے میں بھی تیرا رکھا ہے کے لیے اس میں آہن ہو سکے جو تیرے میں ہو</p>	<p>حسن بھی تو جس میں میں نے محبت کی میرے دل سے ہو چکا اس کو چاہ کر دیکھنا کیوں نہ ہو اس میں سے اشعار سے ظاہر کمال ہے تمہارے اس میں سے کمال سے بھی</p>
<p>اے دل تیرے میں وہ ہوا بھی کبھی رود کا گیا ہے میری بھی اس پر چہ چار آتا ہے کچھ ہو بھی کبھی انہوں کے ساتھ پڑے ہیں اس میں کچھ لائے بھی نہیں</p>	<p>اور بھی ہے اسی صورت میں اس کا ایک ہی صورت ہے کیا جو تیرے دیدار کی دیکھنے والے کو تیرے دیکھتا ہے کمال دیر سے زائد غرض عشاق کو دیکھنا کمال ان کو میرے دل کی خواہش ہو چکی کہ تیرے اس میں لائے عالم اس میں لائے قس دیکھ کر بھی کھلے عالم کو میرے دل کی دیکھنا قابل ہی میں عشق کی تیرے نگاہ تجھ سے کیا ہو گا مریضان ہو چکے علاج</p>
<p>ہوتا ہے مجھ کو میرے جو حسن کا میاں کرتا ہے اس میں بھی کوئی احسان کبھی کبھی اور میرے جو اکر اور میرے جانے کی شعبہ نہ تیرے کی۔ لیکن میرے خبر کیا ہے کھلے جو دل سے آئے جو میرے وعدہ کر کے نہ آئے کی تو خدا کی کرن سے یہ بیت کس پر دوز میرے گھر سے تیرا نہ جانے کا تو کہاں جائے کی خلق روز جزا کے جس طرح میری محبت نہ کرے</p>	<p>دیکھ لے اس میں تیرا دیدار میں اس کے سوا اور کیا ہے اس میں صورت۔ اندر کیا اور ہے؟ جو ہمارا دل۔ ہماری جان ہے اب ہمارا شغل ہے یہ رات دن حضرت زاد یہ ہے ایمان کی تیسرا گھر اور میرا کون ہو اور میرے دل میں کیا ہے بدگمان تو ہے ساری خلق کی ان کی ہو جس سے اس میں ہے عیاں حسن کلام وہ صاحب قمر کا دیوان ہے نکلیں دل سے اس میں صورت بنیں معلوم ہوئی کچھ فرحت نہ زہد زمین کو کچھ جاننا جنا بیک کے جس کے کچھ ہو چکی کی نہیں حسن میں اس میں صورت کا کچھ ایک کیا دار کئی میں ہو چکی میں اچھل چکا ہو مجھ کو چھوڑ کر اسے چھوڑ کر کئی میں ہو چکی میں</p>
<p>مستانے کا حسن میں حال دل طبیعت حب اس کی کچھ جانے کی</p>	<p>اس کو دل کا۔ جان کا ارمان ہے تالہ ہر دم ہے۔ نفاق ہر آن ہے انہوں کے ہاتھ میں ایمان ہے ایک میں ہوں۔ ایک میری جان ہے تیری محبت ہے۔ تیرا ارمان ہے تیرے خدا ہوں۔ یہ خدا کی شان ہے</p>
<p>اس بات کا یقین ہو کیا نامہ میرے جادو زبان میں نہ توں بیان میں نہ رہے کھینکے ہیں دیر نظر اور میں دلی عاین میں میں میں جاتا ہے بن سونے کوئی بزم میرے تو ہی تاکہ پھر اسے کیونکر نکالوں گوجا تانا ہوں درد و محبت ہے لادو</p>	<p>جس سے اس میں ہے عیاں حسن کلام وہ صاحب قمر کا دیوان ہے نکلیں دل سے اس میں صورت بنیں معلوم ہوئی کچھ فرحت نہ زہد زمین کو کچھ جاننا جنا بیک کے جس کے کچھ ہو چکی کی نہیں حسن میں اس میں صورت کا کچھ ایک کیا دار کئی میں ہو چکی میں اچھل چکا ہو مجھ کو چھوڑ کر اسے چھوڑ کر کئی میں ہو چکی میں</p>
<p>اس میں کھکھاسے دست دعا بھی شب فراز صورت مگر سحر کی نہ آئی نظر کچھ</p>	<p>جس سے اس میں ہے عیاں حسن کلام وہ صاحب قمر کا دیوان ہے نکلیں دل سے اس میں صورت بنیں معلوم ہوئی کچھ فرحت نہ زہد زمین کو کچھ جاننا جنا بیک کے جس کے کچھ ہو چکی کی نہیں حسن میں اس میں صورت کا کچھ ایک کیا دار کئی میں ہو چکی میں اچھل چکا ہو مجھ کو چھوڑ کر اسے چھوڑ کر کئی میں ہو چکی میں</p>
<p>بنو دی میں ہوش تیرا کچھ شکل کچھ یہ ہوا ظاہر نکاحہ ناز قائل سے کچھ جان نہ دیکھا ہوتا ہے کچھ میں میں دل کا تو اس میں کچھ میں کیا بتاؤں میں منہ میں کیا کچھ میں ایک دم جو کچھ میں کچھ میں کیا کچھ میں دل تو میرا دہشتہ کرے لیا ہو گیا کشتہ ہیں میں میرے تیرے کما</p>	<p>جس سے اس میں ہے عیاں حسن کلام وہ صاحب قمر کا دیوان ہے نکلیں دل سے اس میں صورت بنیں معلوم ہوئی کچھ فرحت نہ زہد زمین کو کچھ جاننا جنا بیک کے جس کے کچھ ہو چکی کی نہیں حسن میں اس میں صورت کا کچھ ایک کیا دار کئی میں ہو چکی میں اچھل چکا ہو مجھ کو چھوڑ کر اسے چھوڑ کر کئی میں ہو چکی میں</p>

فائق جناب مولوی سید شاہ
محبوب الرحمن صاحب سجادہ نشین
مفتی محمد عظیم آباد

ابھی کیا یہ مراد دل بدل نہیں سکتا
کہ اس سے کوئی لہاں کل نہیں سکتا
زنا بد سے زمین بے آسمان ہے
مگر کسی کا مقدر بدل نہیں سکتا
جس ایک ترقی کا بدل ہو ابھر
پھر اسکول لکھ سنبھالو پھل نہیں سکتا
تم ان جھاڑوں پرانی جڑیں تو کھو
کر میری نگاہ سے اس کوکل نہیں سکتا
وہ اور ہو گئے جو اسے قریب میں لیں
دربم سے کوئی پھال صل نہیں سکتا
عہد کا تم سے کھایا چھوڑا چل نہیں
جلا دم کوئی لکھو تو صل نہیں سکتا
لکھاؤں خار تندا کو کس طرح دل سے
نکلنے سے میرے کھانا مکمل نہیں سکتا
خدا کے سامنے عترت میں کیوں راتے ہو
تھکے دیر سے یہاں میں دل نہیں سکتا

نبوت سے دم کی تمہارے عبت خالق
جو سنگ دل ہیں دل نکال پھیل نہیں سکتا

وہ ہوا عشق میں جو تھا ہونا
دیکھنے اور اب بے کیا ہونا
کبھی ناخوش کبھی خفا ہونا
تم سے اس کے سوا بے کیا ہونا
خوبرویوں کو اپنا دل دے کر
رج میں ہمسکو مبتلا ہونا
کوئی ہم درد میرا ہوتا ہے
درد اُلفت ذرا سوا ہونا
دل کو اس شمع کو دیکھ لیں
شل پروا تھا خدا ہونا
دام کا گل میں ہنسنا جو دل
امکا آسنا نہیں رہا ہونا
بیسے جی کیوں اُس پر مرنا
ایک دن جگہ بے فنا ہونا
ہے رو اس کتاب سے واعظ
اُلفت کا ناروا ہونا

دل میں رکھنے کی چیز ہے فائق
قہر ہے عزم کا بڑا ہونا

وہ گرفتار بلا کیا کیا ہوا
جس کو تیری زلف کا سوا ہوا
سائے حبش کا جلو اٹھا
دل مر عاشق ہوا شیدا ہوا
جوش گرید کھینچا بس منہ پر
سیری آنکھوں رواں رہا ہوا
اور میرے دل کی لہجہ کھنگلی
دکھ کر گیسو ترا اکھبا ہوا
دیدہ تر کیوں نہ بریں ہر میں
دل پر غم کا ابر ہے چھایا ہوا
ہے اپنی دام اُلفت حال
چھٹک نہیں سکے دل اکھبا ہوا
شکوہ آزار کو لاکھوں ہوئے
دل نہ ظالم کا کر میل ہوا

میرے لب پر ہیں جو آپس رات دن
عشق لے فائق تجھے کس کا ہوا

جان سے جانا جو تیلے جو تیرا تیار
کیا سبھی اعجازِ معانی ہے؟

اور کیا کام ہے احسن شیوہ کا آخر
جان لینے کو میری یہ بھی یاں آئی ہے

حاتم جناب منشی حاتم علی صاحب
پر تاپ گدھنی

کیا تباؤں اس کی کسی شان ہے
دل لگا لگا کیا کوئی آسان ہے
تجکدول لینے ہی کا ارمان ہے
دل لگی میں جان کا نقصان ہے
بیوقاسے عشق کرتا ہے عبت
تھیر میری جان بھی قربان ہے
دیکھ لوں ایک بار جگہ اور میں
سیر دل ناداں بڑا نادان ہے
کیا کہوں سے چارہ گرسن حال دل
بس یہی حسرت رہی ارمان ہے
کوئی ارمان ہی نہو دل میں مے
سے دم دم آخر لبوں پر جان ہے
اُس تنگ کو ہے اسکی کیا خبر
میرے دل میں ایک ہی دن ہے
زندگی کیا چیز ہے کیا جان ہے

آج کل حاتم کلامِ حسد سے
شاعری کی اور ہی کچھ شان ہے

نوشتر جناب منشی عبدالرحمن صاحب
مفتی مولیٰ

غرض تائیں دل مبتلائے کام کیا
جو صبح بھر کو دردِ کبھی شلم کیا
یہ لکھی چم منو گرنے خوب کام کیا
اُسے غلام بنایا۔ اُسے غلام کیا
ابھی لوٹ گیا سانپ مارے دل پر
یہ سب کس تذکرہ زلف مشک کام کیا
توں کے سامنے ہر دم ہے میں کھینچ
نادر عشق میں ہم نے کہاں قیام کیا
یہ نہیں ہی تھیں بنام کو دیا میں
رقیب تو زمانے میں نیک نام کیا
سحر کے نکلے جو تم شام کو کھڑے ہو
کہاں کہاں گئے کس جگہ قیام کیا
سمجھ لے آپ کچھ کوئی بیدار ہو کر
جب آپ نے یہی تنگ سے کلام کیا
پڑھا ہے کوئی عشق تو ہزاروں
مگر کسی نے نہ اتنا دل سے کام کیا
ہوئے نہ بند دم تن بھی تم فائق
شہر آب عشق نہ دینا کس یقیوں کو
تمہارے عہد فردا کا کیا یقیوں نے
جو عہد صبح کیا کب نہ شلم کیا

جودل دیا ہے کسی کو تو کیوں نہ کاٹے غضب
کجاں جانے کا خوشتر یہ تم نے کام کیا

قیامت کے دنوں میں ان کے انجیر نماں میں
قیامت کو نظر میں رکھو و ہمارا حال میں
چلتی ہے جو کئی ہی سگڑے کھانوں میں
بہا میں لکھی ہیں ہوں کہ کچھ کھائیں
گڑہ ہوتا ہے جس کا کھانا چھوٹا گستا میں
وہ کوئی سہولت محمدؐ و ہمارا ایمان میں
ہر جے پہنچوئی خوب میں دینوں میں
اگر کھجور ہے آٹا تو بھی کھجور میں
خلل کچھ نظر آنا چاہیے یہ ایمان میں
اندر کچھ خبر لیں ہمارے کہ ہمارا میں
بہا میں ہیں ہی پڑیاں بھی میں نعل میں
جو نہ انکے کھانے میں نہ کھانے میں

تہا کبھی نکالے سے نہ نکال کا رنگ کا
انھیں نکال کر تہہ چھوڑا دے
مری غمگین کا جو بیچ ہو گا زلف میں
وہ توں کوں لکھیں کہ سب کے گھٹیل میں

غم میں کھوں لگئی داد سخن محسوس

بہنہ لے جو کوئی شعر انگوٹھ میں لیاں میں

جوں لں توں برفند کر رہے ہیں
خدا کی تم کو دکھا کر رہے ہیں
وفا پر وہ ہم سے دعا کر رہے ہیں
سم کر رہے ہیں جتنا کر رہے ہیں
سم سہرے ہم اور کیا کر رہے ہیں
دعا ہے ہمیں دعا کر رہے ہیں
بھلا ہوں گے کہم اکل دھڑکی
بڑی دیر سے ہم صدا کر رہے ہیں
سزا پر سزا وہ ہیں نہ رہے
مگر خطا پر خطا کر رہے ہیں
دعا ہے ہمیں دعا کر رہے ہیں
وہ پھر کچھ سے عہد وفا کر رہے ہیں
کہا مان بھی ہو کہا مان جاؤ
ادھر دیکھ کر بھڑکتے ہیں غم کو
انھیں اب غم کوں مگر عین
یہ ہے جو غفلت میں کیا کر رہے ہیں

ناطق جناب منشی محمد عبدالقدوس ، صاحب انصاری رسترا ضلع ملتان

گل ہو بس طرح میں لکھنا کا
نعل عاشق کے لکھنا کا تورا کا
سکھنے میں ملی دھڑکتے ہیں انھیں
خدا کا کہہ کر لکھنا کا تورا کا
حضرت لکھنا کا ان توں میں لکھنا کا
آج تو کیوں لکھنا کا کہہ کر لکھنا کا
بے بس لکھنا کا قائل توں نے دیکھا حوالہ
تیرے عشق لعل کو کیا ہے دوت
اسکو بنائے غلش اسکو بنائے غم خار کا
کام کر دے جہاں شاد ہوئے خدا کا
مکھو کھنکھناتے ہیں لکھنا کا
ہو غم فتن میں جو کچھ حال تھا ہمارا کا
تالا فزا دے کرنا کام ہے بیجا رس کا
وصل کدن تو کھنکھناتے ہیں ہمارا کا
لے لیا ہوسر طر کہ خیر خود بخوار کا
سچ کا لکھنا کا بلا کا درو کا آزار کا

نومہی تو ناطق جناب تہر کا شاگرد ہے

کیوں نہ پھیلے نور دنیا میں ترے اشعار کا

دیکھ کر جو ہر تری شہر جو ہر دار کا
کیا لکھنا ہے غم درد و فراق یاد کا
میں دل ہے اور کین کا میں غم کا
فیض شہنشاہی میں لکھنا کا
سر مراد ہو پھر لکھنا کے کہتے ہیں
رکنا تھکنا میں حسرت زنجی
بارغ میں نوبی بیکل کے ناطق کا کلام
لکھنا لکھنا دیکھنا ہر لفظ ان اشعار کا

بدلا ہوا ہے طو کرسی کی نگاہ کا
کیا ہو گا حال حشر میں کل نگاہ کا
ہم دیکھتے نہیں ہیں کسی جاں کی طرف
چوڑا دل میں غم کہہ کر ہر دو کھلو
ہے ادھوں اس دنیا وہ سیاہ بخت
دو با دو پھر اس کے پھرنا نہیں کبھی
چھوڑنا دیکھی نے بعد ہر کبھی
خبر اٹھانے پھر نہ کیوں تم نے چھوڑ دی
دعوت ناہ کا ہے تو یہ بھی تباہی

انشا تو حقیقت ہے مجھ بے گناہ کا
انصاف ہو گیا جو کسی داد خواہ کا
جلوہ نظر میں ہے جو کسی شگاہ کا
تیرنگاہ کا ہے کہ تیغ نگاہ کا
سو دا ہو جو کبھی دلف سیاہ کا
موزوں ہونا چاہا چہ نہیں کسی کا
پرساں کون تیر میں حال تباہ کا
میلان سا حکرت دنیا قتل گاہ کا
دوا یک سال کا ہے کہ رو لکھ گاہ کا

ناطق تو اس نگاہ کا بھرا رہا ہے دم

پھر حال کیوں تباہ ہو اس خیر خواہ کا

میں نے غم پیدا کر دیا غم کیا
کھلا ہے غم ہی کیوں کھنکھاتا
رہتے ہیں عاشق لکھنا کے تیر
دم اخیر بھی کھلی نہ حسرت دیدار
اکہی یوں بھی تو ہم سے جا بجا انھیں
ہوئی کسی تو ہم سے وفا ہوئی ہم
ہر ایک ناغہ کیے عرصہ دیا اس دل
سیر غم کے کھلایا ہے کون اسامہ

میں نے غم پیدا کر دیا غم کیا
کھلا ہے غم ہی کیوں کھنکھاتا
رہتے ہیں عاشق لکھنا کے تیر
دم اخیر بھی کھلی نہ حسرت دیدار

وہ آنے خواب میں لکھنا کا
کیا کسی نے تو اس جہاں نام کیا
ہر ایک ناغہ کیے عرصہ دیا اس دل
سیر غم کے کھلایا ہے کون اسامہ
میں نے غم پیدا کر دیا غم کیا
کھلا ہے غم ہی کیوں کھنکھاتا
رہتے ہیں عاشق لکھنا کے تیر
دم اخیر بھی کھلی نہ حسرت دیدار

وہ آنے خواب میں لکھنا کا
کیا کسی نے تو اس جہاں نام کیا

میں نے غم پیدا کر دیا غم کیا
کھلا ہے غم ہی کیوں کھنکھاتا
رہتے ہیں عاشق لکھنا کے تیر
دم اخیر بھی کھلی نہ حسرت دیدار

غنا کے آہ سے کیا فائدہ دل نہ منظر
پھر گنگو عذرا کا کیکر لکھتا رہا ہے
ابھی کچھ ہماری بھاری کا کھانا ہے
کسی موت سے باز نہ رہی نہیں ہے

مٹ گئے تے زندگی میں کچھ زلف خیر میں ناطق
وہ ایک کس اسلئے تیرے میری بھول دھرتیں

و کھائے نام سے چہرہ اگر وہ میں ہو
خزم میں نہیں یا رفت میں نہ کھائے
نہیں ممکن محبت میں ہاں کھائے
دل مشتاق کی حسرت بھی پری نہیں کئی
سلامت کیا ہو کون آسودہ کھائے
طریق دست گردی کے لئے اگر کئی ہے

ذرا ہم بھی حیا کی لئے کھائے کھائے
اگر وہ غیر خیر خود دل جائے کھائے

سکھائی دینا اسکو جو بھی میرے کھائی
ہمارے دل کی روشنی کے لئے کھائی
محو یار دہرے سے بھی بچانے نہیں کھائی
نہ اپنی مجھ سے کہتے ہیں میری کھائی
یہ کسی کو نہ جانی ہے کیا ہے کھائی
ٹھکانا ہی محض میں کھائی
تھیں کھائے کھائے کھائے کھائی
پھر آیا کرتی جو دشت بیان کو کھائی
دینے خاتہ پر شاید بیوقوف ڈان کھائی
جہاں ہے غیرت قلب پر بیت لکھائی

نہاں میں کیوں نہ ہم غم میں پھر لانی
مغفوری تو افاق قدر کرتے ہیں غم کو

کیونکہ رات دن ہے یا دگر کھائی
رہتا ہے جس کے کھائی کھائی
نام نہ پھر جان کہا اپنی راہ لے
ایسا ہوا انھوں جو حال مرغ حبیب
یا قلع میں سرخ شکر کے ہاتھ سے
تم پاس اگر جو نہ بھی ہے بہشت
قاصد پھر نہ آئی کھائی کھائی

نا افاق دم نظارہ پڑی جس طرف نظر
جلوہ امی کا اُس طرف کیا نظر کھائی

ہیں ترپا گئے وہ مسکرا کے
مٹ گئے مجھے انھیں میں ڈالا
ہائے عشق پر بننے میں دشمن
ترے کچھ سے قاصد کیا پلٹتا
ہمارے بھی مقدم میں کو کئی
وہ چہ چلتا پھر تو چلتا ہے کیا
مرغ میں غم تو نہیں مرا ہے
نہیں نسخ نہ ہیں شمشاد باقی

نہ آئے ہے نہ آئے گا یہاں وہ
لو ناظر نہیں اب اس سے جا کے

لح اس شمع کو پھر لا دمری کئی ہے
ابو جام سے گھر تک ملائے سانی
نظر اتنا نہیں کھائی کھائی
اس طرح زمرے سے کھائی کھائی
بزم دشمن میں کھائی کھائی
کے دیتی ہیں گھر تری بھی نظر میں

تیسرا اکون ہے ناظر نہیں جسکاتانی
انگی تینانی ہے یا آب کی تینانی ہے

ناظم جناب ابوالعاصم منشی محمد اسماعیل
صاحب انصاری سرمد ضلع کپٹا

جو تیرے غم عشق کے قابل نہیں ہوتا
کیوں تیرے بزم میں شامل نہیں ہوتا
میرا غم الفت میں مراد نہیں ہوتا
اما دہمے قتل پہ قابل نہیں ہوتا
کب کہتے نہیں تیری جھوٹی خوشگفت
آسان ہے مرنا تو گھر میں ہو کھائی
نہ پڑتا ہے کیوں مسکرتیہ مارا رہا
کیونکہ تری محض میں ملا دگر کو
اگر ہے بھلا یا ہے بے توئے کھائی
وہ سر نہیں جس سر میں نہیں ترا سونا
شکر شہر قوت کی کہانی کوئی بولا
کہتا ہے تم میرے غافل میں غافل
مغض جسے کہتے ہیں کھائی کھائی
آہا ہر قصود میں بھی کب نہ کھائی

جان شیریں کے لئے دی سونے کی سدا کر
کیا قیامت، کہ کچھ فٹہ دکھا کر خوش
اقتدول فرما دکھا اُن سیکر فرما دکھا
کر دیا مٹھ بند ظالم نے مری فرما دکھا

ہیں جناب تہرہ جو ہر سیمبر شاعری
تو بھی تو شاگرد ہے ناظم انصاف استاد کا

حال ہم کیا تو مجھے ہوا عشق نازشاہ کا
یاد کوئے عشق میں تونہ دیکھیں
لے گا کوئی دم مرنے ہو سدا دکھا
یاد کوئے جنگو تھیں کا مرنے دکھا
ابن دم ہو تیرے عاشق نازشاہ کا
عشق ہم سرگرد نہ رہے ہم لڑکا دکھا
اوری شیوہ جو کچھ میں نے یاد دکھا
نالہ کجا لے گا غالی بھیل نازشاہ کا
ہو گدھوہ ہے عشق حریف تیرا لڑکا دکھا
لے گا کجا لے گا غالی بھیل نازشاہ کا

خون عصاب ہے ناظم کو بہت ہی استعار
یا شمع اندھنیل بے فکرت ہے ادا دکھا

جیل کے خزانہ سے حشر اُٹھا دیا
کیوں نہ بھی کہ جولوہ فرخ نکھلا دیا
دولت میں کن کی زکوٰۃ بوسل بے دیا
جلوہ نایب کون بے غیبتی نازشاہ کا
وہ تو بے غیبتی نازشاہ کا
آج ہر کیا غضب کیا لاکھ دکھا دکھا
اُس کی شوق میں تیرے نازشاہ کا
میر کی لکھنے کی گویں میر لکھ دیا
تہرہ ناظم ادب سحر بھی ہو گئی؟

چاہا ہے نہ سدا دیا چاہا ہے نہ سدا دیا

یوں اپنی زندگی کا زمانہ گزر گیا
ناکھنیں لعل لیلیٰ میں مر گیا
شیر مہنگی دیکھ کے سن دزدور گیا
تھا جیسے زانو کوہ کیا ہو اُڑا دکھا
تم جھکے تھے رہتا تھے جھکے جھکے
صل حلوہ کے ذکر ہے ہنسے سے فائدہ
یہ انتہا ہوئی تو نہیں جو سر ہو
گوارہ ہو گیا جسے گواہ ہو عشق
بہر شایب فائدہ یاد و شب سے
پھر کیا ہو آہ ہے جو نہ تاثیر آہ ہو
اقرار جو کہ تھے وہ ابتور وفا کر دیا

وہ طفل دبستان، دبستان سخن کا
یا ہے جو ناظم نے محبت میں تری نام
وہ نام کسی اور کو حاصل نہیں ہوتا

لاکھ دھبہ شائیں خنجر فولا دکھا
دل دہشتا بھی خنجر سے لڑکا دکھا
بھولیاے کجا کجا ناسانی انگ دکھا
ہاتھ میں شیر اٹھا کر قتل کو کس نہیں
تم باں کر کے کھال رونق نرم قیب
اسے قلع قلع ہی کیوں جائے اب
جس پر کئی ہونے حسرت پرستی گھڑی
بھیکہ خطی میں کون کون کھال لگا لگا
تھ خنجر تو کھلا ہے مگر کھلتا نہیں
آئے آخر وہ چارے کچھ کھاتے ہوئے

جو خدا پاک جو ذات محمد مصطفیٰ
کون ہو گا جس کے دن ناظم نازشاہ کا

اُسے سوز آہ نفاں بیل نازشاہ کا
ہو کجا ظلم و ستم اس کے دمے فرما دکھا
ایک جہاں ہیں وہ جہاں میں میر کی
یا اپنے عشق سے محو شیریں نے اسے
دیکھا نہ دم سے قاتل کا میری نہیں
میرے نالے کو لے جا سنا اپنے نامہ
کیوں تیرا ہے تیرا دیکھ کر بھل کوئی
داغ تیرے دل میں، اے دل کو کس
ہنسی سید و سیم تو اٹھائیں اُنکے ظالم
رہن رہے مفت کیوں بیاد ہی اپنے بھول

اب یہ ناظمی دعا ہے رتدن شام دم
حشر تک سر پر رہے سایہ مرے استاد کا

کس قدر ہے تیرا ناخن جلا دکھا
کام کر رہا ہے امیر چارہ سادی میں
اس شہنشاہوں میں تیرے خفا پر غم
تجھے سے ناز ہے کہ کھٹکا کھٹکا غم میں اسے
وہ بھی عجب شوق کوئی جو نہ ہو دگر
روز منتقل ہوتا ہے لاکھوں کا کو
وقت ملکیت میں اُس مرقہ کو کھنکھو
تو نے ترک ظلم سے پیدا کیا اُنکے ظلم

<p>دیکھی ہے جس نے کوچہ و دلداری کی ہیل ہو اب بخوری کی زلف میں قدر خاک</p>	<p>دیکھے کہ ہجر یار میں کب قاتی ہے اہل تاظم اس اختلا میں بے موت مر گیا</p>	<p>تو میں مل میں سے آدھیر کھنکھیں تھکوکیا دیکھ سکے تھکے سے بکے کیکہ کو انکو معلوم ہو کیا حال کسی انسان کا دیکھ کر حال مرا حال ہوا اوس کا راہن جبر میں کیونکہ وہ کار اوقات میں تو مرا حال منکر تمام کے لئے نہ لگن</p>	<p>ایسی فرحت ہو کہاں دیکھیں بے تاظم بارغ فردوس تو یہ کوئی دلدار نہ ہو</p>
<p>ہے مری جان کے لینے کی یہ بند عریض اسکو تسخے نہیں بخوا استبا بد اعظ جب معلوم ہونے ہی نہیں کچھ کان دھڑک رہا اسکو یہ اُسیہ نہیں ایکٹی تیغ نظر اس کے لئے کافی ہے خود گرفتار محبت میں گرفتار ترے</p>	<p>ساتھ جاتی نہیں جہالت دنیا تاظم خدا میں زد ہے عیشِ حشر اس عیش</p>	<p>آئے گا میرے مکان پر وہ انور کبھی غیر کے لئے کانٹے گھر بنو کونکھیں اس قدر تباہ کیوں ہو جس کو کام میرا ہوتا ہے کہ تیرا دل بچا نہ رہا دل</p>	<p>دل سے حاضر کی خدمت کو تاظم میرا حضرت قہرائے تو اس کے گھر آکر بھی</p>
<p>لگایا حسرتوں کو ریاہین اماں کو گھسا چھائی ہو جی باغ ہو جی ہوا کوئی تھسا بھی نہ دوست کھانا نہ لے بہیں گئے یہاں کی ہر بار میں دیکھی ہے شیان مابوش پہری فلہر ایک کھیت نہیں تے پیش تے بھی بیل کی کھیت</p>	<p>قیامت ہر قدم پر پاؤں پڑتی آتی جو تاظم چلا ہے جس گھڑی وہ فتنہ کو گھر پر لیا</p>	<p>حاصل ہو جت گفتِ تیرا بشر کھے کرنا نہیں ہوا کبھی بھول کر کھے خیر کھاکے باغ میں چھکے سے رکھ دیا رکھے گا ایک آن نہ رکھے گی ایک پن مجھ نامزدوں کو کھانا اور کام کیا آرام تہو زبیر میں جسکو اسکا حانانہ کے حسرت دیدار اپنے ساتھ کرتا ہے بکھو یاد غفلت شمار آج جب شاہ جو مکتے ہاں مضطرب وضع</p>	<p>کرنا ہے عرض تاظم ہوا راب یہی "بولائے مدینے میں تیرا لہر بھی"</p>
<p>پسند کی چاہی ہے جاناں کی نہیں کو تعب کیا اکول سے کوئی تا نکل جائے بیابان میں ہم یہ بھی ہو گیا تھا ہزاروں ظلم سہیں ہزاروں غم ہوگا دوست بیت زبیر میں فلان کی سوال دس کرنا ہوں تو کھانا کوئی کچھ کسی جو کیم عاشق کا کھانا نہ لائے عقاب نار و دوزخ سے قیامت کھانا</p>	<p>ہوئی ہے جیسے الفت میں کادے سے تاظم نیکو دنیا کی پروا ہے نہ پھل میں نہیں ہو</p>	<p>جلوہ رخ دکھا دیا کس نے مے منور مر اسید خان بیری نشی کو بھر الفت میں کس یاد آئے ڈر و درماں اپنی صورت دکھا کے سوئے میں لے گئے دل و ہرے پہلو سے تم تو میرے رقیب نہ لے بان و شیں کے ہاتھ سے کھا کر جان لے کر مری شبِ فرقت</p>	<p>مگر موسیٰ بنا دیا کس نے رخ سے پڑو اٹھایا کس نے ڈوٹے سے مجا دیا کس نے رہتے روئے ہنسا دیا کس نے بختِ خضر جگا دیا کس نے انکوں کا پتا دیا کس نے خاک میں لایا دیا کس نے خون میرا ہوا دیا کس نے مگر تم سے چھڑا دیا کس نے</p>

پہری حرت جو جماعی کی خوراک ہو
کسو یار کا پابند دلی زار نہ ہو
اور سوط کے ہوں نہ تاظم فری
یہ ہے دامنِ بلا میں گرفتار نہ ہو
عشق و الفت کا کب کو مگر آزار نہ ہو

ضمیمہ

قطعات تاریخ طبع دیوان شعاع ہر

از تیارِ افکارِ چند شعراے مشاہیر و زکار

احسن۔ نائز شیریں بیاں۔ شاعرِ محنتِ داں۔ جگہ کی شکرستانِ علم و فن۔ شمعِ بزمِ سخن
جنابِ حاجی حافظ سید علی احسن صاحبِ احسن مارہروی پروفیسرِ مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
خاص یادگارِ فصیح الملک حضرت آغا دہلوی رحمہ اللہ

تاریخ ترتیب دیوان

بکھو بھی ترتیب دیوان کی ہوئی وہ تقلید ہیں فصیح الملک کے جدتِ ترتیب دیوان دیکھ کر کیا غزل، کیا قطعہ، اس مجموعے میں کیے تاریخ اور احسن دیکھے	واقفیتِ اطلسِ ہر سے ہے یہ ظاہرِ تباع ہر سے لطف آیا اختراع ہر سے جمع ہیں سب اجتماعِ ہر سے ”بے درختانی شعاع ہر سے“
--	--

تاریخ طبع دیوان

نہایت حسن و خوبی سے یہ ہر نام آد رنے ہوا رنگینی و شادائی اشعار سے ظاہر نہ کیوں دیوان کو اُنکے شمعِ دیوان اور یہ تاریخ درختانِ طبع کی احسن نے لکھی ہے	کیا مجموعہ شائع اپنی منظومات بہتہ کا کہلا ہے اک چین ہر صفحے پر گویا گلِ سرکا کہ نقطہ نقطے سے روشن ہے جو ہر طبعِ انور کا ”بہت نادر ہے دیوانِ ادب ہر سخنور کا“
---	---

احسن۔ خوشگوارے خوش کلامِ مخملیند گلزارِ سخن جنابِ منشی محمد نظر احسن خاں
صاحبِ احسن نغائی کمر پور می پرتاپ گدھڑی ملیند عمدة الشعراء فضل الشعراء
حضرت ہر مصنفِ دیوان ہذا

وہ چھپا دیوان مرے استاد کا	جس کا دل طالب جو ہے طلبِ بیل
----------------------------	------------------------------

کیوں نہ ہو اٹھائیں محبوبِ دل
قہر کے اشار میں کٹوبِ دل
”یہ شاعر ہر“ ہو مرغوبِ دل“

قہر صاحب ”جانشینِ داغ“ ہیں
ان میں حالِ دل ہے وصل و مجرکا
ہے دعا احسن کی - ہے تاریخ بھی

اقتدر شیریں نوار خوش مقال - سخن گستر - محقق و الا نظر جناب ششینی سید
محمد اختر صاحب اختہ بگیندوی رُس نکینہ - ضلع بجنور خاص یادگار حضرت داغ
دہلوی مرحوم و مغفور۔

برتر بود ز ہر فلک ارتفاعِ قہر
چوں از گویا رسید اطلاعِ قہر
دیوان کہ بہت مخزن صد نظرِ قہر
گو ”جلوہ ریز نورِ فشاں شاعرِ قہر“

روشن بر آسمان سخن گشت قہر
دیوانِ قہر جلوہ منورہ یہ آبِ تاب
دیوان کہ بہت مجمع اصنافِ شاعری
اختہ فکر - بے سراپا ہام سالِ طبع

ارشادی منبعِ لیاقت و ذکا - نوباوہ گلزارِ سخنوری جناب محبوبِ سخن صاحب
ارشادی صدیقی حمیدی خلفِ اکبر اسخ الکلام حضرت قمر الحسن صاحبِ بدلیونی

ملک سخن میں جسکی مسلم ہے برتری
عالمِ جنابِ قہر جو ہیں رنگِ آنوری
اہلِ نظر پر فرض ہے جسکی شناسگری
آداز آئی عین سے ”خورشیدِ خاوری“

والد کے دوست اور مرے عمِ محترم
وہ جانشینِ داغ - فصاحت کے آفتاب
اب چھپ رہا ہے اُنکا وہ دیوانِ لاجوا
تھی سالِ عیسوی کی مجھے ارشدی تلاش

آطہ زنجیں قلم - جواہرِ رقم - سخنورِ جاوید نگار - شاعرِ نمک - پرور -
ناظم الملک جناب مولوی سید معشوق حسین صاحبِ اظہر محقق باپوڑی
دکیل چیف کورٹ یاسٹج پور خاص یادگار حضرت جلال لکھنوی

خوش بیاں - خوش کلام - خوش تقریر
ناظم العصر بے مثال و نظیر
تازگی بخش نامِ ذوق و نصیر
رُوسے تر کن گمر ہے اک ہی نیر

حضرت ہر عہدۃ الشہر
ناظر الملک بے عدیل و ہمال
بہترین جانشینِ حضرت داغ
یونٹو شاگردِ داغ اور بھی ہیں

دآغ کی سی ہے شوخیِ تحسیر
اور اثر میں ہے جادوئے تسخیر
زندہ ہوتے جو آج اسیرِ وائیر
کہ یہاں قہر ہے دہاں ہے دبیر
کہ۔ ”بے دلکش شعاعِ قہر تمیر“
۱۳۵۵ھ ہجری

دآغ کی طرز۔ دآغ کی ہے زباں
شعر میں بات بات میں ہے اثر
دادِ حسنِ کلام کی دیتے
بڑھ گئی شعر میں خلک سے زمیں
طبع دیواں کا سال لکھ آٹھ

دیگر

کر دیا جس نے گلستانِ سخن کو شاداب
اس طبیعت کا نہیں آج زمانے میں جواب
”چست بندش ہے زباں تھی ہے مضمون کیا“
۱۳۵۶ھ ہجری

حضرت قہر کی ہے طبعِ رواں ابر بہار
بینگی اور یہ اُسلوبِ بیاں۔ کیا کہنا
میں نے آٹھ یہ کہا مصرعِ سالِ دیواں

آٹھ۔ سخنورِ خوش کلام۔ صاحبِ طبعِ گہر بار۔ جامعِ صفاتِ صورتی و معنوی۔
خان بہادر جناب میراٹھر علی صاحب آٹھر سہسوانی۔ اسپیشل مجسٹریٹ و
اسٹنٹ کلکٹر سہسوان ضلع ایوان۔ ارشد تلامذہ مولانا سید جمیل احمد صاحب
جمیل سہسوانی مرحوم شاعر دربارِ بھوپال

بزمِ معنی میں قہر کا دلِ فن،
زینتِ افزا یہ بزمِ شعر و سخن
اکثر اربابِ فضل و اہلِ فطن
تمام استادِ کردار و روشن

واقعی جانشینِ دآغ ہیں آپ
جب ہوا چھپکے آپ کا دیواں
سالِ تاریخ کے ہوئے جو یا
کیا آٹھ نے عرض۔ ادب کے ساتھ

اقتصر۔ جادوِ رقم۔ فصیحِ البیان۔ بلوغِ الکلام۔ نازکِ خیالِ سخنور۔
جنابِ فسر الشعراء ابوالقویر مولانا منظور احمد صاحب اقتصر صدیقی امرہوی
نگرانِ اصول رسالہ تنویرِ کراچی ملک سندھ خاص یادگار حضرت شوقی
قدوائی لکھنوی مرحوم و مغفور

لیکن مثالِ قہر ضیا بار کم ہوئے
اربابِ فہم سے تسلیم غم ہوئے

کہنے کے واسطے ہیں بہت جانشینِ دآغ
اندر سے فروغِ کلام جنابِ قہر

مَدّت سے تھا اشاعت دیواں کا انتظار
اقتسر اٹھا کے سر کہو تا ریح عیسیٰ
شکرِ خدا کہ جلد یہ ساں بہم ہوئے
آئنا قہر جلوہ فردش رقم ہوئے
انور۔ محکم کوئے بلند خیال۔ قبل شیریں نوا۔ شاعر بزم سخن آراے جناب مسطر
منوہر سہائے صاحب انور۔ ایم۔ اے، ایم۔ او۔ ایل۔ سینئر ٹرانسلیٹر
پنجاب یونیورسٹی لاہور۔ خلفِ سوم عمدة الشعراء۔ افضل الشعراء
حضرت قہر مصنف دیواں ہذا

نور افشاں آج دیواں شجاع ہمد ہے
یہ سخن عجائبِ کامل۔ یہ سخن سحر تمام
یہ دل و جاں سے زیادہ کیوں نہ ہو انکو عزیز
اس صحیفے کا کسی سے ہو نہیں سکتا جواب
لکھو انور اس کا تم یہ مصرعِ تاریخ طبع
صورتِ خورشید تابندہ تر چرخ کہن،
ہے کلامِ جانشینِ داغ و اُمتِ سازِ من
اس کی قیمت جانتے ہیں شاعرانِ بحرِ فن
مستعی یوں لاکھ ہونے کے لئے ہوں لافِ فن
”بے بدل ہے یہ شجاع قہر بیانی سخن“

دیگر

آگئی چھپ کر وہ نورانی کتاب
کیوں؟ انور فکر۔ جب تاریخ طبع۔
جلوہ فرما جس میں نورِ قہر ہے
صاف ظاہر ہے ”ظہور قہر“ ہے

برق۔ شاعر شیریں زبان مخنور طوطی مقال جناب بابو شام محمد لال صاحب
برق۔ بی۔ اے، ایل ایل۔ بی۔ اید و وکیٹ سینا پور خاص یادگار حضرت قیاس ہونوئی موم

قہر صاحب جانشینِ اشع کا دیواں چھپا
برق لکھو تم سرِ اخلاص سے یہ سال طبع
جس سے سب شعر و سخن کی خوبیاں ہیں آسماں
قہر کے دیواں میں ہر اک لفظ ہے کیا آبدار

دیگر

اسکے چھپنے سے ساری دنیا میں
برق تم سال طبع یہ لکھ دو
آئینہ ہو گئیں صفاتِ قہر
”چھپ گیا خوب کلیاتِ قہر“

بزم۔ سر آید مخنور ان با کمال۔ ناظمِ نظامی مقال۔ شاعر کہنہ معنی، کہن سال۔
سلطان القلم۔ معراج الشعراء جناب میرزا عاشق حسین صاحب بزمِ آفندی

اکبر آبادی جانشین حضرت منیر مرحوم شکوہ آبادی

اب اس کے سامنے بل کا ہوتا تھا کیا
شجاع تہذیب سے تا باں ہوا زمانہ کیا
۱۳۵۷ھ ہجری

نظر نواز کلام جناب ہر ہوا
عجیب مصرع تاریخ با تم کیا ہوا

بیخود شاعر شیوا بیان سخنور اہل زبان فخر شعرائے اکمال۔ وحید العصر فرید الدہر۔
امتیاز انشعرا۔ افتخار الملک جناب منشی حاجی سید وحید الدین احمد صاحب بیخود
دہلوی جانشین حضرت ذائع دہلوی مرحوم و فقید

ہے وہ نگار خانہ جو رسک آذری ہے
تاریخ اسکی بیخود۔ خورشید خاوری ہے
۱۳۵۷ھ

اہل سخن کی آنکھیں روشن ہوئی ہیں اس سے
عالم فرد نکلیں کیا ہر کی شفا عین،

بیخود شاعر بے نظیر فخر طالب و اسیر سخن طراز۔ جادو نگار جناب
علامہ محمد احمد صاحب بیخود موبانی۔ ایم۔ اے، منشی فاضل۔ پروفیسر۔
شیعہ کالج۔ لکھنؤ

قرباں ہے ہر ورق پہ ورق ماہتاب کا
ہے مستحق جہان سخن کے خطاب کا
دیکھا اُنڈ اُنڈ کے بڑنا سحاب کا
کیا کام ہے یہاں نظر انتخاب کا
عالم ہے لفظ لفظ میں بلکہ عجب کا
جلوہ ہے حرف حرف میں آج تا ب کا
رگ رگ میں جسکی کیف بھر ہے شراب کا
بیخود وہ آئینہ ہے جمال و نقاب کا
جلوہ شجاع ہر میں ہے آفتاب کا
۱۳۵۷ھ = ۱۳۵۷ھ ہجری

دیوان تہذیب میں غضب کی تجلیاں
مجموع ہے یہ جامع اصناف شاعری
جوش بیان و زور طبیعت پہ کی نظر
ہر ایک شعر اپنی حدوں میں ہے لاجواب
پھٹتے ہیں جلوے شاہد معنی کے بے طرح
موجوں میں جیسے جلوہ دکھاتا ہے آفتاب
دیوان ہے کہ شاہد سر مست ناز ہے
کہیے اسے مجاز و حقیقت کی دھوپ چھاؤں
کیوں دل بڑھے نہ چہر کا۔ دیوان دیکھ کر

تہذیب سخن طراز خوش نگار جناب سید تہذیب احمد صاحب تہذیب
سہسوانی تلمیذ و نبیرہ حضرت معجز سہسوانی

ہوئی مشرور روح میر و مرزا

جناب تہذیب کا دیوان چھپا جب

”مَدُونِ دَفْتَرِ اشعار“ لکھا

جو کی تاریخ کی تہذیب نے فکر

ثاقب - شاعر سخن ساز معنی طراز فرزند اے اقلیم بلاغت - سرآمد شعرائے
دور جدید و غیر محسبہ سی و طالب جناب میرزا ذاکر حسین صاحب ثاقب
قزلباش لکھنوی جانشین میر و غالب بلوئی

جناب فہر کیا کہنا ہے اس رنگ طبیعت کا
وہی انداز ہے ہر نظم و کلمہ میں سلاست کا
”چمک و ٹھا شمع تبر سے میدان فصاحت کا“

کھپا جاتا ہے آنکھوں میں بہاِ فصل گلِ بکر
سماں بہتے ہوئے دریا کا ہو پیش نظر جیسے
ہو آفتاب کو یوں جو تھے فلک سے سالِ طبع القا

جلیل - افصح الفصحا - ابلغ البکفا - سرآمد شعرائے زمن جلیل القدر و نواب فصاحت
جنگ بہادر - اُتاد السلطان و کن - جناب حافظ جلیل حسن صاحب جلیل
انکپوری مقیم حیدرآباد و کن - جانشین حضرت
امیر احمد اتیرینائی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ

دلکشی میں ہے جو آپ اپنا جواب
”فہر کا دیواں ہے رنگِ آفتاب“

چھپ کے مکلا وہ کلام انتخاب
طبع کا ہے سال کیا روشن جلیل

چو ش - شاعر عدم المثال مخمور شرین کلام - ابوالفصاحت جناب پنڈت
نبھو رام صاحب تجوش لسانی شیشی فاضل - ادیب فاضل - مدرس اَدُل
فارسی پُرسرگٹ پورڈا سکول بکو در ضلع جالندھر و مدرسہ نظم و شعبۂ ادبیات
رسالہ رہنمائے تعلیم - لاہور - پنجاب خاص یادگار حضرت داغ دہلوی مرحوم و مخمور

مشرق شعریں تنویر دکھائی کیا کیا
پردہ سازیں کی فہم سرائی کیا کیا
سخنِ لغز کی تو تیسرے بڑھائی کیا کیا
گلِ صدر رنگ کی ہے جلوہ نائی کیا کیا
ڈھونڈ لائی ہے طبیعت کی راسائی کیا کیا
موسن معنی کی تجلی نظم آئی کیا کیا

حضرت فہر نے چھپوا کے یہ اپنا دیواں
بزم ہے سوزِ محبت کے بیاں سے مسجور
آبر و لطفِ زباں جسں بیاں کو بخشی
کوئی دیکھے تو ہمارے چمنستانِ سخن
لعل و یاقوت سے بہتر ہیں مضامین غزل
چو ش یہ مصرع تاریخِ مٹا دو تم بھی

حامد۔ سخنور مکنتہ سخن۔ شاعر بدیع نگار۔ امیر طریقت جناب سید شاہ حامد حسین صاحب
حامد پنجا دہ نشین درگاہ حضرت شاہ ارزاں دیوان۔
قدس سرہ پٹنہ عظیم آباد

جناب قہر کا دیوان چھپا ہے گرامی قدر ہے یہ۔ سال اس کا
ضیا میں اس کو رشک بدر کہیئے فقط حامد۔ عظیم القدر۔ کہیئے
۱۳۵۵ ہجری

دیگر

چھپ کر جناب قہر کا نکلا ہے وہ کلام حامد نے عیسوی میں لکھا خوب سال طبع
سب پر جسے جہان میں حاصل ہے بڑی دیوان قہر کے لئے "خورشید خاوری"
۱۳۵۵ ہجری

حجبتا۔ جادو قسم۔ سحر نگار۔ عالی خرد شاعرہ بیگانہ۔ مخفی زمانہ۔ جناب
بیگم فخر النساء صاحبہ چھپا پردہ نشین شاہجہا پنپوری تلمیذہ رشید و
خاص یادگار حضرت جلال لکھنوی نور اللہ مرقدہ

قہر روشن طبع کا شائع ہوا ہے وہ کلام جلوۃ الفاظ مضمون کی تجلّی واہ واہ
قدر کی نظروں سے دیکھیں کیوں نہ اسکو کچھ دیا اس کا فضلی سن یہ ہے منقوہ حرفوں میں حجتا
آفتاب چرخ جسکو دیکھ کر حیران ہے ہر غزل کہتی ہے مجھ پر ہر چک قتلوان ہے
اہل فن کا دل ہے۔ ارباب ہنر کی جان ہے قہر کا دیوان بھی خورشید سا با شان ہے
۱۳۵۷ ہجری

حیرت سخنور خوش فکر۔ صافی نژاد۔ صاحب طبع سلیم جناب مولوی سید
عنایت احمد صاحب نقوی حیرت بدایونی خاص یادگار حضرت دانش دہلوی مرحوم و معذور

ہے شاعری ہر دیوان بے نظیر ہے وہی لطف زبان تغزل و آغ
ہر روشن ہے کلام قہر آج مصرع تاریخ حیرت پر لکھو
ہر سخنور کو ہے اس کا اعتراف ہے وہی طرز بیاں بے اختلاف
کون کر سکتا ہے اس سے انحراف "ہے شاعر ہر تاباں پاک و صاف"
۱۳۵۵ ہجری

خوشتر۔ شاعر شیریں زبان۔ سخنور خوش بیان جناب منشی عبدالرحمن
صاحب خوشتر منگروٹی تلمیذہ عمدة الشعرا۔ افضل الشعرا حضرت قہر مصنف دیوان ہذا

تیسرے چرخ پہ ناہید سخن کا چمکا
سامنے جب یہ مہر عید سخن کا چمکا
یا یہ اک بدر پئے دید سخن کا چمکا
دیکھ لو! دُوبد و غور رشید سخن کا چمکا

جلوہ گر جب ہوا استاد کا دیواں چھپ کر
دیکھ کر لوگ اسے کیوں نہ منائیں خوشیاں
حضرت قہر کا یا ہے یہ کلام روشن
اس کی تاریخ بھی اک جلوہ گری ہے خوشتر

دل بس آتشِ شعلے ذی کمال طلسم آراے بزم خیال جو اہر رقم - نظیری نظیر
جالینوس زماں - فخر اطباقے بہند و ستاں - اعتبار الملک - حکیم الشعرا جناب حکیم
محمد ضمیر حسن خاں صاحب دل شاہجہا پوری بقتد ریا دگا حضرت امیر مینائی لکھنوی علیہ الرحمہ

مطلع انوار یا مقبول بزم اہل فن
کھل گیا فرحت اثر گلہائے رنگین کا چین
جو ہر قابل کہوں یا انکو یکتائے زمن
ہے نمایاں اس کے ہر ہر شعرے اک انجمن
”نفس حق - ماہ نو - مقبول دل - ہر سخن“

مژدہ باد اے دل چھپا تھر سخنور کا کلام
نکبت دلکش سے لطف اندوز ہوں ربابِ فن
شاعری میں فخر کے قابل جناب قہر ہیں
جانشینِ جلیل بہند و ستاں مشہور ہیں
طبع دیواں کی یہ ہے تاریخ اے دل بر محل

رعد - سخنور خوش مقال - شاعر عظیم المثال - صاحب طبع گہر بار - فصیح اللسان -
زبدۃ الشعرا جناب منشی حب لال صاحب رعد صاحب دیوان ”چرخ سخن“ - وکیل و
آزیری مجسٹریٹ ضلع بھنڈ - ریاست گوالیار خاں دگا حضرت داغ دہلوی مرحوم دہلوی

”تھر صاحب جانشینِ دل“ کا دیواں چھپا
کیا بھلا چھو لاچن ہے شاعر بے مثل کا
ہر سخنور کی زباں پر ہے صدائے جُندا
کوئی دیکھے یہ بیان تھر کی طسرو ادا
سادگی نے اور دونا لطف پیدا کر دیا
کرتی ہے مضطر جسکر کو شوخی طبع رسا
فکر سال طبع میں جس وقت میرا سر جھکا
رعد دیکھو خوب دلکش قہر کا دیواں چھپا

کس قدر دل خوش ہوا جب یہ خبر مجھ کو ملی
یہ شگفتہ شعر کر دیتے ہیں دل کو باغ باغ
کیا کلام بے بدل ہے - کیا بیان پذیر
کوئی دیکھے یہ دُرِ نشانی ”شجاع“ ہر کی
روز مرہ ہے نہایت صاف برشتہ ہے زباں
چٹلے اشعار سن سن کر تڑپ جاتا ہے دل
دیکھ کر یہ خوشنما دیوان بیشریں کلام
یہ ندا مجھ کو سرا خلاص سے ہاتھ لے دی

دیگر

اے رعد دیکھئے تو سہی بیتا تہر
سائے جہاں میں پھیلی ضیائے شعاع تہر

لعل و گہر میں تولیے دیوان تہر کو
ہاتھ سے سالِ طبع جو پوچھا تو یہ کہا

۱۹۳۲ - ۱۹۳۳

دیگر

جسکا عالم نے چمکتا ہوا جلو ادیکھا
صورتِ ہر ہر اک شعر چمکتا دیکھا
کیا بتاؤں سخن تہر میں کیا کیا دیکھا
جذبہ شوق کا طوفاں کہیں برپا دیکھا
خوب نیرنگی اُلفت کا تماشا دیکھا
تہر کی سحر بیانی کا تماشا دیکھا
اُنکے ہر شعر میں اک لطف نرالا دیکھا
”آفتاب سخن بہت چمکتا دیکھا“

۱۹۳۳ - ۱۹۳۴

دیگر

یہ تخیل کا اک مرقع ہے
تہر غزل تہر کی مرقع ہے

۱۹۳۴ - ۱۹۳۵

دیگر

دادا اب اسکے سخن کی دیں بھر
اور بھجتا ہے جگر میں مثلِ تیر
لطف دیتا ہے بیانِ پذیر
مجھ سے یہ کہنے لگا میرا ضمیر
”دیکھ لو اب یہ کلام بے نظیر“

۱۹۳۵ - ۱۹۳۶

دیگر

تو آیا زباں پر مری بے تاثر

چھپ گیا دیوان تہر خوش بیاں
چٹکیاں لیتا ہے دل میں یہ کلام
لوٹ ہو جاتے ہیں مسکندہ سنج
فکر جب تاریخ لکھنے کی ہوئی
رعد کو تھا نہایت اشتیاق

جو تہر سُخوہ کا دیوان چھپا

لکھو "واہ واہہ نرالا تھیل"	کہ اے زعمدم اسکی تاریخ طبع
ساحر۔ شاعر کہن سال سخن گستر بلند خیال۔ شمع بزم سخن۔ جناب پتہ طت امر ناتھ صاحب ندن۔ ساحر دہلوی پشتر تحصیلدار تحصیل لال حویلی دہلی۔	
روشن سواد خاک شدہ از شعاع ہر بر کردہ سر گلے چو زیائے ادب خمد ہر ذرہ تابناک شدہ از شعاع ہر "آن گل زخار پاک شدہ از شعاع ہر"	
سائل بلبل گلزار شیوا بیانی۔ طوطی شکرستان شیریں زبانی۔ ثانی داغ۔ سلطان قلم و فصاحت اہل زبان عالیجناب ابوالعظم میرزا اسراج الدین احمد خاں صاحب سائل دہلوی امجد المملک حضرت داغ دہلوی مغفور و نبیرہ نواب ضیا الدین احمد خاں بہادر نیر خشاں دہلوی مرحوم جاگیر دار لوہارو۔	
تجی اُسکے لئے ہوں قطعہ تاریخ کا، چستی بندش سے ہے ہر شعر سا پختہ میں مٹھلا اسکو انداز بیاں کہیے فصیح المملک کا خوب نصیب بلبل ہندوستان ہے واہ واہ شیریں بین جانشین داغ کا دیواں چھپا	قہر بھائی نے لکھا دیواں ہے میرا زیر طبع آنکھ سے دیکھا۔ ثنا بھی کان سے اٹکا کلام اور ہے لطف زبان بھی شوخی مضموں کے ساتھ دید کے قابل ہے گلہائے معافی کی بہار لکھتا سائل نے یہ سال طبع آخر در جواب
سخن۔ سخنور نکتہ دہاں بنا ترنگیں بیاں۔ نقاد جواہر سخن جناب منشی رام ناراین صاحب جوہری مجلس سخن وکیل اشکر خلع دوم جناب ڈپٹی کوری پرشاد صاحب متوطن بھونگاؤں۔ ضلع مین پوسی۔ تلمیذ خاص مسراج اشکر حضرت بزم آفتد علی بکری	
مغفوران نکتہ سنج نیکو داند کہ شاعرانہ اندیشہ فکر جانفرو سارے بر پہلوئے دل نہ زند و بالاس اندیشہ جگر رخت لخت نہ خراش دیا قوت ہر تاب سخن کہ مستوجب اجابت دشوار پندار معنی شناس تو اندیشہ حاصل نشود۔ و تا ہزاراں غوطہ در بحر ناپید کنایہ فکر بخورد۔ یک گوہر آبدار معنی کہ شالستہ قبول خاطر خطیر جوہر ایں جواہر خرد آید کف نہ آفتد۔ الا دریں دلا محب صادق عمدۃ اشکر۔ نافذ المملک افضل اشکر ممبر خصوصی و نقیدی انجمن خاصان ادب لکھنوپروفیسر ناراین پرشاد و رما تہر جانشین فصیح المملک حضرت داغ دہلوی اعلیٰ اللہ مقامہ ایں دیوان لا جواب شعاع ہر را کہ گوہرست نایاب بیکال	

جگر کا دی و دلسوزی چنان اذکر فکر بر آوردہ کہ ہر وقتے ازین کتاب عافیت است جاننازد ہر صفحے ازین اوراق معشوقیت طنازد ملائکہ ایں دیوان بالفردستان حقیق مکملہ نظم اُردو را سرور تازہ خواہد بخشید۔

قطعہ تاریخ

چو دیوان جناب **مہر شمس** طبع
شعاریہ تاریخ طبعش گفت از - "ماہ
۱۳۶۶ - ۱۳۰۹ - ۱۳۵۳ ہجری

مُتروش - مہر بہر نکمہ دانی - ماہ منیر شیریں دہانی جناب سید اختر حسین صاحب
نقوی مُتروش پھلی شہری ہیڈ ماسٹر انگلش اسکول پھلی شہر ضلع جوینو ر۔
نویسندگان: حضرت **مہر شمس** پھلی شہری مرحوم و معذور

شعاریہ ہر کہ ہے کلیات حضرت **مہر**
جو لفظ ہے وہ ہے روشن جو حرف وہ تاباں
کلام **مہر** سے جو اسم با سنی ہے
جو ہے یہ پُر گل خوبی سے - غایت پاک
کسی جگہ سے کوئی حرف اُٹھ نہیں سکتا
جو خوبیاں ہیں وہ سب اس میں ہیں بہت کمال
مُتروش لکھیہ یہ تاریخ طبع دیوان کی
کسی طرح نہیں تاباں میں آفتاب سے کم
غرض چمکتا ہے اسکا ہر اک ورق چمچم
اُجالی رہتی ہے دنیائے شاعری ہر دم
تو اس سے اہل نظریوں نہوں خوش و خرم
ڈھلے ہوئے ہیں سب اشعار بندشیں محکم
جو سخن شعر ہیں وہ اس میں ہیں بکسب اتم
شعاریہ **مہر** سے روشن ہے راحت عالم

دیگر

چھپ گیا شکر خدا دیوان **مہر**
اسکی تاریخ اور کیا لکھیہ مُتروش
ہے جہان شاعری میں آج عید
جبکی ہے تاریخ "تاریخ سعید"

۱۳۵۳ ہجری

شوخ - شاعرانہ خیال - ناظم شریں مقال - اکمل زمان - افصح دوران واقعہ
مُتروشی جناب ڈاکٹر سید سخاوت علی صاحب جعفری - شوخ اکبر آبادی
جانشین حضرت رئیس مرحوم اکبر آبادی و دیگر میرزا ضیح مرحوم

خدا کا شکر کہ دیوان **مہر** طبع ہوا
نیکوں ہوں اہل سخن اس کلام کے شیدا
فلک پہ دھوم ہے چمکا زمیں پہ اختر **مہر**
فصاحت اور بلاغت ہیں دونوں جا کر **مہر**

	کیفِ سخن سے مست ہوں میں مجھ کو مجھ کو کہ	
	دیوانِ قہر سے رکھا ہے جو مگر	

دیوانِ قہر نکلا ہے اُس آیتِ تاب سے
کامل ہے دھنگا وہ انھیں فنِ شعر میں
پیدا کیا ہے خوب متانت میں باکین
بندش ہے صاف و مستقیم مضامین
نیرنگ و دکھائے ہیں کس شاخِ کلک سے
ہر شعر نقشِ بندِ معانی ہے سب
ہر لفظ یوں عروس کی صورت ہے جلوہ گر
اب معترض کے واسطے ہر راہ بند ہے
توحید سے کلام ہوا ہے وہ ہم قراں
روشن کیا ہے نام وہ صنِ کلام سے
مشید عیاں تخیلی تاریخِ طبع ہے

طالب صدیقی منصور علی امرودی۔ نو بہار گلزار شیریں زبانی جناب منشی شاہد علی صاحب
طالب صدیقی منصور علی امرودی یقین کرچی۔ مؤلف شعرستان ہندو تلمیذ جناب علامہ ناصر
حضرت ابوالتوفیق آفندہ صدیقی امرودی

<p>جہناب قہر نے لکھا وہ بے بدل دیواں کہو یہ مصرع تاریخ عیسوی طالب</p>	<p>جو مرتبے میں ہے رُوئے کلام کا غاذہ شغاع ہر سے ماہ سخن ہو اُتا دہ</p>
--	--

عطا نقشبند گلزار معانی بعد سبب بوستان شنیدو بیانی۔ سرتاج سخن جناب ممتاز الشعرا
 حاجی عطا محمد صاحب عطا بدایونی وکیل و تاسینٹ میونسپل کمشنر و چیرمین کمیٹی
 حفظانِ صحت میونسپل بورڈ تلہرہ ضلع شاہجہاںپور۔ یو۔ پی۔
 یادگار حضرت داغ دہلوی مرحوم

”شعاع ہسر کردار ضیا ہے“
 ”شعاع ہسر میں ہے نور فروغ“
 ۱۹۳۷ء

”شعاع ہسر خورشید لقا ہے“
 ”شعاع ہسر فکل نور عطا ہے“
 ۱۹۳۷ء

دیگر

”جگر باغ ہے شعاع ہسر“
 ”خود استاد ہے وقوع عطا“
 ۱۹۳۷ء

”جگر باغ ہے شعاع ہسر“
 ”خود استاد ہے وقوع عطا“
 ۱۹۳۷ء

دیگر

و دنیا میں جب سے کوئی نہیں ہم دکھا رہا داغ
 ہر اہل فن ہے حُسنِ رتم پر نشا رہا داغ
 سب ورثہ دارِ داغ ہیں۔ سب یادگارِ داغ
 لطفِ زباں سے تھرکا دل ہے دیارِ داغ
 ”دیوانِ تھر چادرِ فصل بہارِ داغ“
 ۱۹۳۷ء

جس روز سے ہے باغِ جہاں میں بہارِ داغ
 استاد کے ہنر کا زمانہ ہے مدح خواں
 سائلِ عطا و احسن و بیجو کہ توجہ و تھر
 فیضِ جنابِ آغ سے روشن داغ ہے
 گویا زبانِ آغ عطا ہے۔ زبانِ ہسر

عیش۔ شاعر بے نظیر۔ مخمور پر تاثیر خوش فکر۔ خوش خیال۔ جاؤ و رتم۔
 صاحبِ طبع سلیم جناب مولوی شفیع احمد صاحب عیش بریلوی
 خاص یادگار حضرت داغ دہلوی مرحوم

”جلوہ گرہوں نے کو دیوانِ شعاع ہر عیش“
 ”تم لکھو یہ اُس کلامِ نضر کی تاریخِ طبع“
 ۱۹۳۷ء

”جلوہ گرہوں نے کو دیوانِ شعاع ہر عیش“
 ”تم لکھو یہ اُس کلامِ نضر کی تاریخِ طبع“
 ۱۹۳۷ء

عزیز۔ شاعر سخن ساز۔ معنی طراز۔ مخمور۔ صاحبِ تحقیق۔ جناب حافظ شیخ محمد فی بخش
 صاحب غزلیں سہارنپوری خاص یادگار حضرت قیس مہر نومی مرحوم

”جانشینِ آغ والا مرتبت“
 ”ہسر انوارِ سخن عالیجناب“

”جانشینِ آغ والا مرتبت“
 ”ہسر انوارِ سخن عالیجناب“

<p>کر دیا اُردو زباں کو کامیاب ہے جو دنیا کے سخن میں لا جواب تہر کا دیوان ہے رشکِ آفتاب ۱۳۵۶ھ ہجری</p>	<p>شاعری کی خوبیوں سے آپ نے چھپ گیا وہ آپکا دیوان بجز ترقی کس قدر نایاب ہے یہ سالِ طبع</p>
<p>جلوہ گر ہیں جن سے انوارِ معانی بر ملا ”عرش کا تارا بنا دیوان دلکش تہر کا“ ۱۹۳۷ء</p>	<p>وہ لکھے ہیں نور کے مضمون جناب تہر نے لکھو تم بھی اسکی یہ تاریخ روشن اے غزل دیگر</p>
<p>چھپ گیا دیوانِ مقبولِ انا م تہر خوش گو کا ہے کیا زیبا کلام ۱۳۵۵ھ = ۱۹۳۶ء ہجری</p>	<p>تہر صاحب جانشینِ دافع کا لکھ سیرِ انور سے سالِ طبع غزل دیگر</p>
<p>فائق صاحب طبع معنی آفریں جو ہر قابلِ سخن کو لائق جناب مولوی سید شاہ محبوب الرحمن صاحب فائق سجادہ نشین مفتی مسیح ضلع پٹنہ عظیم آباد۔ تلمیذِ عمدۃ الشعراء۔ افضل الشعراء حضرت تہر مصنف دیوانِ نبرا</p>	
<p>آج دیوانِ شاعری ہر جانِ شاعری انکی اصلاحیں ہوئی ہیں نزدیکیاں شاعری ہے شاعری ہر او آسان شاعری نور میں اسکے دکھائی ہے ہر کان شاعری ”یہ شاعری ہر روشن لے جہان شاعری“ ۱۹۳۷ء</p>	<p>چھپ گیا تہر سخنور جانشینِ دافع کا میں بھی ہوں شاگرد اُنکا۔ میرے بھی شعار پر ہے شاعری ہر شمعِ محفلِ اہل ادب پھر بھی اسکے سامنے ہے جہل کی ظلمت بہت کبکے سالِ طبع دیوان دیکھے فائق صدا</p>
<p>قرنِ سخنورِ ماہرین۔ نقاد جو ہر سخن۔ راسخ الکلام جناب مولانا مولوی قمر الحسن صاحب صدیقی حمیدی بدایونی مقتدر یادگار حضرتِ راسخ دہلوی مرحوم و مغفور</p>	
<p>جسکا ہر ایک شعر ہے ہر عیب سے بری کیوں اس کلام کی نہ شتم ہو برتری</p>	<p>اب طبع ہو رہا ہے وہ دیوانِ لا جواب فیضِ جنابِ تلخ کی روشن مثال ہے</p>

ہے رہو سخن کے لئے شمع رہی
بولا سروش جنب "ریاض سخنوری"

آئینہ کمال کلام جناب قہر
تاریخ کا خیال جو آیا مجھے قہر

حقیقی عالم بعدیل۔ فاضل نبیل۔ علامہ عصر فضیلت مآب۔ کمال انتساب۔
صاحب فکر لطیف۔ شاعر شریں سخن۔ جناب پنڈت برجموہن صاحب داتا ترمیہ
حقیقی دہلوی۔ بی لے یقیم پاڈل ٹون پنجاب

ان کا بہت بلند ہے ذوق سخنوری
کئے شعاع مرکو "خورد شید خاموری"

عاشق ہیں شعرا و ادب کے جناب قہر
دیوان انکا دیکھ کے حقیقی نے یہ کہا

مختصر شاعر بدیع نگار۔ خوش گفتار ناظم خوش خیال۔ سخنور عظیم المثال۔ کان قصا۔
جان بلاغت سخن طراز۔ جادو نگار صاحب کلام متین۔ عالی حرد سخن گستر
جناب میرزا کاظم حسین صاحب مختصر لکھنوی

قہر ہیں شاعر استاد و ادیب کامل
سننے والے جسے سننے ہی ہوئے ہیں سبیل
کہ جسے دیکھ کے بیتاب ہیں اہل محفل
اہل باطن جسے سننے کو ہنس دل سے ناگل
لفظ ٹھیکل جو دریا ہے تو مقلی ساحل
ہوئی ہر صنف پر تقدیر سے قدرت حاصل
کہ ہر اک شعر ہے گو یا کہ چرخ منزل
دیکھیں خوبان زمانہ تو پھر طرک جائے دل
کامل فن بھی جنہیں کہتے ہیں شاعر کامل
آپ کے در و دھبے شعر جو سن لے قاتل
حضرت قہر کا دیوان ہے زیب محفل

قہر کا چہرہ گیا دیوان یہ اللہ کی ہر
ایک اک شعر میں جذبات سخن کے جو ہر
ایک اک لفظ ہے یا آئینہ حسن بیاں
جنب سے طرز بیاں میں یہ ہوا حسن قبول
سلسلہ بند سی مقفول کا نہ پوچھو احوال
قہر کی طبع سخن سنج کا اندر سے زور
قہر کی روشنی طبع شعاع خورد شید
شونئی نظم میں تائید بھری ہے ایسی
قہر اس دور میں کیونکہ نہوں فطری شاعر
جاہنے والے پہ سوجان سے ہوا نل رسم
گلک موثر نے رسم کر دیا یوں طبع کا سال

معجز شاعر نا و گنیال۔ رنگین مقال۔ سخنور بہتال حکیم سید اعجاز احمد صاحب معجز
سہسوانی مولوی فاضل و شہی فاضل (پنجاب) سیکرٹری مسٹر مدرس و شفیقہ عرفی فیض آباد

دلکش و نازک مقالی ہیں بیاں بالکل سلیس
زہن عالی انکا ہر دم عقل گل کا ہے انیس
ہوٹن مجھے ہے انکا وہ عطا برد کے جلیس
اور لکھ اس کو فارغ ہو گیا کاجی نویس

بے فصاحت کا بلاغت کا نمونہ یہ کلام
قہر ہیں اک شاعر جادو بیاں روشن خیال
ہے وطن قہر سخنور خوش بیاں کا سہسوال
جب ہوا دیواں مرتب قہر کا باب و تاب

خامد مجھ نے لکھا مصرع تارخِ طبع
جانشینِ داغ کا دیوان اُردو ہے نفیس

دیگر

چمن در جیب دار و ہر گل تر
زہے گلزارِ مہر نکستہ پرداز
بہر لفظش نہاں گنجِ فصاحت
زہرِ بیش عیساں تاثیرِ اعجاز
پے تارخِ دیوان گفت مجھ سے
شعاع ہر روشن مایہ ناز

مفتوں صاحب فکر لطیف شاعر شیریں سخن جناب شیخ شکر شروپ صاحب مفتوں
شکوہ آبادی مقیم سکندر آباد ریح بلند شہر تلمیذ رشید فصیح العصر۔ ناخدا کے سخن تاج الشعرا
حضرت نوح ناروی جانشین حضرت داغ دہلوی

دیوان کا وصف کیا ہو مفتوں
اللہ رے شان و شوکتِ قہر
اس فرد جہاں کی عیسوی میں
تارخ ہے فردِ حضرت قہر

دیگر

چھپ کر ہوا جہاں میں صورتِ نگارِ مہر
آئی صدائے غیب۔ "تویش جات عشق"
فصلی میں سال طبع کی مفتوں نے کی جو فکر
عشق

لکھ شاعرِ بالماں۔ ناظم شریں مقال فخر شعراے دورِ جدید۔ اہر فن جناب پندت
آئندہ ناریں صاحب لکھنوی تلم۔ ایم۔ اے۔ ایل ایل۔ بی۔ ایڈووکیٹ چیف کوٹ لکھنؤ۔
خلف جناب ڈاکٹر پندت جلالت تارین صاحب لکھنوی۔ ایل ایل ڈی ایس چنیلر
لکھنؤ یونیورسٹی وائٹس ریٹر۔ بی۔ بی۔ کورمنٹ

بادہ نوزائش شمع شمع و سخن کے واسطے
ہم نے لکھا اس کا پہ فصلی متور سال طبع
نئے کا ساعر قہر کا دیوان شعاع ہر ہے
بزمِ انور قہر کا دیوان شعاع مر ہے

مولانا ہمال گلزار شیریں نوائی۔ مخمور خوش بیان بخوش فکر۔ جناب شیخ مولانا بخش صاحب
مولانا سہارنپوری خلف و تلمیذ حضرت غفرانی سہارنپوری

اے جزاک اللہ کیا دیوان لکھا قہر نے
لکھیہ مولانا کے چھپنے کا یہ سال عیسوی
جسکے ایک لفظ سے ظاہر ہے حسنِ دلربا
یہ جناب قہر کا دیوان خوشخط اب چھپا

دیگر

قدر دان جس کا مدت سے تمام کو انتظار
لکھو مولانا سالِ ہجری تم زرو دے اہتمام
طبع وہ دیوان ہوا بانوکت و باشان آج
قہر کی صورت چھپا کا قہر کا دیوان آج

ناطق۔ مخمور لکیتا۔ شاعرِ بے ہمتا۔ ماہرِ بالماں۔ مشتاقِ شکر۔ شکریم۔ اشکال۔

مرشد خجاندہ سخن جناب مولانا مولوی سید محمد ابوالحسن صاحب ناطق کلاؤٹھوی
مقیم ناگیوہر مصنف "ناطق ناطق" خاص یادگار حضرت داغ دہلوی مرحوم

جہان شاعری کا ہمدان
یہ نگلستان سے ہمدانستان

جناب تہر کا دیوان ہوا ہے
لکھنؤ طبع کی تاریخ ناطق

ناطق بخند گلزار خوش بیانی۔ سخنور خوش کلام۔ جادو و طراز۔ سخن پر داز۔
جناب ابوالاعلیٰ محمد عثمانی محمد عبد القدوس صاحب ناطق رسواوی۔ بلیا و بی۔ مقیم
نیر سوہنٹ۔ ملک برآر۔ تلخیص عمدۃ الشعرا۔ افضل الشعرا حضرت مہر مصنف دیوان

فصحی زبان حضرت تہر کا
جہی جانشینی کا مرتبہ ملا
کلام آپ کا ہے اسی طرز کا
فصاحت میں تانی نہیں آپ کا
اسی سے زمانہ ہے ان پر خدا
نہیں انکے الطاف کی انتہا
مری حد سے تہہ بڑھایا مرا
ہوا طبع دیوان جب آپ کا
محاسن کی دنیا ہے اس پر خدا
نہ ہے مشائے اس میں تعقید کا
سلاست ہے سوچا سے شیفنا
نہیں دخل اس میں ذرا عیب کا
"کمال فصاحت کا منظر کھلا"

نہیں ہے زمانے میں ہر کوئی
کمالات ہیں داغ کے آپ میں
فصاحت دہی ہے۔ بلاغت دہی
بلاغت کی دنیا میں بے مثل ہیں
ملطف کا جو ہر طبیعت میں ہے
مرے حال پر بھی ہے شفقت بہت
کیا ہے غلاموں میں یوں سر بلند
کھلا گوہر گنج معنی کا راز
مبثر معائب سے ہے یہ سخن
نہ عنود و زوائد۔ نہ ایطاکہیں
زباں صاف و شستہ عبارت فصیح
سراپا مرقع بہ دیوان ہے
لکھا اس کا ناطق نے یہ سال طبع

۱۹۳۷ء

دیگر

نکتہ دان و نکتہ پر درجہ سخن
طبع او دارد مرخبان و مرغ

جانشین داغ۔ تہر استاد من
دوست می دارند اور اخلاص عام

کلیاتِ تہر جوں گردید طبع سالِ طبعش ملکِ ناطقِ زرد رقم	شد تشارش گنجِ معنی شلی گنج "یک ہزار و ستم صد و پنجاہ و بیست"
--	---

ناظم۔ شاعر شریں سخن۔ ناظمِ فنِ زمیں۔ صاحبِ طبعِ رسا۔ سخنورِ خوشِ کلام جناب
ابوالکاسم محمد اسماعیل صاحبِ ناظمِ متوطنِ رتسر۔ ضلعِ بلتیا۔ تلمیذِ عمدۃِ الشعراء۔
افضل الشعراء حضرت تہر مصنفِ دیوانِ ہذا

یہ بدھائی طبعِ دیوانِ شجاع مہر کی ! کینچ دیں اشعاریں وہ صورتیں جذبات کی حاشیہٴ آغِ قہر اُستاد کا ہے یہ کلام لوگ تاریخیں کہا کرتے ہیں اکثر بیشتر اور سالِ طبعِ اس کا ناظم شاگرد کو	گوچ اٹھا ہے جہاں شورِ مبارکبا دے جو کسی صورت نہ کھینیں مانی و بہناد سے اس کا کوئی شعر بھی خالی نہیں ہے صا د سے فکر سے۔ ذہنِ رسا سے۔ عقل کی امداد سے باتھ آیا ہے "بیانِ حضرت اُستاد" سے
---	--

نکبتِ سخن گسترِ خوشِ مقال۔ شاعرِ سراپا کمال۔ ماہرِ فن۔ صاحبِ
طبعِ عطیہٴ فطرت۔ سخنورِ باگیاست۔ جنابِ مولوی شاکر حسین صاحبِ یقینی نکبت،
سہسوانی خلفِ حضرت صابر حسین صاحبِ قبا سہسوانی مرحوم و برادرِ زادہ
حضرت انوار حسین صاحبِ تسلیم سہسوانی معفور۔

چوں شجاع ہر راہبر از فردغِ نورِ فکر از کمالِ دلفریہا در اندازِ بیاں سالِ تاریخِ سنجی نکبتِ شیوا بیاں	جلوہ آرائے مضامینِ لطافت بہر کرد نوعرو سانِ سخن را روشِ گلہر کرد گفت "روشن صبحِ معنی را شجاع مہر کرد"
--	---

تابِ شجاع ہر ہے مرزہ رساں کہ دیکھو ہے ہمہ گیر کس قدر حسنِ مقال کی ضیا حسنِ بیاں کے ساتھ ساتھ لطفِ تباں کا پھر سچ رہا تھا سالِ طبع۔ راہِ نور و دشتِ عجز وادیِ قدسِ فکر سے آئی ندا پیرنگا ہاں	نظم کی کائنات میں صبحِ کمال کا ظہور دیکھو جدھر اٹھا کے اُنکھ پھیلا ہوا ہے ایک نور خوبی صحتِ مذاقِ قابلِ داد ہے ضرور معترفِ قصورِ عقلِ نکبت از صلاحِ دور "حسنِ کلامِ تہر ہے جلوہ طرازِ شمعِ طور"
---	---

دیگر

آسمان شاعری پر ارتقا پر قہر نے
گل بھلا کر تازہ حُسن ابتدا پر قہر نے
کر دیا بے بس مگر امر مطاع قہر نے
حاسدوں کی آنکھیں کھینچ کر قہر نے

سردین نظم کو کس درجہ بخشی روشنی
کر دیا ہر نگاہ کو ارازم دیوان کو
فکرِ سالِ طبع کا کسکو تھامے نہ کہت و ماغ
فرق ترک و اخذ سے ہے سن آغاز و ختم

نوح - مخنور سر ایا کمال شاعر نازک خیال - نقاد سخن - واقف رموز شیریں کلامی
تاج الشعراء - فصیح العصر - ناخدائے سخن جناب لانا محمد نوح صاحب نوح ناز و سی
رئیس اعظم نازہ ضلع الہ آباد جانشین حضرت دانع دہلوی مرحوم

چھپا ہے اُنکا یہ دیوان بے بہا اچھا
یہ ہے زمین الگ - یہ ہے آسمان جدا
بہار بھی نئی - گل بھی نئے - چمن بھی نیا
شمعِ قہر میں جُز و عروس ہر فرزا

جناب قہر جو ہیں جانشین حضرت داغ
جہان شعرو سخن کا نرالا عالم ہے
زہے بہار - زہے گل - زہے نفاط چمن
بلال و لعل کہ بلجائے سالِ طبع تمہیں

دیگر

بڑھ گیا مے خانہ خُرد سخن میں ساز و سوز
”بادۂ نو - آفتابِ قہر - ہر نیم روز“

قہر کا دیوان چھپ کر بن گیا برقی کلام
نوح ساغر نوش نے لکھا چمکتا سالِ طبع

دیگر

کہیں بدر جس کو سب اہل نگاہ
یہم لکھا ”یہ ہے غیرتِ ہر دلا“

چھپا قہر کا وہ منثور کلام
مگر نوح غمخس نہ کرے سالِ طبع

دیگر

عالم ہمہ گشتِ لطف اندوز
”خورشیدِ سپر نور افسرِ نور“

دیوانِ جنابِ ہرشد طبع
ایں ست ز نوح عیسوی سال

نوشہ مخنور شیریں کلام - گلدستہ ذہانت و ذکاوت جناب ششی
محمد خلیل الدین صاحب عباسی نوشہ بدایونی برادرزادہ حضرت حیرت بدایونی

کلامِ تہرہ جس طرح شاعری پر جو اختر لفظِ سطر میں لکشاں ہیں نظر کا غُوب ہے دلکش تماشا اگر تاریخ کی ہے فکرِ نو شہر	دُرُخشاں ہے مثالِ ہر زریں تو ہیں ادراقی کے ٹھٹھے لگا ریں بیاں ہیں صاف مضمون بھی ہیں لگیں کہو "پاکیزہ نظم ماہِ بدرویں"
--	--

یگانہ۔ مثنوی بہ مثالِ شاعرِ بلند خیال۔ ماہِ رفتن۔ نقشا دِ مثنیٰ۔ واقعہ غرض و
قوانی۔ جادو و رقم جناب میرزا و اجد حسین صاحبِ معروف
بِعرف میرزا یگانہ چٹکیزی لکھنوی پڑ حضرت آتش لکھنوی

جواب میں ہوئی تاخیر۔ آہ کیا کیے شجاع تہرہ کے چھپے کا قلم باقی سال	یگانہ آجکل اچھا نہیں ہے شفقِ من اندھیرے کا ہے اُجالا۔ "نہیں چلے غنیمت"
--	---

۱۹۳۶ء

تقریرِ دلپذیر اثرِ خاتمہ جناب منشی بشیر احمد صاحبِ صبرِ حدی

منشی کتب خانہ مطبع محمدی ممبئی

دیوان ہے کہ شمس ہے نصفِ اُتھاپا
یا گلشنِ سخن ہے یہ خنداں بہار پر
معزز ناظرین وہاں نظرِ شائقین کو مژدہ ہو کہ نازک خیالی کا آئینہ معاملہ نگاری کا صحیفہ، رنگِ شفقانہ
کا لطیفہ، شمیمِ ظاہرِ نازنینوں کا تذکرہ نگاہِ حقیقت دستورِ اعلیٰ شعرا، معانیِ آفرینی کا مجموعہ، مجموعہ سخن شیرازہ یعنی
دیوانِ شجاع تہرہ جو اس وقت رقمِ الحودت کے پیشِ نظر ہے اُس کے مطالعے سے جتنے ریں سرور و مضمون
ہوا ہوں اگر اُس مسرتِ دلی کا ذکر اور فکریہ نہ کروں تو کفرانِ نعمت ہے، سبحان اللہ، کیا کیا نورِ دیدگانِ بانی
آغوشِ الفاظ میں بازی کر رہے ہیں اور کیسے کیسے پر زواںِ معافیہ نگاہِ دزیدہ نظم کے سحر و کے سے جھانک رہے
ہیں، شاہِ دہانِ نزاکتِ بیان کی کمریں بارِ الفاظ سے ٹھکی جاتی ہیں، ہوشِ شانِ شمعِ مضامین آبِ از دیدہ رفتہ
ہو کر اور بندِ شونگیِ حلیم سے سر نہکا لگر گلیاں گسٹری کر رہے ہیں، آشیانہ الفاظِ پریو و معانی کا باقریہ بیٹھنا
مکانِ وکسین کا ربط ہے، اس دیوان کو گلشنِ گلہائے راز و نیاز اگر کہئے تو بجا ہے یا میخانہ صہبا سے ناز و انداز
قرار دیکھئے تو نہایت زیبا ہے۔ کلام ہے کہ ایک دریا ئے زخار کی طرح جوش میں رواں ہے، ایک ایک

زمین میں کئی کئی غزلیں اور ایک ایک بڑھ کر پھر مضامین آفرینی اور نازک خیالی جس مصنف دیوان حضرت ہر
کی جودت طبع اور علمی استعداد کا سرمایہ ظاہر ہوتا ہے۔ ہر سطر ایک لفریب نخل ہے خیالات رنگینا اور ہر
صفحہ ایک تازہ بہار گلشن ہے بلند بی مضامین کا۔ دیوان ہدایں از اقول تا آخر ہر مقام پر تازہ کرشمہ سرگرم
جلوہ فروشی اور ہر انداز و عشوہ مشتاق ہم آغوشی ہے۔

زفر قیام قد مشہر کجا کہ می نگرم	کرشمہ دامن ل میکشد کہ جا ایست
---------------------------------	-------------------------------

علامہ بریں، شوخی مضامین چسبی بندش جو بی بیان۔ لطف عتاب وضع استعارہ اسلوبی کنایہ ماشا اللہ
ثم ماشا اللہ بایں ہر حضرت تہر کی ذات گرامی محتاج تعریف و توصیف نہیں کیونکہ اس جہاں فصاحت
و بلاغت کو اپنی رسائی پر ناز اور علم و لیاقت کو غرور اعزاز ہے۔ جب سحر بیانی اور آتش زبانی خود شاہد
حال ہوں تو کسی کی ثناء و صفت کی کیا ضرورت ہے۔ اگر صاحب دیوان حضرت تہر کی شان میں یہ کہا جائے
کہ وہ اپنے زمانے میں کتنا پس تو امید ہے کہ اسے شاعرانہ مبالغہ نہ تصور کیا جائیگا، اس عہد میں اگر
دلی کا بادشاہ شاہ ظفر سا قدر دان ہوتا تو مصنف دیوان جانشین فصیح الملک حضرت داغ دہلوی
جناب تہر کے کلام کی کیا قدر و منزلت نہ کرتا۔ جائے غور ہے کہ قطرے کو دریا اور درے کو آفتاب بنانا
ہر شخص کا کام نہیں سخن سنجان دانشمند اور دانش وران انصاف پسند اگر انصاف کو ہاتھ سے نہ دیں تو گو
انجائیں گفتگو کر تینا ہم انکے کلام کو سحر سامری قرار دینے میں کچھ تامل نہیں کر سکتے۔ غرض جو جو باتیں محاسن شعری
کے لئے ضروری ہیں وہ سب اس کلام میں موجود ہیں، اگر دامن نگاہ گرد و گردورت اور کینے سے پاک و صاف
ہو تو جس جگہ سے دیوان کو دیکھئے ایک جلوہ ہی جلوہ نظر آتا ہے۔ میں اہل بصیرت توقع رکھتا ہوں کہ میری
یہ باتیں مبالغے پر محمول نہ فرمائی جائیں۔ البتہ میں اس مقام پر یہ ضرور کہوں گا کہ یہ دیوان بیشک دیدہ
بدیں اور نگاہ حاسدین کے لئے خار ہے مگر منصف مزاجوں کی نگاہوں میں پھلا پھولا گلزار ہے میں آخر میں
دست بردار ہوں کہ الہی جب تک دریا ئے سخن موجزن ہے تیرے فضل و کرم سے یہ دیر شاہوار ہوا
ابر وئے سخن سنجان رہے اور یہ گوہر آبدار مطبوع طبائع جہان و مقبول خاطر خاص و عام ہو۔

آمین ثم آمین، الحمد للہ رب العالمین۔

بمبئی۔ ۱۳۵۵ھ ۱۹۳۷ء

نوٹ۔ آگے جو قطعات خلاف سلسلہ حروف تہجی درج ہیں وہ بعد ترتیب ضمیمہ نمبر ۲ آئے تھے۔

عقیل۔ نوابہ گلزارِ لیاقت گویا ست۔ گلدرستِ ذہانت و ذکاوت مجمعِ ہزارِ دانش خلعتِ اصغر
مولانا مولوی محمد علی ایم جلیلا سطر حق طاب ثراہ عمریر رسالہ پیکر خیال اخبارِ اسلام مالکِ مسلم پیرِ کثمتِ بنگلور

قہر کا دیوان شایع ہو گیا
ایک ہنگامہ۔ سال پچھنے کا عقیل
جو زمانے کو بہت محبوب ہے
قہر کا دیوان خوش اُسلوب ہے

نذیر۔ بزمِ کلمے خوش بیانی مشاقِ بے نظیر حامی کلام پیرِ تاثیر جناب مزارِ اندر حسین صاحب نذیر۔ بنگلوری

جناب ہر کے دیوان کی توفیق کرنے کو
اداکے ساتھ کیے کیوں نہ تاریخ اے نذیر اسکی
زبان خود بول اُٹھتی ہے غزل ہر اک مرتعہ ہو
”پچھلی ہر کی یا نہ جالوں کا مرتعہ ہے“

نقیس۔ بیخودِ لطف جمال۔ شاعر شیریں مقال۔ بکھن گلستانِ معانی و واقف روزِ خوش بیانی جناب
محمد یوسف صاحب نقیس۔ بنگلوری تین نواب فصاحتِ جنک و حضرت علی۔ بکھن حضرت تیرہ بیانی لکھنوی

سب طبع پر یا قہر کا دیوان چمکا ہے
نقیس اک نکتہ کی تاریخ قزبان ہو کر دیوں پر
نظر آیا ہے جلوہ دفعہ یا مدحینوں کا
”شجاع ہر ہے یا یہ مرتعہ چھینوں کا“

۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲

دیگر

پر تو ہر ایک شعر میں ہے مہتاب سما
”جلوہ شجاع ہر میں ہے آفتاب کا“

۱۳۵۰-۱۳۵۱-۱۳۵۲

دیگر

اندر رے جلوہ ریز مٹی طبع جناب قہر
از روئے وصف طبع کی تاریخ نقیس

ہیں شعر یا شعاعیں ہیں یہ آفتاب کی
”دیوان تہر میں ہے ضیا مہتاب کی“

دیوان قہر کا ہے، کہ ہے مہریم روز
ترتیب کا ہے سال یہ منقو طبع نقیس

ذائقہ۔ بیخودِ لطف۔ منشی ابراہیم ذائقہ۔ بنگلوری تلمیذ حضرت فائق الحقور یادگار حضرت نصرت لکھنوی

قہر کا دیوان ہے یا ہے خیابانِ سخن
ذرتے ذرتے میں نہاں ہے اک میاں بان
ان کا ہر اک شعر پیکر کیونکر نہو جان سخن
تہر کے باتوں میں ہے وہ تیغِ زبان سخن
یہ سخن آن سخن۔ ایسا سخن شان سخن
ہے بجا اسکو اگر کیے حُسنِ شان سخن
ان کو قدرت سے بلا ہے آبیہ و ان سخن
خود سر دوش ان کا رہے منونِ بیضان سخن
”یہ شجاع قہر ہے یا امہ۔ تا بان سخن“

اس کے سب اشعار رنگین ہیں میں گھمائے غلہ
و وضعت فکرِ مصف کا بیاں کیا کیجئے۔
سایہ پرورد جناب داغ ہیں افکار۔ قہر
عیب میں نہکتے ہیں بھول کھا کر دم بخود
واہ رے حسنِ زبان۔ اندر سے طرزِ بیل
کیف آدر ہیں مضامین شعر ہیں ذوقِ آفریں
ہر جیتک ہے رہے زندہ نہ کیونکر نام قہر
ترجمانِ وارداتِ قلب ہیں ایسے کساں
عیسوی میں لکھو اے ذائقہ تم ہر سال طبع

شائق معنی طراز فائق حکیم شیشی شاعر شائق بنگلوری تلینہ شاعر فائق اشعار حضرت سیدنا الاسرار علامہ لکھنوی

ہے صلائے عام اب ارباب سوز و ساز کو کیا ہی روشن ہیں مضامین تہہ کے دیوان ہیں ہر جھللا شعر جب جھٹتا ہے دل میں بی طرح خوبی ہرودفا کا ہے بیان جس شعر میں اس سخن سے سکتے ہی ہیں توشہ گیر انتفاع جانشینان فصیح الملک سے ہیں کپ بھی تم بھی اے شائق لکھو دیوان کی تیان طبع	وقت اُن کے واسطے جو کچھ ساز و سوز تہہ اے جزا کہ اللہ فروغ فکر جاں افروز تہہ پھر نہ کیوں اُسکو کہیں ہم ناوک نہ لہ و نہ تہہ اُس سے خود معنوق ہوتے ہیں طیش افروز تہہ من سکھانے والی ہے طرز سبق آموز تہہ در خور نازش نہ کیوں طالع فیروز تہہ ”ہے شائع تہہ یا ماہو جاں انسر و نہ تہہ
---	--

سلیم شاعر بے نظیر خوش تقریر مخمور فہیم جناب محمد شرف الدین صاحب سلیم بنگلوری تلینہ حضرت جگر و حضرت دل یادگار حضرت امیر مینائی لکھنوی رح

اک گلستاں ہے تہہ کا دیوان، ساری غزلیں کرشمہ ساز سخن تہہ کا مرتبہ اُن سے برتر ہے لائے ہیں تہہ عرش سے مضمون دماغ کے دل پہ کئے سال سلیم۔	گل ہیں اس پھول باغ کے اچھے سب تخیل و داغ کے اچھے جو ہیں شاگرد داغ کے اچھے ہیں طریقے سراغ کے اچھے ”پھول گلزار داغ کے اچھے
---	--

نعم خطوطی سروتان سخن ناظم یگانہ صاحب طبع سلیم جناب محمد فاضل صاحب سلیم بنگلوری

کرامت ہے یہ حضرت داغ کی نیم ایک نکلا ہے سن طبع کا	ہوا چھپ کے ستیا دیوان تہہ ہوا ہے ضیا بار دیوان تہہ
--	---

نعم مخمور خوش مقال اے کے محمد صاحب شاعر شاعر بنگلوری تلینہ حضرت سیدنا الاسرار علامہ لکھنوی

دشاع ہر ہوا نور بار ہر جانب کلام تہہ کا کیا ہے جناب تہہ ہیں کیا یہ وہ ادیب ہیں جنکی ادب نوازی پر	کہ نور روح ادب غزل ہے جان ادب وہ گلگانے لگا دیکھیے جہان ادب یہ باغباں ادب ہیں وہ بوستان ادب ہزار جان سے قرباں ہیں صاحبان ادب
--	---

ملا ہے دل سے یہ نمشیر اسکے طبع کا سال
”شائع ہر سے تانماں ہے کیا جان ادب“

نعم شاعر

ضروری اطلاع

ہمارے کتبخانہ مطبع محمدی

میں جملہ اقسام کے قرآن مجید و جمالی شریف معشری
و مترجم نہایت صحیح و خوش خط اور علم و فن کی عربی، فارسی، اردو

وغیرہ کی تمام کتابیں بفضلہ تعالیٰ کثرت سے موجود ہیں جو بہت ہی
رعایتی نرخ سے فروخت ہوتی ہیں۔ مدارس اسلامیہ طالبان علم کے ساتھ
بالخصوص اور متفرق خیبر پورون کے لئے بالعموم نرخ میں خاص
امکانی رعایت ملحوظ رکھی جاتی ہے۔ بیرونجات کے تاجرون کے ساتھ جو خاص
رعایت کی جاتی ہے اسکا صحیح حال ایک مرتبہ مال منگانیہ بخوبی معلوم ہو سکتا
ہے مقامی حضرات و کان پر تشریف لا کر اس رعایت و کفایت سے
فائدہ حاصل کریں

ملنے کا یہ

علی بھائی شریعتی تاجران کتب و مالکان مطبع محمدی

بھنڈی بازار بمبئی نمبر ۳